سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو نمبر ۸۳

# دریائے لطافت

مصنفۂ

میر انشا اللہ خاں انشا

مرتبۂ

مولوی عبدالحق صاحب معتمد اعزازی
انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)

مترجمۂ

پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی دہلوی

سنہ ۱۹۳۵ع

# فہرستِ مضامین

# فہرستِ مضامین

# مقدمہ

سید انشاالله خاں کے نام سے کون واقف نہیں- ان کی خدا داد ذہانت ' طباعی' شوخی و ظرافت اور جدت کا ایک زمانہ قائل ہے- اُن کی خاندانی شرافت ' اور خاندانی اخلاق و آداب دلی اور لکھنؤ کے شرفا سب مانتے تھے۔ ان کے بزرگ دلی میں آکر بس گئے اور وہیں کے ہوگئے اور رفتہ رفتہ شاہی دربار میں رسائی ہوئی اور سلسلۂ اُمرا میں داخل ہوے- سید انشاالله خاں بھی شاہ عالم بادشاہ کے درباریوں میں تھے' لیکن شاہ عالم کی بادشاہت نام کی رہ گئی تھی - اگرچہ بادشاہ نیک دل تھے' اور اپنے خانہ زادوں اور خاندانی متوسلین کی ہر طرح خاطر کرتے تھے لیکن وہ خود مجبور تھے۔ کمپنی بہادر کے پنشن خوار اور نام کے بادشاہ - وہ قدردانیاں اور قدر افزائیاں کہاں کرسکتے تھے جن کی وجہ سے ان کے بزرگوں کے نام اب تک دنیا میں روشن ہیں - دلی اب وہ دلی

نہ رہی تھی۔ ظاہری آداب باقی رہ گئے تھے مگر سلطنت کی جڑ کبھی کی کھوکھلی ہوچکی تھی، اور اس کے ساتھ ہی دولت و ثروت اور علم و فضل بھی رخصت ہورہے تھے وہ اہل کمال جن کا دار و مدار بادشاہوں کی قدردانی پر ہے، ان کا ٹھکانا اب یہاں نہ رہا تھا۔ دلی کے زوال پر سلطنت کا ٹھاٹ لکھنؤ میں جما - آصف الدولہ کی سخاوت اور فیاضی نے حاتم کے نام کو بھلا دیا تھا۔ اہل کمال جو قدر دانی کے بھوکے تھے ایک ایک کرکے وہاں پہنچے - یہاں تک کہ ' میر تقی ' جیسے شخص نے بھی جن کی غیرت اور استغنا کی قسم کھانی چاہئے اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہی - غرض سید انشااللہ کو بھی یہی کشش لکھنؤ لے گئی - تھوڑے ہی عرصے بعد دربار تک رسائی ہوئی - اور وہاں پہنچتے ہی اپنی لطیفہ گوئی، طباعی اور شاعری کی بدولت وہ عروج ہوا کہ نواب سعادت علی کی ناک کے بال ہوگئے - نواب سعادت علی خاں اگرچہ بہت بیدار مغز اور منتظم شخص تھے، مگر آخر فرصت کے وقت انہیں بھی دل لگی اور تفنن طبع کے لئے کچھہ ہونا چاہئے تھا۔ اس کے لئے سید انشااللہ سے بڑھ کر اور کون مل سکتا تھا - انھوں نے نواب کو ایسا رجھایا کہ ان کے بغیر ایک دم چین نہ آتا تھا۔

اُمرا کی مصاحبت آدمی کو کہیں کا نہیں رکھتی اور باوجود غیر معمولی قابلیت اور ذہانت کے سید صاحب کا بھی یہی حشر ہوا۔

مولوی محمد حسین آزاد نے اپنی کتاب 'آب حیات' میں 'میاں بےتاب' کا ایک قول نقل کیا ہے کہ "سید انشا کے فضل و کمال کو شاعری نے کھویا اور شاعری کو سعادت علی خاں کی مصاحبت نے ڈبویا"۔ اس قول کے پہلے حصے سے تو مجھے بالکل اتفاق نہیں، البتہ دوسرا حصہ بالکل صحیح ہے۔ شاعری خود ایک بڑا کمال ہے، اور ایسا بڑا کمال ہے کہ اگر کسی شخص میں صحیح طور سے موجود ہو تو اس کے سامنے دوسرے کسب کمال ہیچ ہیں۔ البتہ افسوس اس بات کا ہے کہ سید انشا کی طبعی ظرافت اور شوخی کو درباری مصاحبت اور مذاق نے خراب کیا اور اس نے ان کی شاعری کو بھی بگاڑے بغیر نہ چھوڑا۔ شوخی و ظرافت بڑی پر لطف چیز ہے اور کلام کا رتبہ اس سے بعض اوقات بہت بلند ہوجاتا ہے اور دلوں کے شگفتہ کرنے اور بعض خیالات کے ادا کرنے میں یہ ایک سحر کا کام کرتی ہے، بشرطیکہ ایک حد تک اور مناسبت سے ہو اور کوئی لطافت بھی پائی جاتی ہو (جیسے مرزا غالب کے کلام میں)۔ لیکن افسوس

ھے کہ سید انشا اللہ کے کلام میں بعض اوقات یہ شوخی و ظرافت تمسخر اور پھکڑ کی درجہ تک اور پھکڑ سے فحش اور شہد پن تک پہنچ گئی ھے جو کانوں کو ناگوار اور ذوق سلیم پر بہت گراں گزرتی ھے -

سید انشا کا کلام | ان کا کلیات جو طبع ھوگیا ھے ' اس میں کلام ذیل شامل ھے : —

(۱) اُردو کا دیوان (۲) دیوان ریختی (۳) قصائد (جس میں ایک قصیدۂ ملقبہت بے نقط و اشعار ترکی وغیرہ بھی شریک ھیں) (۴) دیوان فارسی (۵) مثنوی شیر و برنج فارسی (۶) مثنوی بے نقط (لوحسرخی بھی بے نقط و موزوں) (۷) مثنوی شکارنامہ (۸) مثنویات در ھجو زنبور ' کھٹمل ' پشہ ' مگس (۹) مثنوی شکایت زمانہ - (۱۰) مثنوی فیل (۱۱) مثنوی در ھجو گیان چند سا ھوکار (۱۲) اشعار متفرقہ و رباعیات و قطعات و تاریخ ھاے متفرقہ (۱۳) چیستانیں اور پہیلیاں مخمس وغیرہ (۱۴) دیوان اُردو بے نقط مع رباعیات ونثر بے نقط (۱۵) شرح ماتہ عامل نظام فارسی (۱۶) مثنوی مرغ نامہ -

اِس کے علاوہ ایک داستان اُردو نثر کی لکھی ھے جس میں یہ اھتمام کیا ھے کہ کوئی لفظ عربی فارسی

کا نہ آنے پائے - اور باوجود اس کے کلام اُردو کے پایہ سے گرنے نہیں پایا - یہ درحقیقت بڑے کمال کی بات ھے - آج اگر کوئی چاھے ایسا صفحہ بھی اس رعایت کے ساتھہ لکھہ لے تو ممکن نہیں ۔۔

لیکن سید انشا کی سب سے بڑی یادگار اور قابل قدر تصنیف ' دریاے لطافت' ھے- اس میں اُردو صرف و نحو' منطق ' عروض و قافیہ ' معانی و بیان وغیرہ کا ذکر ھے - پہلا حصہ یعنی اُردو صرف و نحو تو سید انشاالله کی تصنیف ھے اور دوسرا حصہ یعنی منطق ' عروض و قافیہ و معانی وبیان مرزا محمد حسن قتیل کا تالیف کیا ھوا ھے - کتاب کی جان پہلا ھی حصہ ھے - اگرچہ اس سے قبل بعض اھل یورپ نے متعدد کتابیں اُردو قواعد پر لکھی تھیں * لیکن یہ پہلی کتاب ھے جو ایک ھندی اھل زبان نے اُردو صرف و نحو پر لکھی ھے اور حق یہ ھے کہ عجیب جامع اور بے مثل کتاب ھے - اردو زبان کے قواعد' محاورات اور روزمرہ کے متعلق اس سے پہلے کوئی ایسی مستند اور محققانہ کتاب نہیں لکھی گئی تھی اور عجیب بات یہ ھے کہ اس کے بعد بھی کوئی کتاب اس پایہ کی نہیں

* ملا حظہ ھو راقم کا مقدمۂ قواعد اُردو ' جس میں اس کے متعلق با لتفصیل بحث کی گئی ھے ۔۔

لکھی گئی جو لوگ اردو زبان کا محققانہ مطالعہ کرنا چاھتے ھیں یا اس کی صرف و نحو یا لغت پر کوئی محققانہ تالیف کرنا چاھتے ھیں، ان کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ھی نہیں بلکہ ناگزیر ھے —

سید انشا پہلے شخص ھیں کہ جنھوں نے عربی فارسی زبان کا تتبع چھوڑ کر اُردو زبان کی ھیئت و اصلیت پر غور کیا اور اُس کے قواعد وضع کیے اور جہاں کہیں تتبع کیا بھی ھے تو وھاں بھی زبان کی حیثیت کو نہیں بھولے - علاوہ اس کے الفاظ و محاورات کی تحقیق، بیگمات کی زبان اور اُن کے محاورات، مختلف الفاظ کے تلفظ، مختلف فرقوں کے میل جول سے زبان پر جو اثر پڑا، ان سب کو بڑے لطف سے ادا کیا ھے اور بعض بعض نکات ایسے بیان کئے ھیں جن کی قدر وھی کر سکتے ھیں جنھیں زبان کا ذوق ھے - صرف و نحو کے قواعد بھی بڑی سلاست اور جامعیت سے بیان کیے گئے ھیں اور حیرت ھوتی ھے کہ اس بارے میں جن جن باتوں کا اُنھوں نے خیال کیا ھے متاخرین کو بھی وہ نہیں سوجھیں - حالانکہ ایسا عمدہ نمونہ موجود تھا - اس سے سید انشاء اللہ خان کے دماغ اور ذوق زبان کا صحیح اندازہ ھوتا ھے-الفاظ کی فصاحت و غیر فصاحت اور صحت و غیر صحت کے متعلق کتنی سچی

راے دی ھے - وہ کہتے ھیں کہ " ہر لفظ جو اُردو میں مشہور ھو گیا' عربی ھو یا فارسی' ترکی ھو یا سریانی' پنجابی ھو یا پوربی' ازروے اصل غلط ھو یا صحیح وہ لفظ اُردو کا لفظ ھے - اگر اصل کے موافق مستعمل ھے تو بھی صحیح ھے - اور اگر خلاف اصل مستعمل ھے تو بھی صحیح ھے - اُس کی صحت و غلطی اُردو کے استعمال پر موقوف ھے - کیونکہ جو کچھہ خلاف اُردو ھے غلط ھے ' گو اصل میں وہ صحیح ھو اور جو کچھہ موافق اردو ھے صحیح ھے ' گو اصل میں صحت نہ رکھتا ھو " - اس اصول کو قائم کرنے کے بعد وہ بہت سے عربی الفاظ کو جو اُردو میں کچھہ کے کچھہ ھو گئے ھیں صحیح بتاتے ھیں - مثلاً سید انشا کی راے میں ' برتا ' صحیح اُردو کا لفظ ھے ' گو وہ خلاف اصل ھے - یا وہ غدر کو بفتح دال اردو کا صحیح لفظ خیال کرتے ھیں اگرچہ اصل میں بسکون دال ھے - یہ سن کر بعض اصحاب جلھیں صحت لغت کا اسی قدر خیال رھتا ھے جیسے ایک مومن متقی کو اداے ارکان صلٰوۃ کا اور خصوصاً ثقات لکھنؤ بہت جز بز ھوں گے - لیکن جو لوگ اصول لسان سے واقف ھیں وہ ' سید انشا ' کی وسعت نظر اور اصابت راے کی داد دیں گے - فرق یہ ھے کہ ' سید انشا ' اردو کو ایک جدا زبان

خیال کرتے هیں اور غیر زبان کے جن الفاظ نے منجھہ منجھاکر یا گھس پس کر یا اختلاف لہجہ یا دوسرے اسباب سے ایک خاص صورت اختیار کرلی هے وہ اب اُردو کے لفظ ہوگئے هیں ' انهیں اصل زبان سے کچھہ تعلق نہیں رها - اور جو کچھہ صورت اُن کی پیدا هوگئی هے اور جس طرح وہ زبان زد خاص و عام هوگئے هیں ' وهی اُن کی صحیح صورت هے ' اصل زبان سے خواہ وہ کیسے هی متبائن اور مختلف کیوں نہ هوں - مگر جو حضرات ابھی تک اُن عربی فارسی الفاظ کو جو اُردو میں مستعمل هیں اصلی صورت میں لکھنا اور بولنا صحیح اور فصیح سمجھتے هیں اور اس کے خلاف غلط اور غیر فصیح' تو گویا وہ ابھی اُردو زبان کو زبان هی نہیں سمجھتے - اسی اصول کو اگر مد نظر رکھا جائے اور هر اُردو لفظ اس کی اصلی صورت میں (یعنی جس زبان سے وہ آیا هے) لکھنا اور بولنا شروع کریں تو اُردو زبان کوئی زبان هی نہ رهے گی - اور موجودہ تحریر و تقریر کے سارے الفاظ باستثنائے چند کے غلط ٹھہریں گے - کیونکہ اس میں جس قدر الفاظ هیں وہ یا تو سنسکرت اور هندی زبانوں کے هیں یا عربی فارسی ترکی یا بعض یورپی السنہ کے - اُردو زبان مستقل زبان اُسی وقت هوگی جب وہ ان زبانوں کے

لفظ لے کر اُنھیں اپنا کرلے اور جہاں وہ اپنے ہوئے اُن کی شکل و صورت ' وضع قطع ' رنگ ڈھنگ میں ضرور فرق آئے گا - مگر ہم میں سے بعض نازک دماغ دقیق نظر حضرات کو ان غیر ملکیوں کی یہ بے تکلفی ہرگز نہیں بھاتی وہ انھیں ' اپنا ' بنانا نہیں چاھتے بلکہ انھیں ڈھکیل ڈھکیل کر اپنے حدود سے باھر نکالنا چاھتے ھیں - اگر سید انشا کے اصول پر عمل رہا ہوتا تو اب تک اُردو میں بہت کچھہ وسعت ، لطف اور شیرینی پیدا ہوجاتی -

اس کتاب کے پہلے ھی باب میں سب سے اول اُنھوں نے اُردو کے حروف ابجد سے بحث کی ھے - اور اُن کی تعداد کے تعین میں بڑی بڑی جدّت طرازیاں کی ھیں - سید انشا کے بعد سے اُردو صرف و نحو اور لغت وغیرہ پر بیسیوں ھی کتابیں لکھی گئی ھیں لیکن جس جس پہلو سے اُنھوں نے ان حروف تہجی کو دیکھا ھے اور اُن کے اقسام قائم کیے ھیں بہت کم لوگوں کی نظر وھاں تک پہنچی ھے ' حالانکہ دیکھنے میں یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ھے - علاوہ معمولی تقسیم حروف کے جو ہر معمولی کتاب میں پائی جاتی ھے مثلاً عربی کے اتنے فارسی کے اتنے اور ھندی کے اتنے ' سید صاحب ایک قدم اور آگے بڑھے ھیں - اس تقسیم کے بعد انھوں نے اُن حروف کو لیا ھے جو کسی خاص حرف

سے مل کر ایک آواز پیدا کرتے ہیں - مثلاً سترہ حروف ایسے ہیں جو 'ہ' کے ساتھ مل کر ایک آواز دیتے ہیں جیسے بھاگنا ' پھٹنا وغیرہ وغیرہ - ہمارے ہاں اب کہیں اُردو قاعدوں میں یہ حروف بڑھائے گئے ہیں - حالانکہ سید انشا مدتوں پہلے لکھ چکے ہیں —

یا 'سترہ' حروف ایسے ہیں 'جو نون' کے ساتھ مل کر ایک آواز پیدا کرتے ہیں - مثلاً پنڈول ' رنگیلا ' ہنسنا وغیرہ - اُردو قاعدوں میں اب تک ان حروف کا ذکر نہیں —

اسی طرح بعض حروف ایسے ہیں جو 'ی' کے ساتھ مل کر ایک ہوجاتے ہیں - مثلاً کیا (حرف استفہام) دھیان پیارا وغیرہ - غرض اس طرح سید انشا نے اُردو حروف تہجی کی کل تعداد پچاسی بتائی ہے —

دوسرے باب میں دہلی کے محلّوں کی تمیز کے متعلق بڑی دلچسپ بحث کی ہے - اور بہ تفصیل بتایا ہے کہ کس کس محلّے کی زبان فصیح ہے اور کہاں کہاں کی غیر فصیح- مغلوں (اہل مغل پورہ) سادات بارھ' پنجابیوں' پوُربیوں کی زبان کیسی ہے اور ان کی وجہ سے الفاظ کے تلفظ اور لہجہ اور زبان میں کیا فرق پیدا ہوا ہے - اور یہ سب امور تفصیل اور مثالوں کے ساتھ بیان کیے گیے ھیں' اور ایسے لطف کے ساتھ کہ جی خوش ہوجائے-

اسی میں سید انشا اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں رح ' کا مشہور مکالمہ ہے- ہیں تو گنتی کے دو تین ہی جملے مگر آنکھوں کے سامنے تصویر کھنچ جاتی ہے —

' تیسرے باب ' میں بعض فصحا وغیرہ کا ذکر ہے ' اور بعض ایسے الفاظ کا بیان کیا گیا ہے جو اُردو نہیں یا متروک ہیں اور میر تقی یا مرزا سودا نے اُن کا استعمال کیا ہے- اسی باب میں ' نواب عماد الملک' 'بھا ڑا مل' ' مرزا صدرالدین صفاهانی ' اور ' مُلّا عبدالفرقان ' کی دلچسپ تقریریں ہیں - خاص کر ' بی نورن ' اور 'میر غفر غینی' کی تقریریں نہایت پر لطف ہیں ' ' بی نورن ' اور 'میر غفر غینی ' کی تقریریں ایسی پاک صاف شستہ ہیں کہ آج کل کی بول چال بھی اس سے زیادہ فصیح نہیں ہوسکتی - اس سے سید انشا کی زبان دانی اور فصاحتِ کلام کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ باوجود اس قدر زمانہ گزرنے کے اور زبان کے منجھنے اور ترقی پانے کے جو کچھہ وہ لکھہ گئے ہیں اس میں کہیں حرف گیری کا موقع نہیں- بلکہ ویسی فصیح اور پاک صاف اُردو اب بھی ہر شخص نہیں لکھہ سکتا - اور اس میں شعراے عصر کے کلام و حال پر جو تنقید کی ہے وہ بہت ہی ظریفانہ ہے - یہاں تک کہ اپنے آپ کو بھی نہیں چھوڑا —

اسی باب کے آخر میں 'دھلی و لکھنؤ' کی فصاحت و فوقیت کا پر لطف موازنہ ھے - اور دونوں طرف کے دلائل کو بیان کیا ھے - اس میں یہ بات دیکھنے کی ھے کہ چونکہ سید انشا نواب سعادت علی خاں' کے ملازم اور مصاحب تھے اس لیے کس کس طرح پہلو بچا بچا کے اس بحث کو نبھایا ھے —

باب چہارم میں مصطلحات دھلی اور باب پنجم میں گفتگو و مصطلحاتِ زنانِ دھلی کا ذکر ھے - یہ دونوں باب محققین زبان و مولفین لغت کے لیے نہایت مفید اور کار آمد ھیں —

اس کے بعد اردو صرف و نحو ھے - نہ صرف اردو صرف و نحو کی یہ پہلی کتاب ھے بلکہ اس لحاظ سے بھی اسے تقدُّم اور فضیلت ھے کہ یہ اول کتاب ھے جس میں اردو کی صرف و نحو بلحاظِ زبان بیان کی گئی ھے اور عربی فارسی کی اندھوں کی طرح تقلید نہیں کی گئی- اگر مابعد کے مولفین اس اصول کو پیش نظر رکھتے تو اس وقت تک اردو صرف و نحو مکمل ھو جاتی —

اس میں مطلق شبہ نہیں کہ سید انشاء اللہ خاں کا اردو زبان پر بہت بڑا احسان ھے اور خصوصاً یہ کتاب انھوں نے ایسی لکھی ھے کہ جب تک اردو زبان زندہ

ہے اس کے مطالعہ اور اس سے استفادہ اور سند لینے کی ضرورت باقی رہے گی -

اس کتاب کا دوسرا حصہ منطق و عروض و قوافی اور معانی و بیان میں ہے - یہ حصہ 'مرزا قتیل' کا ہے اور زیادہ قابل لحاظ نہیں - بلحاظ فن کے بھی زیادہ مستند خیال نہیں کیا جاتا - البتہ منطق و عروض میں ایک جدّت انھوں نے ضرور کی ہے - یعنی اصطلاحات فن کا ترجمہ اردو میں ہے - مثلاً :—

| | | | |
|---|---|---|---|
| تصور ... ... | دھیان | بدیہی ... ... | پر کھت |
| تصدیق .. ... | جوں کا توں | نظری ... ... | کپت |
| موضوع ... ... | بول | تسلسل ... ... | اُلجھا سُوت |
| محمول ... ... | بھرپور | دَور ... ... | ہیر پھیر |
| رابط ... ... | جوڑ | مطابقت ... ... | ٹھیک ٹھیک |
| نسبت ... ... | ملاپ | التزامی ... ... | اوپری لگاؤ |
| قضیہ ... ... | بات | مثلث ... ... | تِکڑا |

مربع ... ... چوکڑا وغیرہ

یہ امر قابل غور ہے کہ اصطلاحات علمی اس طور پر تراشی جاتیں یا ترجمہ کی جاتیں تو اس سے علوم کے ترجمہ کرنے یا عام طور پر علوم کے مقبول کرنے میں کہاں تک آسانی ہوتی یہ ایک بحث طلب مسئلہ ہے مگر

اس میں شک نہیں کہ ہمیں اصطلاحات کے وضع کرتے وقت جہاں تک ممکن ہو ( بشرطیکہ رکاکت پیدا نہ ہو ) ہندی سے ضرور مدد لینی چاہئے مثلاً اگر نصفیۃ الاجنحہ کی بجائے آدھ پرا یا آدھ پنکھ ' یا عدیمۃ الاجنحہ کی بجائے بے پرا ' یا بے پنکھ ' یا عدیمۃ الذنب کی جگہ بے دُما وغیرہ کہا جائے تو کیا ہرج ہے بلکہ اس سے سراسر فائدہ ہے - بعض الفاظ جو بوجہ سختی اور کرختی ہونے کے ہماری زبان پر نہیں چڑھتے ان کا ترک کرنا اولیٰ اور ان کی بجائے ہندی یا فارسی اصطلاحات کا استعمال کرنا مناسب ہے —

' مرزا قتیل ' نے بھی اس حصہ میں سید انشاءاللہ کی پیروی کی ہے اور مزاح و تمسخر میں کوئی کمی نہیں کی - مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوّا ہنس کی چال چل رہا ہے - مرزا صاحب کا مزاح اکثر بے نمک ہے - انہوں نے عروض میں بجائے مروّجہ الفاظِ اوزان کے نئے الفاظ تراشے ہیں - مثلاً بجائے مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کے بی جان پری خانم بی جان پری خانم اور بجائے فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن کے چت لگن پری خانم چت لگن پری خانم وغیرہ فرماتے ہیں - میں نے منطق اور عروض و قوافی کا بیان کتاب سے ترک کر دیا ہے کہ

وہ کچھہ مفید نہ تھا - البتہ بیان و معانی کا بیان بطور نمونہ کے رهلے دیا هے وہ کسی قدر ٹھیک هے —

اس کتاب کے طبع میں بڑی دقت تھی - اول تو یہ کہ جا بجا فحش کلمات بے تکلف استعمال کیے گئے هیں - اس لیے ان کے خارج کرنے میں بڑی دشواری پیش آئی کیونکہ بعض اوقات مطلب خبط هوجاتا تھا - دوسرے سید انشا کی طبیعت میں اُپچ تو تھی هی' انھوں نے حروف کے نام بھی نئے ایجاد کیے هیں - غالباً اس میں انھوں نے اپنے ولی نعمت ' نواب سعادت علی خاں ' کے اوصاف کی رعایت رکھی هے - مثلاً ' الف ' کو اقبال ' ب ' کو بخشش ' پ ' کو پاکی طینت ' ت ' کو ترحم ' ' خ ' کو خدا ترسی ' ژ ' کو ژرف نگاهی ' ک ' کو کم دماغی ' ہ ' کو همت بلند لکھا هے - اور اسی طرح دوسرے تمام حروف کو الگ الگ نام دیے هیں - اس سے پڑھنے والے کو بڑی الجھن هوتی هے - مثلاً ' کھَن ' ایک چھوٹا سا لفظ هے - اس کا تلفظ وہ اس طرح سے بتاتے هیں " با کم دماغیِ مفتوح با همت بلند یکی گشته و نفاست ساکن بمعنی گاه " - اور چونکہ کتاب میں مختلف تقریریں اور مختلف بولیاں درج هیں وہ ایک لفظ کا تلفظ اس طریقہ سے بتاتے هیں تو پڑھنے والے کو سخت پریشانی

ہوتی ہے۔ اس لیے میں نے اس طریقہ کو بھی ترک کر دیا ہے اور مروجہ اور معمولی طریقہ کو اختیار کیا ہے تاکہ ناظرین کو سہولت ہو۔

اس کتاب کی تصنیف میں چونکہ سید انشا اور 'مرزا قتیل' دونوں شریک تھے اس لیے نام بھی دونوں نے دو دو تجویز کیے ہیں۔ سید انشا نے اپنے آقاے ولی نعمت 'نواب ناظم الملک سعادت علی خاں بہادر' کے نام کی رعایت سے 'ارشاد ناظمی' اور 'بحر سعادت' تجویز کیے اور 'مرزا قتیل' نے 'دریاے لطافت اور حقیقت اُردو' - مگر ان میں 'دریاے لطافت' ہی مقبول ہوا اور وہی آج تک مشہور ہے - یہ کتاب سنہ ۱۲۲۲ ہجری مطابق سنہ ۱۸۰۲ ع میں تصنیف ہوئی - اس کے چھیالیس برس بعد 'مولوی مسیح الدین خاں بہادر' کاکوروی نے اپنے مطبع آفتاب عالمتاب مرشدآباد میں بہ تصحیح و اہتمام مولوی 'احمد علی گوپا موی' طبع کرایا - 'مولوی مسیح الدین خاں' مرحوم میر منشی گورنر جنرل و سفیر شاہ اودھ تھے اور بعد ازاں 'واجد علی شاہ' مرحوم کی والدہ کے ساتھ انگلستان تشریف لے گئے وہاں سے واپس آنے کے بعد انہوں نے مرشدآباد میں ایک فارسی نستعلیق ٹائپ کا مطبع قائم کیا اور اس میں اچھی

اچھی کتابیں طبع کرائیں - مولوی صاحب کی خوش مذاقی کے بدولت یہ کتاب دست برد زمانہ سے بچ گئی - مگر اب یہ نسخہ بھی کمیاب ھے - اسی نسخہ سے انجمن نے اس کتاب کو ترتیب دیا ھے - امید ھے کہ یہ کتاب اھل ملک کے لیے مفید ثابت ھوگی —

اورنگ آباد

۲۸ مئی سنہ ۱۹۱٦ ع

**عبد الحق**

آنریری سکرتری انجمن ترقی اردو

# مترجم کا دیباچہ

پبلک کے سامنے یہ ترجمہ پیش کرتے ہوے مجھے بہت تھوڑا کہنا ہے۔ مفصل تقریب میرے فاضل دوست مولوی عبدالحق انجمن ترقئی اردو کے فارسی اڈیشن پر لکھہ چکے ہیں اور اب بھی لکھیں گے۔

دریاے لطافت کئی وجوہ سے خاص امتیاز اور فضیلت رکھتی ہے - یہ پہلی کتاب ہے جو اردو کے علم لسان، گریمر، انشا اور محاورے اور روز مرہ پر کسی هندی نے تصنیف کی۔ اس کے مصنف سید انشا اردو کے نامی اور قادر کلام شاعر ہونے کے علاوہ عربی، فارسی اور هندی میں فضیلت کا درجہ رکھتے تھے اور هندوستان کی کئی زبانیں جانتے تھے۔ دهلی کی فصاحت اور روز مرہ کے علمبردار ہونے کے باوجود لکھنؤ کی شبابیات اور جدت آفرینیاں بھی ان کے زیر نظر تھیں۔ یہ سب امور دریاے لطافت کے لئے آج تک کی ہم موضوع تصانیف اور تالیفوں سے ما بہ الامتیاز کا حکم رکھتے ہیں۔ آج ادب اور زبان سے متعلق جو کوئی بھی جو کچھہ لکھتا ہے اس کے سامنے یورپ کا لٹریچر اور اس کے ادیبوں کے نظریے ہوتے ہیں - 'دریاے لطافت' کا سنہ تصنیف انیسویں صدی عیسوی کا آتھواں برس ہے۔ اُس زمانے میں اور یورپ کی زبانوں اور علم و ادب سے ناواقف محض ہونے کے باوجود 'سید انشا' کا یہ کتاب تصنیف

مترجم کا دیباچہ

ق

کرنا، اس کی یہ پرداز رکھنا، ان کی دقت نظر اور سائنٹفک

تنقید اِس روشنی کے زمانے میں متحیر العقول ھے —

اس میں شک نہیں کہ اگر سید مغفور آج زندہ ہوتے تو اپنی اس تصنیف میں کئی جگہہ نظرثانی کی ضیا پاشی فرماتے کیونکہ زاویۂ نگاہ کے ساتھہ زبان بھی بہت کچھہ تغیر پزیر ہوگئی ھے - اس تغیر کی وجہ سے راقم کو کئی جگہہ حاشیے دینے کی ضرورت پڑی - ورنہ ان کی فارسی اور انداز بیاں کسی حاشیہ یا شرح کا محتاج نہ تھا —

میں نے ترجمے میں یہ کیا ھے کہ کتاب کے مطالب کی تقسیم کو توجوں کا توں رہنے دیا لیکن اصل فارسی کتاب میں دریا کی رعایت سے عنوانوں کے نام جو جزیرہ اور شہر وغیرہ کی شکل میں تھے ان کی جگہہ صرف باب اور فصل استعمال کئے ھیں - اور کسی قسم کا تصرف نہیں کیا گیا - حواشی کے سوا متن میں ضرورت پرخطوط وحدانی مستقیم کے اندر جو درج ھے وہ میرا ھے - قوسین کے اندر کے الفاظ متن سے ماخوذ ھیں- پڑھنے والوں کی آسانی کی غرض سے میں نے یہ بھی کیا ھے کہ ایک فصل میں جہاں مضمون بدلا ھے یا موضوع کی اھم تفصیل وغیرہ وارد ہوئی ھے وہاں دو خطوں سے الگ کرکے سرخی دے دی ھے-

ماڈل ٹاؤن - لاھور — برجموھن دتاتریہ کیفی

۱۴ فروری سنہ ۱۹۳۵ ع

## دیباچۂ مرتب (بر طبع ثانی)

سید انشا کی دریاے لطافت ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ ع) میں تصنیف ہوئی اور تخمیناً ۴۳ برس بعد سنہ ۱۲۶۶ھ (سنہ ۱۸۴۹ع) میں مولوی مسیح الدین خاں بہادر نے اپنے نستعلیق ٹائپ کے مطبع آفتاب عالمتاب واقع مرشد آباد میں طبع کی۔ مولوی صاحب مرحوم کے ذوق صحیح کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے اُس زمانے میں مختلف قلمی نسخے فراہم کر کے کتاب کی تصحیح کی اور صرف کثیر سے اس کی طبع کا اہتمام کیا۔ لیکن باوجود طبع کے کتاب زیادہ مشہور نہ ہوئی اور لوگوں نے اس کی قدر نہ جانی - اُس زمانے میں یوں عام طور پر اور خاص طور پر اس قسم کی کتابیں تعداد میں بہت کم طبع ہوتی تھیں، کیوں کہ ایسی چیزوں کے قدر کرنے والے اور پڑھنے والے بھی کم تھے - اب یہ مطبوعہ نسخہ شاذ و نادر کہیں نظر آتا ہے ——

تقریباً ستر سال تک یہ کتاب گم نامی میں پڑی رہی - سنہ ۱۹۱۶ع میں انجمن ترقیء اُردو نے اسے دوبارہ طبع کرایا -

البتہ اس میں اتنا تصرف کیا کہ ایک تو منطق اور عروض کے مباحث خارج کر دیے جو بیکار ہیں اور دوسری بات یہ کی کہ سید انشا نے جو حروف تہجی کے نام اپنے آقاے ولی نعمت کے اوصاف پر رکھے تھے، اور کتاب میں اُن کا استعمال صحت تلفظ کی خاطر کثرت سے ہوا تھا، وہ بدل دیے کیوں کہ اس سے طبیعت کو اُلجھن ہوتی تھی اور مطلب سمجھنے میں دقت پڑتی تھی - شاید یہ بھی ایک وجہ اس کتاب کی نا مقبولیت کی ہو - انجمن نے اس کے ایک ہزار نسخے طبع کرائے تھے جن کے بکنے میں اٹھارہ اُنیس سال لگے - میں نے ابھی پہلے زمانے کی نا قدری کا ذکر کیا تھا لیکن اب پچاسی چھیاسی برس بعد کی قدر دانی کو کیا کہوں ! —

پہلی بار میں نے زبان وہی رکھی تھی جو انشا کی تھی- طبع ثانی میں اس خیال سے کہ شاید یہ فہم مطالب میں حارج ہوتی ہو، فارسی سے اُردو کر دی - ترجمہ میرے مخدوم اور عنایت فرما حضرت کیفی دہلوی نے فرمایا ہے ترجمہ بہت صاف، سلیس اور با محاورہ ہے- میں حضرت کیفی کا نہایت ممنون ہوں کہ انہوں نے انجمن ترقیء اُردو کے لیے اس زحمت کو گوارا فرمایا - جناب مترجم نے بعض بعض مقامات پر مفید حواشی بھی لکھے ہیں جو بصیرت افروز ہیں —

یہ بڑے پایے کی کتاب ھے - اس سے پہلے کسی نے اُردو صرف و نحو اور تحقیق زبان پر اس اصول و ترتیب کے ساتھ کوئی کتاب نہیں لکھی تھی- زمانۂ حال میں بھی جو کتابیں لکھی گئی ھیں وہ انشا کی تحقیق کو نہیں پہنچتیں اور بعض چیزیں تو وہ ایسی لکھہ گئے ھیں کہ اگر وہ نہ لکھتے تو ھمیں ان کا کبھی علم نہ ھوتا - اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ھوتا ھے کہ انشا کو اُردو زبان پر کس قدر عبور حاصل تھا اور ان کی نظر کیسی دقیق اور گہری تھی - زبان کی تحقیق میں ایسے ایسے نکتے بیان کر گئے ھیں جنھیں پڑہ کر سید انشا کی ذھانت' باریک نظری' زباں دانی اور زباں فہمی کا قائل ھونا پڑتا ھے —

سید انشا نے دوسرے صرفیوں اور نحویوں کی طرح (حالانکہ وہ بعد میں ھوے ھیں) آنکھوں پر پٹی باندہ کر عربی فارسی کی تقلید نہیں کی بلکہ انھوں نے زبان کی فطرت اور ساخت کو سمجھہ کر اس کے اُصول قایم کئے ھیں- ان کی حیثیت مقلد کی نہیں بلکہ مجتہد کی ھے - انشا کی یہ آزادیٔ نظر سب سے زیادہ قابل تعریف ھے —

دلی جو اُردو کا جنم بھوم ھے' اُس زمانے میں فصاحت کا گھر تھی - میر انشاء اللہ دلی کی گلی گلی سے واقف تھے اور ھر محلے کی زبان اور اُن کی زبان کے فرق اور اھل

محلہ کی حقیقت اور اُن کے لب و لہجہ اور اُن کے خاص خاص الفاظ اور محاوروں سے پورے طور پر با خبر تھے - ہر طبقے اور پیشہ ور کی زبان کو بعینہ اُسی لب و لہجہ اور اسی کے رنگ میں ادا کیا ہے - یہ چیزیں یادگار ہیں اور لسانیات کے طالب کو بعض اوقات ان سے عجیب نکات ہاتھہ لگ جاتے ہیں - کہیں کہیں اُس زمانے کی معاشرت کی جھلک بھی نظر آ جاتی ہے - غرض یہ عجیب کتاب ہے اور غور سے پڑھنے کے قابل ہے —

حضرت کیفی نے اپنے دیباچے میں بجا فرمایا ہے کہ " اگر سید مغفور آج زندہ ہوتے تو اپنی اس تصنیف میں کئی جگہ نظر ثانی کی ضیا پاشی فرماتے "- بہت جی چاہتا تھا کہ کتاب کے آخر میں اُن مقامات پر جن میں گفتگو، بحث اور تشریح کی گنجائش ہے کچھہ لکھوں لیکن ہجوم کار سے اتنی فرصت نہ ملی اور یہ حسرت دل ہی میں رہ گئی - اگر طبع ثالث کی باری آئی اور زندگی باقی رہی تو شاید یہ ارمان نکل جاے —

عبدالحق

۱۳ اپریل سنہ ۱۹۳۵ ع

# دریاے لطافت

## باب اول، مقدمہ

— • • • • —

### پہلی فصل

### اردو زبان کی کیفیت

— • • • • —

**اردو کا مولد و منشا اور مرکز**

ہر ملک میں قاعدہ ہے کہ اس کے صاحب کمال اور فصحا ایک ایسے شہر میں اکٹھے ہوتے ہیں جہاں حکومت کے ارکان دولت رہتے ہوں اور ہر طرف کے لوگ حصول معاش کے لئے آتے رہتے ہوں، اس وجہ سے اس شہر کے رہنے والوں کی تحریر اور تقریر اُس ملک کے اور شہروں کے باشندوں سے بہتر ہوتی ہے - ایران میں اصفہان مدتوں سلاطین صفویہ کا دارالسلطنت رہا، اس شہر کے رہنے والوں کی زبان اور یہاں اور جگہ کے مقابلے میں سند مانی جاتی

تھی اور اب بھی ہے - یا جیسا استنبول جو سلطان روم کا دارالخلافہ ہے - شاہ جہان آباد چونکہ اکثر سلاطین مغلیہ کا دارالخلافہ اور جائے قیام رہا ہے اور چونکہ فریقین کے فصیح و بلیغ اور جید عالم اور فنون لطیفہ و علوم شریفہ کے ماہر اس خوبصورت شہر میں رہنے لگے اس لئے اس شہر کو امتیاز حاصل ہے ' اگرچہ لاہور ' ملتان ' اکبر آباد اور الہ آباد بھی ذی شوکت بادشاہوں کا مسکن رہے ہیں لیکن ان کو دھلی کے برابر نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہاں اور مقاموں کے مقابلے میں بادشاہوں کا قیام زیادہ رہا ہے - یہاں کے خوش بیانوں نے متفق ہو کر متعدد زبانوں سے اچھے اچھے لفظ نکالے اور بعض عبارتوں اور الفاظ میں تصرف کر کے اور زبانوں سے الگ ایک نئی زبان پیدا کی' جس کا نام 'اردو' رکھا - ظاہر ہے کہ جس دن سے شاہ جہاں بادشاہ نے اس شہر کو آباد کیا اور اسے شاہ جہان آباد کے نام سے موسوم کیا اُس دن سے آج کے دن تک یہ شہر ہندستان کے بادشاہوں کی راجدھانی ہے - زمانۂ سابق میں ہر شہر کے آدمی اس شہر میں آتے اور تہذیب و شایستگی حاصل کرتے - وہاں کے باشندے دوسرے شہر میں نہیں جاتے تھے اور اگر کسی ضرورت سے کہیں

باھر جاتے تو اُس مقام کے شرفا ان کی زیارت کے لئے آتے اور اُن کی صحبت سے نشست و برخاست اور گفتگو کے طور طریق اور آداب مجلس کی اور باتیں سیکھتے - اب کہ چند برسوں سے شاہ جہان آباد بھی خرابی پھیلی * اور وھاں کے باشندے جگہ جگہ جانکلے اور جہاں آرام کی جگہ دیکھی وھیں تھہر گئے، تو ان کی صحبت کے فیض سے دِھات والوں نے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے کے طریقے، بیان کی فصاحت اور زبان کی چستی سیکھ لی، جس سے دیکھنے والوں کو دھوکا ھونے لگا [ کہ یہ بھی دلی والے ھیں ]، لیکن ابھی تک اصل اور نقل میں بڑا فرق ھے - جن لوگوں کے ماں باپ شاہ جہان آباد سے ھجرت کر کے اور شہروں میں چلے گئے تھے ان کی اولاد جو وھیں پیدا ھوئی اس کا روز مرہ بعینہ دارالخلافہ کا روز مرہ ھے - مگر

دھلی والوں کا اثر بھرو نجات پر

---

* مغلیہ سلطنت کے زوال کے آثار تو پہلے سے نمایاں ھونے لگے تھے لیکن انتزاع سلطنت کی ابتدا سنہ ۱۷۳۹ ء میں نادرشاہ کے حملے کے بعد سے ھوئی - دلی والوں کی بڑی تعداد جس میں سراج الدین علیخان آرزو اور رائے ٹیک چند بہار تھے نواب شجاع الدولہ کے ساتھ فیض آباد پہنچ گئے تھے، ان کے فرزند و جانشین آصف الدولہ کے زمانے میں اُدھر لکھنؤ اودہ کا صدر مقام بنا اور ادھر دھلی میں رھیلہ گردی اور مرھٹہ گردی مچی تو بیشمار اھل کمال دھلی سے ھجرت کر کے لکھنؤ چلے گئے جن میں خود سیدانشا بھی تھے - (مترجم) —

بعضے ایسے بھی ہیں کہ پورونجات کے لوگوں کی صحبت اور زیادہ میل جول سے چند لفظ ایسے بھی استعمال کرنے لگے جو اردو کے خلاف ہیں - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے --

دھلی اور پورونجات کی زبان کے فرق

پورب والوں کی یہ خصوصیت رہی اور ہے کہ وہ دھلی والوں کے خلاف ایسے جملے میں جیسے "کل ہم تمھارے یہاں گئے تھے" 'تمھارے' کے بعد 'کے' بڑھا دیتے ہیں - کہتے ہیں "کل ہم تمھارے کے یہاں گئے تھے" - میرے' تیرے' اُس کے وغیرہ کے بعد بھی ایسا ھی کرتے ہیں' بعض 'یہاں' بروزن 'جہاں' کو 'فاں' کے وزن پر بولتے ہیں اور 'ہ' کو الف کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں [یہاں' وھاں' یا' یاں' واں] - بعضے تانیث میں ایک 'ن' بڑھا دیتے ہیں اور حلال خوری کی جگہ حلال خورنی بولتے ہیں - لفظ حلال خور اگرچہ اصل میں غلط ہے لیکن چونکہ ہندوستان میں کثیر الاستعمال ہے اس لئے اردو میں صحیح ہے - اور یہ کرتے ہیں کہ سبزی فروش کے لیے 'کبڑیا' اور اس کی تانیث 'کبڑنی' استعمال کرتے ہیں' یہ لفظ اہل اردو نے نہیں سنے سوائے ان کے جو پورب کا سفر کر آئے ہوں' شاہ جہاں آباد میں ان کے بدلے 'کنجڑا' اور 'کنجڑن' کہتے ہیں - طرفہ یہ کہ

بعضے پورب والے جو کبڑیا اور کبڑنی نہیں بولتے وہ بھی بہ تقاضائے اصل 'کنجڑن' کو 'کنجڑنی' بولتے ھیں - وھاں بڑ کے درخت کو برگد کہتے ھیں، آک کے پودے کو مدار کہتے ھیں اور 'لو' [ لینا کا امر جمع ] کو 'لے' بولتے ھیں جو امر واحد ھے - 'لو' اصل میں حسن کلام کی طور پر مستعمل ھے اور اول کلام میں جو یہ آتا ھے تو اس کے اصلی معنی مقصود نہیں ہوتے - شاہ جہان آباد میں کہینگے :- "لویار چاندنی چوک تک ہوآئیں"- پورب میں کہینگے :- "لے یار چلو چاندنی چوک کی سیر کریں" - چھت کی 'کڑی' کو وہ لوگ 'دھنّی' کہتے ھیں ' نَرسَل' کو 'نرکُل' 'دَھنا' (دست راست) کو 'داہنیاں' یا 'داھنا' 'رسولی' کو 'بتوری' بولتے ھیں' 'ددھیال' اور 'ننھیال' میں حرف اول کے بعد ایک الف بڑھا دیتے ھیں - ایسے ھی اور لفظ ان کی زبان پر جاری ھیں جو دلی والوں نے کبھی نہیں سنے - اور مقاموں کے لوگوں نے بڑی کوششوں سے اپنے روز مرہ کو اھل دھلی کی صحبت میں صحیح کیا لیکن اب و لہجہ سے مجبور ھیں، زبان کھولی اور پہچانے گئے - یہ بھی یاد رکھنا چاھئے کہ [گو] اھل شاجہان آباد گفتگو کرتے وقت پورب کی زبان کے ایک دو لفظ[بول جائیں اور گو] پوربی

جو پوری گفتگو اردو کے روز مرہ کے موافق کرے اور اپنے ملک کا ایک لفظ بھی اس میں داخل نہ کرے تاہم لب و لہجہ سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ شاہ جہان آبادی ہے اور یہ پوربی —

اُردو کے اجزائے ترکیبی

'اُردو' زبان کئی زبانوں سے مل کر بنی ہے' جیسے 'عربی' 'فارسی' 'ترکی' 'پنجابی' 'پوربی' اور 'برجی' وغیرہ۔ اس کی مدلل مثال یہ عبارت ہے:-

" والدہ بالعہ تمام شب باجی جان یہی کہتی تھیں کہ مجھے چھوتے بھائی پر بہت تھہا آتا ہے کہ ناحق ناحق تگّاجی کو ساتھ لےکر پایندہ بیگ کھتّے کے گھر دوڑ دوڑ کے جاتا ہے" ایسا نہ ہو کہ اس جھلّے کی دوستی میں اپنا سر کتوادے' میں نے کہا آپ کاہے کو کُڑھتی ہیں اُس لڑکے کا اللہ بیلی ہے' پایندہ بیگ کیا ہے" -

اور اِس کہاوت میں " بگلا مارے پنکھہ ہاتھ " [ بے سود کام کی نسبت کہتے ہیں ] -

اوپر کی عبارت میں 'واللہ باللہ' عربی ہے' 'تمام شب' فارسی ہے' 'باجی' جو بہن کے لیے آتا ہے ترکی ہے - 'کھتّا' بمعنی چھپر' بایاں' ہے تو 'پنجابی' لیکن اردو میں

یہ لفظ اکیلا ہی استعمال ہوتا ہے جب کہ آدمی محذوف ہے 'اُردو' میں یہ لفظ موصوف کے ساتھہ صفت ہوکر نہیں آتا - اسی طرح 'چھلّا' کم عقل اور زبان دراز کو کہتے ہیں جو احمق ہوکر اپنے کو عقلمند سمجھے مگر اس کی طبیعت میں بدی نہو - بیلی بمعنی نگہبان بھی پنجابی ہے '' تکّا' دایہ کے شوہر کو کہتے ہیں یہ ترکی لفظ 'اتکہ' سے بگڑا ہوا ہے - 'کاھے کو' جس کے معنی ہیں کیوں' کس واسطے' یہ برج کی بولی ہے' اردو میں 'کو' کی ایزادی سے تصرف کیا گیا ' اب اُردو ہو گیا ' برج والے کہتے ہیں " کاھے رے بھیا " - ' کاھے کو ' کی جگہ کس واسطے ' کس لئے ' یا کیوں ؟ بھی مستعمل ہیں- جو اس سے زیادہ فصیح ہیں - اوپر کی کہاوت میں ' پنکھہ' بمعنی 'پر' اُردو نہیں ' پوربی ہے -

**لہجے اور تلفظ کا امتیازی اختلاف**

کبھی تلفظ یعنی حروف کے حرکات دھلوی اور بیرونی ہونے پر دلالت کرتے ہیں- مثلاً اہل دھلی شاہ جہاں پور بولتے ہوئے 'پور' کو خور (آفتاب) کے وزن پر ادا کریگا ' پورب والا اسے ' نور' کے وزن پر بولیگا - اسی طرح ' مہان ' جو لکھنؤ کے قریب ایک قصبے کا نام ہے 'گمان' کے وزن پر ادا کریگا نہ کہ ' طوفان ' کے وزن پر- ' رُدولی جو شیخ عبدالحق صاحب

کا مدفن ہے دھلی والوں کی زبان پر بہ ذنحہ را ہے - یہاں دھلی والوں یا دھلویوں سے مراد ہے وہ لوگ جن کے ماں باپ کا وطن دھلی تھا مگر وہ پورب میں پیدا ہوے، کیونکہ دھلی والوں نے تو ان مقاموں کے نام بھی نہ سنے تھے جب تک کہ وہ لکھنؤ نہ آے - 'طفولیت' کا ترجمہ اھل پورب 'لڑکئی' کرتے ھیں دھلی کے فصحا لڑکپن کہتے ھیں مگر طالب علم لڑکائی اور اھل مغلپورہ لڑکا پن کہتے سنے گئے --

—— * ——

## دوسری فصل

## اُردو کے حروف تہجی

— * —

**تعداد حروف** چونکہ اُردو کئی زبانوں کا عطر ھے اس لئے اس کے حروف تہجی کی تعداد زیادہ ھے فصحا اور محققوں کے نزدیک یہ تعداد پچاسی (٨٥) ھے، عوام اور تحقیق سے بےواسطہ لوگ پچانوے (٩٥) قرار دیتے ھیں، چار حرف مشکوک ھیں یعنی 'دال' اور 'خ' جو 'نون' کے ساتھہ مل کر آواز دے اور 'سین' جو 'ی' کے ساتھہ مل کر بولا جاے اور 'جیم' جو 'ہ' کے ساتھہ مل کر آواز دے' اسی طرح 'چ' جو 'ہ' یا 'نون' کے ساتھہ مل کر بولی

جائے- چھ حرف اور بحث طلب هیں اور وہ یہ هیں' 'ز' اور 'شین' جب 'نون' کے ساتھ مخلوط هو جائیں' 'پ' اور 'الف' جب 'واو' سے متحد هوں' 'کاف' جب 'واو' اور 'نون' میں مخلوط هو جاے' اور 'میم' 'ی' اور 'نون' کے ساتھ مل جائے —

عربی' فارسی' ترکی کے حروف تہجی

بخلاف اس کے 'عربی' میں کُل اٹھائیس اور 'فارسی' میں چوبیس حرف هیں-

اس کی تفصیل یہ هے کہ جب اٹھائیس حروف تہجی میں سے یہ آٹھ حرف جو فارسی میں نہیں آتے نکال دئے گئے یعنی 'ث' 'ح' 'ص' 'ط' 'ظ' 'ع' 'ق' تو بیس باقی رهے' ان میں وہ چار حرف ایزاد کئے جو عربی میں نہیں آتے یعنی 'پ' 'چ' 'ژ' 'گ' - تو یہ تعداد چوبیس هوجاتی هے - اسی طرح اُردو کے حروف تہجی کی تعداد 'ترکی' زبان سے بھی اختلاف رکھتی هے' اس زبان میں تئیس حروف پاے جاتے هیں- یعنی فارسی کے حروف تہجی میں سے 'ذ' 'ژ' نکال دئے اور 'قاف' بڑھا دیا -

اردو حروف تہجی کی تفصیل

حاصل کلام یہ کہ اُردو حروف تہجی کی تفصیل اس نہج پر هے کہ اٹھائیس حروف 'عربی' کے اور چار وہ جو فارسی سے مخصوص هیں' اور هندی کے 'ٹ' 'ڈ' 'ڑ' - ان کے

علاوہ سترہ حرف وہ ہیں جو 'نون' کے ساتھ مل کر ایک آواز دیتے اور ایک حرف ہوجاتے ہیں - اور وہ حروف یہ ہیں 'الف' 'ب' 'پ' 'ت' 'ٹ' 'ج' 'چ' 'خ' 'د' (یہ دونوں حرف مشکوک ہیں) 'ڈ' 'ر' 'س' 'ک' 'گ' 'ل' 'م' 'ن' 'ہ' - اب وہ حرف ہیں جو ہاے ہوز کے ساتھ مخلوط ہو کر آواز دیتے ہیں اور وہ یہ ہیں :- 'ب' 'پ' 'ت' 'ٹ' 'ر' 'ڑ' 'د' 'ڈ' 'ک' 'گ' 'ل' 'م' 'ن' 'و' 'ی' 'ج' 'چ' - گیارہ حرف اور ہیں جو 'ی' کے ساتھ مخلوط ہوکر بولے جاتے ہیں - یعنی 'ب' 'پ' 'ک' 'گ' 'دھ' 'ڈھ' 'ج' 'چ' 'س' 'ش' 'ن' - آٹھ حرف وہ ہیں جو 'ہ' 'ن' کے ساتھ مل کر آواز دیتے ہیں - یعنی 'ک' 'گ' 'ب' 'پ' 'ج' 'چ' 'د' 'ڈ' - اور دو حروف وہ ہیں جو 'واؤ' کے ساتھ مخلوط ہوتے ہیں یعنی 'الف' اور 'ب' - لیکن یہ دونوں بحث طلب ہیں جس کا ذکر مناسب موقع پر کیا جاے گا - اور حروف بھی اسی قبیل سے ہیں کہ بعض لفظوں کی کتابت میں آجاتے ہیں - لیکن اصل میں ان کو حروف تہجی کی حیثیت حاصل نہیں ' جیسے 'س' 'ی' کے ساتھ مخلوط ہو کر ' یہ بعض بازاریوں کی زبان میں آتا ہے ایسے اور بھی حروف ہیں جیسے 'ادوا' جو ایک بازاری عورت

کا نام ہے اور بخشی علیٰ ھذا القیاس - 'تنو' 'پسیا' وغیرہ جو سازندوں کے نام ہیں' اور 'جھیا' 'حسینی' 'خانمی' 'چاندنی' 'دامڑی' ذاکر علی (سارنگیا)' اور 'راحت' 'زاہد علی (راحت کا بیٹا)' 'سندری' 'شکرو' 'صاحب بخش' 'ضابط علی (سازندہ)' 'طاہر علی (ضابط کا بھائی)' 'ظہورن' 'عزت' 'غریبنی' 'فرخندہ' 'قطبو' 'کریمن' 'گنا' 'لاڈو' 'مہتاب' 'نورن' 'وزیرن' 'ہینگو' 'پارو (کنچن کا نام) - یہ کسبی مردوں اور عورتوں کے نام اردو سمجھنے چاہئیں - حروف مذکورہ ان ناموں کے سوا اور لفظوں میں بھی بہت آتے ہیں- مختصر یہ کہ ان ناموں میں عربی اور فارسی کے تمام حروف تہجی سوائے 'ژ' کے آگئے ہیں- یہاں تک عربی اور فارسی کی مجموعی تعداد بتیس بنتی ہے - حرف 'ڈ' کی مثال میں ڈولی کو لیجئے جو ایک زنانی سواری ہے - 'ٹ' کی مثال 'ٹانٹھی (موٹی تازی عورت) - 'ڑ' کی مثال 'پیڑ' یعنی درخت اور 'کڑوا' یعنی تلخ —

| نون سے مخلوط حروف | جیسا کہ بتایا گیا یہ سترہ ہیں' مثال :- 'انگرکھا' (لباس کی چیز)' |
| --- | --- |

'بندوڑ' بمعنی کنجوس' کم قدر' 'پلڈول' (ایک قسم کی مٹی)'

'تندور' (عوام تنور کی جگہہ بولتے ھیں)' 'تنگڑی' بمعنی ساق ' 'جنگلا ' (ایک راگنی کا نام)' 'چلنگر' مشہور خنجر جسے نون مختفی کے ساتھہ مرثیہ گو اکثر استعمال کرتے ھیں ' حتی کہ 'مرزا رفیع سودا ' نے بھی ایک مرثیہ میں خنجر کو چنبر کے وزن پر باندھا ھے ' اس مرثیے کے چہرے کے بند کے پہلے دو مصرعے یہ ھیں -

نہیں ھلال فلک پر مہ محرم کا
چڑھا ھے چرخ پہ تیغا مصیبت و غم کا *

اگرچہ فصیحوں کا یہ لہجہ نہیں اور عوام بھی اس طرح استعمال نہیں کرتے لیکن مرزا رفیع کی سند سے 'خ' کی مثال یونہی دیدی گئی اسے اردو نہ سمجھا جاے - 'دنتیلی' ھاتھی کے چھوٹے دانتوں سے مراد ھے یہ لفظ اردو

* سید انشا نے صرف پتا دیدیا اصل شعر نہیں دیا وہ یہ ھے ' یہ مرثیہ مربع ھے جس کا اُس زمانہ میں رواج تھا - وہ بند یہ ھے :-

'خنجر' سن اس کو گلے شہ کے لگ لہو رویا
غبار تن پہ جو تھا اپنے اشک سے دھویا
شہ اس سے مل کے فراغت سے اس طرح سویا
کہ تا ابد نہ کھلے پردہ چشم پرھم کا

یہاں 'خنجر' کے نون کی وہ آواز ھے جو جھنجیرا میں ھے - جھنجیرا ایک دیسی ریاست کا نام ھے جو احاطہ بمبئی میں ھے - اصل میں نون کا اعلان چاھیے تھا - (مترجم) -

میں نہیں آیا نہ سنا گیا - اسے اردو میں داخل نہ سمجھا جاے - 'تنز' (نون مخفی کے ساتھہ) بمعنی وزش ' اس کو بعض فصحا 'تنک' بھی بولتے ہیں - 'رنگیلا' (جسن پرست، خوش اختلاط) ' 'سنگار' (آرایش) 'کندلا' (چاندی پر سونا چڑھانا) ' 'گندورا' (شکر کی موٹی روٹی) ' لنڈورا (دم کٹا پرند) ' 'منگیتر' (کنواری لڑکی جس کی منگنی کسی کے ساتھہ ہوچکی ہو) ' ننگیا لینا (زبردستی کسی کے کپڑے اتروا لینا) ' 'ھنڈولا' (یعنی پالنا ' گہوارہ) -

| 'ہ' سے مخلوط حروف | ان کی مثالیں یہ ہیں ' بھاگنا ' پھٹنا ' تھوڑا ' تھنڈا ' تھرھا ' پڑھا ' جھوٹا ' چھوٹا ' |
|---|---|

چھل ' دھوم ' ڈھال ' کھال ' گھوڑا ' ملھو (تین بھٹوں میں بیچ کا بیٹا) ' تمھارا گھر - یہاں تک مثالیں 'ب' 'پ' ' 'ت' ' 'ٹ' ' 'ر' ' 'ڑ' ' 'ج' ' 'چ' ' 'د' ' 'ڈ' ' 'ک' ' 'گ' ' 'ل' اور 'م' 'کے' 'ہ' کے ساتھہ مختلط ہونے کی آئیں - نون کی مثال 'ننھا' (چھوٹا) ' 'واؤ' اور 'ی' کے اختلاط کی مثال ہے 'یہاں' اور 'وھاں' * -

| اور آٹھہ حرف جو 'ہ' اور 'ن' سے مخلوط ہوتے ہیں | جیسے کھنڈانا (بکھیرنا) ' گھنگرو ' پھنڈلانا (دھوکا دینا) ' پھندنا ' |
|---|---|

* یہاں اور وھاں کا جلد ھی یاں اور واں بروزن جاں بن گیا تھا - یہاں اور وھاں کے یہ مخفف اب متروک سمجھے جاتے ہیں - (مترجم)

جھلدولا (جس بچے کے سر پر پیٹ کے بال ہوں)، ڈھلکانا (براتیوں سے دلہن کے جانبداروں کی تکرار روپیہ کی نسبت دروازہ کھولنے کے وقت)، ڈھلدورا، چھنگلیا (ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی) یہ لفظ پورب کے قدیم باشندوں کی زبان سے بھی سننے میں آتا ہے، اس میں کچھہ جاے تامل ہے -

**'ی' کے ساتھہ مخلوط ہونے والے حروف** | یہ گیارہ حروف ہیں جیسے بیوتانا (جسم کے مطابق کپڑا قطع کرانا)، پیوسی (گاے وغیرہ جانوروں کا دودہ بچہ دینے کے عین بعد)، کیا (حرف استفہام)، گیارہ، دھیان، جیوڑا (جان)، چیونٹی، ڈیوڑھی، نیولا (بعض 'ی' کا اعلان کرتے ہیں)، شہوداس (عوام س مہملہ سے بول دیتے ہیں) یہ لفظ چونکہ شاہجہان آباد میں مسلمان اہل حرفہ مثل سبزی فروش، نیچہ بند وغیرہ کی زبان پر بھی رواں ہے اس لئے اردو میں داخل کیا گیا، اس کا حال 'خنجر' کا سا ہے جیسے فصحا 'لشکر' کے وزن پر ادا کرتے ہیں - اور جو شخص ان دو لفظوں سے پرہیز کرے وہ اردو دانوں کے محکمے میں ماخوذ نہیں ہوگا - پچاسی حرف اردو کے تہجی کے کیا تھوڑے ہیں -

— * —

# باب دوم

— • —

## دهلی کے مختلف فرقوں اور محلوں کی زبان

### پہلی فصل

### مختلف فرقوں کی زبان

— * —

**بعضے هندو فرقے اور ان کی زبان**

تمیزداروں سے یه بات چهپی نہیں هے که بول چال اور کهانے پہننے کا سلیقه هندؤں نے مسلمانوں سے سیکها هے، ان کا قول و فعل کسی مقام پر معتبر نہیں هوسکتا - یه لوگ جو شاه جهان آباد میں رهتے هیں دو گروهوں پر منقسم هیں یعنی بعضوں کو

مسلمانوں کی صحبت ملی اور بعضوں کو نہیں۔ یہ لوگ الفاظ 'دیا' اور 'کرپا' بمعنی مہربانی اور رچھا (بالکسر) بمعنی نگہبانی اور 'گراس' نوالہ کی جگہہ بولتے ہیں لیکن یہ اُن لوگوں سے مخصوص ہے جن کی اصل پنجاب سے ہے- اور 'چاچا' (باپ کا چھوٹا بھائی) 'تایا' (باپ کا بڑا بھائی)' 'ماما' (ماں کا بھائی)' 'مامی' (ماں کے بھائی کی بیوی)' 'ماسی' (ماں کی بہن)' 'پھوا' (باپ کی بہن)' 'جیجا' (بہنوئی)' دھا (دایہ)' دھادرا (دایہ کا شوہر) بولتے ہیں- اور پکے ہوے گوشت کی تمام اقسام کو 'قلیہ' کہتے ہیں- کھانا نکالنے کو 'پروسنا' اور گاؤ مادہ کو 'گئو' بولتے ہیں- اور مسکین آدمی کو بے 'زبان' 'آزار کو 'ھتھیا' و زاھد کو 'بھگت' زرگر کو 'سنارا' 'نکلا' کی جگہ 'نکسا' بولتے ہیں' علیٰ ہذالقیاس - دوسرا فرقہ بازار کو 'بزار' اور 'بجار' یا دزن [بادکش] کو پنکھا کہتے ہیں- باپ کو لالا کہتے ہیں- ان کا معمول یہ نہیں کہ بیٹا صبح باپ کو سلام کرے یا گفتگو کے وقت اس کی تعظیم کا لحاظ رکھے بلکہ مکالمے کے وقت ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جس سے وہ بات کر رہا ہے وہ کوئی ذلیل نوکر ہے - یہ لوگ دیوار کو

کلدھ بولتے ھیں - یہ الفاظ ان لوگوں کی زبان کے ھیں جن کی اصل پنجاب سے ھے یعنی لاھور، امن آباد [ ایمن آباد ] ، کلانور، پتھالہ، سودھرا، پر سرور [ پسرور ]، راھوں، نکودر، کادی، باچھیاں، بھلوّال اور کپور تھلہ سے آے ھیں - خاص کر کپڑے کے دلال اپنے ھی نام کو بلا تشدید بولتے ھیں اور دستار کو 'پگ' کہتے ھیں - اور جب یہ آپس میں لڑتے ھیں تو اپنی پگڑی اُتار کر بغل میں مار لیتے ھیں اور دھائی دینے لگتے ھیں، اور اپنے زعم میں مقابل کو ڈراتے ھیں - اور شاہ جہاں آباد کے شریفوں پر ظاھر کرتے ھیں کہ مغل بچوں کی مائیں ھر صبح اپنے لڑکوں کو یہ نصیحت کرتی ھیں کہ بیٹا تم جس سے چاھو لڑو لیکن دلال بچوں کے ساتھہ ٹھیک ٹھیک رھنا کہ وہ بد بلا ھیں - اس فرقے کا روز مرہ ھندی میں ایسا ھے جیسا خراسان والوں کا فارسی میں —

### چُنیامل دلال کی زبان

چُنیامل ایک دلال تھا وہ شاہ جہاں آباد سے فیض آباد گیا - وھاں پہنچنے کے دوسرے دن وہ خوشحال راے جوھری سے ملنے گیا - اِس نے اُس کو دلال کا لڑکا جان کر حلوے اور کچوری پوری سے تواضع کی، اور چلتے وقت اُسے چار پیسے بازار کی سیر کے لئے دیے - چُنیامل

جب شاہ جہاں آباد واپس آیا تو اُسے یاروں نے گھیر لیا اور خوشحال راے کا حال دریافت کرنے لگے - چلیامل اپنی گردن یکایک اوپر کو تان کر اس طرح گرم سخن ہوا :-

" گُھسالی جوھری کی پھیجی باد (فیض آباد) میں ایسی بنی کہ ایسی کسی کی نہ بنی ہو ، ڈوڈھی ڈوڈھی پر خپریل وچ خپریل دے سدارے دی ھت ڈھری کے اندر بھی کدوا ، کنوے کے منھہ اوپر وڈا لکڑا ، ھور شدی ( سدی ) بھی ایسا کہ ایسا کوئی بھی نہ ھوگا - مجھے دیکھتے ھی باگ باگ ( باغ باغ ) ھوگیا ، ھور ڈِسی گھڑی چھ پیسے آدمی کو دیے کہ چلیامل کے واسطے پوریاں ھور موھن بھوگ تو جاکے لاو ، اور اُس کے آؤتے آؤتے تاکر دھیلے کی کاجراں ھور دھیلے کا چتّا گڑ لے کے دیا کہ جب تک وہ آؤتا رھے اس کے آؤتے توڑی منھہ تو جھٹالو رب چلگا چوکری تاں اُس نے بھی تو غرما غرم لوچیاں ھور کچھوریاں ھور موھن بھوگ ڈھیر سا لاؤ کے میرے آگے رکھہ دیا ،

میں نے کہا کے کرولی کرکے کہا کہ میں
ھلّز [اب] جاتا ھوں ' سن کے بچارے نے
چار پیسے کھیسے میں سے کڈھ کے دئے کہ اسدا
کچھہ بجار سے لے کے منہہ وچ ڈال دے جانا۔"

اس عبارت کی شرح یہ ھے کہ قایل نے ترخیم کے قاعدے سے خوش حال رائے کو خوش حالی کہا لیکن بوجہ بیعلمی کے صحت تلفظ پر قادر نہ تھا ' کُیسالی ' کہہ گیا ' فیض آباد کو بگاڑ کر پھیپج آباد [ بلکہ پھیجی باد ] کہہ گیا ' یہ زبان شہر کے عوام اور اکثر جاھلوں کی ھے لیکن دلال لوگ الف کو یائے مجھول سے امالہ کے قاعدے کی طرح بدل دیتے ھیں - ڈوڈھی یعنی ڈیوڑھی - کھپریل کے بدلے کھپریل کہا گیا جیسا کہ پورب اور دوسرے جنوبی قصبوں میں رواج ھے ' وچ ( واؤ مکسور اوو جیم فارسی مشدد ) کے معنی درمیان - کنوان ( ھمزہ یعنی واؤ کی تشدید کے ساتھہ ) - اوپّر ( پ کی تشدید کے ساتھہ ) ' وڈّا ( ڈمشدد ) ' بڑا ' کے معنی میں ' لکّڑا ( کاف مشدد ) بڑی لکڑی ' ھور ( واؤ مجھول ) معنی اور ' دوسرا ' شڈی بجائے سنڈی ' چھے ( یائے مجھول ) چھہ ' تاکر * ( تک ) ' گاجراں یعنی گاجریں ' چتّا

* پنجابی میں تیکر بولتے ھیں ( یائے معروف کے ساتھہ ) - ( مترجم )

بمعنی سفید ، ' لگ ' بمعنی تک - ' توڑی مرادف لگ ' ( وقت اور مکان کی انتہا ) - ' جھٹاو ' یعنی ناشتہ کرلو - ' چنگا ' بمعنی اچھا ، خوب - ' تاں ' بمعنی تو ' نہ تو - ' غرما غرم ' بمعنی گرما گرم - ڈھیر سا ' بمعنی مانند انبار [ بہت ] - ' آگے ' [ سامنے ] - ' رکیھ دیا ' چن دیا - ' کُروای ' [ کُلی ] ' منہہ صاف کرنے کے لئے پانی منہہ میں لے کر بھرانا اور پھر پھینک دینا - ' ھن ' اصل میں ھنّ تھا ' معنی اب - ' کڈھ کے ' معنی نکال کر - دا ' کا کے بدلے کہا گیا - دی بجاے کی ' جیسے فلانے کا بیٹا ' اور فلانے کی بیٹی کی جگہ پنجابی کہتے ھیں فلانے دا بیٹا اور فلانے دی بیٹی - ' ڈال دے جانا ' بجاے ڈالتے جانا —

دلالوں کے لہجے میں جانا کا جانڑا بن جاتا ھے - یہ لوگ زنگارکو ' زنگال ' اور ' جنگال ' اور ' زنگار ' بھی بولتے ھیں ' تینوں صورتوں میں حرف اول نون کے ساتھہ ایک ھوکر لفظ کو چہار کا وزن دیتا ھے - ' شنگرف ' کو بھی جس کا یہی وزن ھے شلنگرف ( راے منتوح ) مسطر کے وزن پر بولتے ھیں - پس اس فرقے کے تلفظ کے مطابق ھندی

* اردو میں چنگا اور چنّا بطور توابع مستعمل ھیں ' جیسے گورا چنّا آدمی ' اب وہ بھلا چنگا ھے - پنجابی کی طرح الگ نہیں بولے جاتے - ( مترجم )

زبان کے حروف اتھاسی ہوے ' اگرچہ یہ لوگ پنجابی الاصل ہیں اور ان کی زبان غیر معتبر ہے لیکن چونکہ شہر کے بعضے ان پڑھ لوگ بھی یہ الفاظ ان کی زبان سے سنتے ہیں اور وہی حروف اور حرکات استعمال کرتے ہیں اور ان کی زبان اور پہلو سے درست ہے اس واسطے ان کو اردو میں داخل کرسکتے ہیں بخلاف ان لفظوں کے جو چنہامل کے قول میں مذکور ہوے - جو شخص ان دونوں الفاظ یعنی 'زنگار' بروزن جیار اور 'شنگرت' بروزن مسطر سے منکر ہے اس نے اپنی اردو کی درستی کے باوجود شاہ جہان آباد نہیں دیکھا ہے وہاں پیدا ہونے کا تو ذکر ہی کیا - کیونکہ دوسرے شہر میں اپنے والدین اور دوسرے ہم شہروں کے اچھے سے اردو سیکھہ لینی آسان ہے —

کھیلوں کے نام اور فقرے

لیکن بعضے الفاظ اور کھیل ایسے ہیں جو ایک شخص کے شہر شاہ جہان آباد میں پیدا ہونے کے ساتھہ خصوصیت رکھتے ہیں جیسے :- ' چندول گدا گر بول ' ( ایک کھیل کا نام ) '' کاتھہ کٹوّل بانسلی بینبیری میرا نانؤ ' - ' کالی پیلی تلو ' ( واؤ مجہول ) ' تلو اس سیدھے خط کو کہتے ہیں جو قلم یا انگلی وغیرہ سے دیوار پر کھینچیں

'چدّر چھپوّل' یہ کھیل ہندوستان میں ولایت سے * آیا ہے' فارسی میں اس کا اور نام ہے - گھور گھوڑے چڑھے لڑکے (ہر سہ یاے مجہول)- مونگ چنا دُکدو ئی دو' (جوان آدمی چھوٹے بچوں سے یہ کھیل کھیلتے ہیں)- چھلاّ چھپوّل' یہ کھیل بھی ولایت سے آیا جسے فارسی میں " انگشتری بازی " کہتے ہیں - اس کا رواج اور شہروں میں بھی ہے' لیکن وہاں یہ کھیل شاہ جہان آباد ہی سے پہنچا ہے' اس لئے کہ خوش باش لوگوں کے بزرگ شاہ جہان آباد یا ولایت یا حضرت کشمیر سے آے ہیں - ان تینوں صورتوں میں اردو کی صحت ثابت ہے لیکن بعضی چیزوں کی انہیں خبر نہیں ' جو لوگ شاہ جہان آباد میں پیدا ہوے ان کی نسبت تامّل کا موقع نہیں -

**مغلوں کی اولاد**

ایک مغل یا تو ایک ہندوستانی عورت کرے گا یا کسی لونڈی کو گھر ڈال لے گا' اور وہ اپنے ہم کُفوؤں میں رہے گا - اس صورت میں جب لڑکا پیدا ہوگا تو دایہ بھی مغلانی یا سیدانی ہوگی' پس جس وقت بچہ بولنے لگے گا تو دایہ کو 'انّا' اور ماں کو 'اماجان' اور بہن کو 'باجی صاحب' یا 'باجی جان' یا 'آپا جان'

* مصنف کے زمانے میں ولایت سے مراد ایران تھی ' اب ولایت کا مفہوم انگلستان یا یورپ ہے - (مترجم)

کھے گا - اور یونہی رفتہ رفتہ اچھی طرح زبان سیکھے گا -
خواجہ محمد لیث کشمیری بھی مجبور ہے کہ اس کا نکاح
میر محمد مقیم کی بیٹی سے ہوا جو دھلی کی رھنے والی ھے
اور جو لڑکا اس سے ھوگا اس کی وجاھت شبہ سے مبرا
ھے [ اردو کی صحت کے اعتبار سے ] -

| کشمیریوں اور پوربیوں کی اردو | اور اسی طرح کشمیر کے گورے پن اور هندوستان کے سانولے پن نے |
|---|---|

مل جل کر ایک عجیب رنگ پیدا کیا ھے کہ خدا کی
پناہ! کونسے فتنے تھے جو اس 'زانگلو' حسن نے نہیں اٹھائے-
'زانگلو' اس لڑکے یا لڑکی کو کہتے ھیں جس کا باپ کشمیر
کی اور ماں دھلی کی پیدائش ھو- ان باتوں کو پورب
کے آدمی نہیں جانتے اور یہ پورب میں پیدا ھونے کے
باوجود پوربی نہیں ھے - باوجود یکہ 'آنکھ مچول' کا رواج
لکھنؤ میں بہت ھے لیکن ابھی تک پوربیئے 'آنکھ مچولا'
ھی بولتے ھیں اور 'آنکھ میچنا' کوکہ شاہ جہان آباد اور
لکھنؤ دونوں شہروں میں آنکھ بند کرنا معنی رکھتا ھے
'آنکھ موچنا' کہتے ھیں- حاصل کلام یہ کہ شاہ جہان آباد کے
دلال ان تمام خرابیوں کے باوجود اور شہروں کے ھندووں
بلکہ مسلمانوں سے بھی زیادہ فصیح ھیں - ان کے لہجے
سے شاہ جہان آباد کی بود و باش ٹپکتی ھے-

**مسلمانوں کی زبان**

اس طول کلام کا مطلب یہ ہے کہ محاورۂ اردو سے اہل اسلام کی زبان مراد ہے - لیکن اس صفت میں بھی بہت اختلاف ہے - سارے شہر کی زبان کو فصیح نہیں کہہ سکتے - لیکن یہ ضرور ہے کہ وہاں کے بازاری بھی بول چال میں مقابلتاً اور شہروں کے شریفوں اور ثقات سے بہتر ہیں —

**مغلپورہ والوں کی زبان**

اور جس شخص نے شاہ جہان آباد میں فصاحت کا مذاق حاصل کیا ہے اس پر چھپا ہوا نہیں ہے کہ مغل پورہ جو شاہ جہان آباد کے بڑے محلوں میں سے ہے وہاں رہنے والوں کی زبان اردو کے روز مرہ اور پنجاب کے روز مرہ سے گڈ مڈ ہے - چنانچہ لفظ 'پنجاب' ہی کو دیکھئے اس لفظ کے بولنے میں نون کو 'پ' میں غایب کردیتے ہیں [ یعنی 'نقاب' کے وزن پر بول جاتے ہیں بجائے اس کے کہ 'ھنگام' کے وزن پر بولتے جو صحیح تلفظ ہے ]- یہ لوگ 'لاھور' کو 'لہور' بولتے ہیں اور 'قطعہ' اگرچہ لغت میں بالکسر ہے لیکن اردو کے خلاف وہ لوگ قَطعہ نہیں قِطعہ ہی بولتے ہیں - 'قبل' کو قِبل بکسر قاف ادا کرتے ہیں - اور بعضے پنجاب کے ہندوؤں کی طرح ہر لفظ کو جس میں 'قاف' ہو 'کاف' سے بولتے ہیں جیسے 'قبلہ' کو 'کبلہ' اور 'قطعہ' کو 'کطعہ' .

اور طے کرنا [ یا گزرنا ] کی جگہہ 'لنگھنا' 'ویسا' کے بدلے آوسا ' بولتے ھیں ' اور 'جوگا ' کافی کے معنی میں بولتے ھیں جیسے " میرے جوگا " یعنی میرے لایق- 'گیارہ' کو 'بارھاں' اور 'بیالیس' کو 'ب' کے زیر کے ساتھہ بولتے ھیں [ بیالیس کو 'بتالیس' بھی بولتے ھیں ] ڈونا جو بالفتحہ ھے ڈونا (واؤ مجہول ) کہتے ھیں- اور سبزی فروش یعنی کُنجڑے کو 'ارائیں' کہتے ھیں- چھپ جانا میں 'چ' پر پیش لگاتے ھیں اور مطلق کو مطلُق ( لام پر ضمہ ) کہتے ھیں زبر کی جگہ پیش ان کے ھاں بہت مستعمل ھے - جانور کو کہ اکثر اصحاب بغیر الف کے جنور بولتے ھیں یا 'جناور' بول جاتے ھیں - 'سب نے' کے بدلے "سبھوں نے" 'تلواریں' کی جگہ 'تلواراں' 'اکائیں' کی جگہ 'اکائیاں' "تھیں' کی جگہ 'تھیاں' جیسے اس جملہ میں :- "عورتیں بیٹھی تھیں" کو وہ کہیں گے "عورتاں بیٹھی تھیاں " اور میرے تئیں' تیرے تئیں ' ھمارے تئیں ' تمھارے تئیں ' اُس کے تئیں' اِس کے تئیں' اِن کے تئیں ' اُن کے تئیں' آپ کے تئیں' کے بدلے کہ اردو ھے اور فصحا ان کی بجاے مجھے' تجھے' ھمیں ' تمھیں ' اسے' اُسے' اُنھیں ' اِنھیں ' آپ کو بولتے ھیں مغل پورہ والے بولتے ھیں مجھہ تئیں' تجھہ تئیں' ھم تئیں ' تم تئیں ' اِس تئیں اُس تئیں' اِن تئیں ' اُن تئیں ' آپ تئیں ' اور بجاے

میری طرف، تیری طرف، تمھاری طرف، اِن کی طرف، اُن کی طرف، اِس کی طرف، اُس کی طرف، آپ کی طرف کے مجھہ طرف، تجھہ طرف، ہم طرف، تم طرف، اُن طرف اِس طرف، اُس طرف، آپ طرف بولتے ھیں - اس کے علاوہ کی جو حرف اضافت ھے اسے حذف کر جاتے ھیں جیسے پورب کی طرف کی جگہ پورب طرف، اور دلی کی طرف کی جگہ دلی طرف - اور ھندوؤں کی طرح باپ کے چھوٹے بھائی کو 'چا چا' کہتے ھیں - 'ھر گز' کو 'ھر گس' اور 'تک' کی جگہ 'تلک' بولتے ھیں - 'بندھا ھوا' میں نون کا اعلان کرتے ھیں [اسی طرح 'ھنسنا' میں] —

**پرانی دلی کی خصوصیات**

اور شہر قدیم کے رھنے والے جس کا نام پرانا شہر ھے [پرانی دلی] 'اِدھر' کو 'ایدھر' 'اُدھر' کو 'اودھر' 'کدھر' کو 'کیدھر' کہتے ھیں - اور 'دھیرا' بروزن میلا بمعنی متوقف بولتے ھیں - اور 'پراتھا' کو 'پروتھا' کہتے ھیں - 'اور' (واؤ مجہول) بمعنی طرف اور 'بھچک' کی جگہ 'بھیچک' بمعنی حیران اور 'میڈھہ' بر وزن شیر بجاے 'مِنڈھہ' کے بولتے ھیں - اور تئیں کی جگہ 'تکو ں' 'جانے والا' کی جگہ 'جانے ھارا' بولتے ھیں، یہ لفظ ان کی صحبت سے نئے شہر والے بھی بولتے ھیں * - اور فرماتا ھے، جاتا ھے، کہتا ھے

* نئے شہر والوں نے اس لفظ میں کچھہ تصرف بھی کیا ھے - یعنی وہ جانے ھارا کی جگہ جانہار بولتے ھیں - جیسے ھونہار وغیرہ - (مترجم) —

کی جگہ فرمایندا ھے' جایندا ھے ' کہندا ھے کہتے ھیں بلکہ مضارع
اور حال کے ہر صیغے پر یہی آفت توڑتے ھیں —

**سید انشا کی ملاقات مرزا جان جاناں مظہر سے**

جس زمانے میں کہ راقم اپنے والد مرحوم کے ساتھہ دارالخلافہ [دھلی] میں تھا جناب فیض مآب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ مرزا جان جاناں مظہر تخلص کی فصاحت اور بلاغت کی شہرت بے حد سننے میں آتی تھی - دل اور آنکھہ میں کشمکش ہونے لگی کہ کیوں میرزا صاحب کے دیدار سے محروم رھوں اور ان بزرگ کے کلام معجز نظام میں جو لایزال لذت اور روحانی متھاس ھے اُس سے کیوں باز رکھا جاے - آخر کار میں نے اصلاح بنوائی ' ڈھاکہ کی ململ کا جامہ * پہنا ' سرخ رنگ کا چیرہ سر پر باندھا ' اور کپڑے بھی اسی قبیل سے تھے ' ایک کٹار پٹکے میں اُڑسا - اس ھئیت سے ھاتھی پر سوار ھوکر اُن کی خدمت میں حاضر ھوا - موصوف جامع مسجد کے متصل ایک بالاخانہ پر رھتے تھے جو اُن کے لئے کیول رام بانیہ نے بنوایا تھا - جب میں اوپر پہنچا تو دیکھا کہ جناب ممدوح پیرھن اور سفید ٹوپی پہنے اور کندھوں پر ناسپالی

* ایک پوشاک کا نام ھے جو پہلے دربازی لباس میں شامل تھی - اب اھل ھنود میں ( سرخ رنگ کا ) اکثر نوشہ کو پہناتے ھیں ' انگرکھا جامہ کی ملخص اور اصلاح شدہ شکل ھے ( مترجم ) —

رنگ کے دوپٹے کا سدوسہ بلا کر ڈالے ہوے بیٹھے ھیں - میں نے نہایت ادب سے سلام عرض کیا، بڑی شفقت اور خوش اخلاقی سے جیسا کہ بزرگوں کا دستور ھے سلام کا جواب دیتے ہوے کھڑے ہوگئے اور مجھ نالایق کے سر کو بغل میں لے کر اپنے پہلو میں بٹھالیا - میں نے عرض کیا :-

" ابتدے سن صبا [ لڑکپن ] تا اوایل ریعان [ نوجوانی ] اور اوایل ریعان سے الی الآن [ اب تک ] اشتیاق مالا یطاق تقبیل عتبۂ عالیہ نہ بہ حدے تھا کہ سلک تحریر و تقریر میں منتظم ہوسکے لہذا بے واسطہ و وسیلہ حاضر ہوا ہوں " —

آپ نے ارشاد کیا کہ :-

" اپنے تکوں بھی بدو طفلی سے تمھیں سے اشخاص کے ساتھہ موانست ومجالست رھا کی ھے " -

**عام کشمیریوں کی زبان**

ایک اور محلے میں جہاں زیادہ تر کشمیریوں کی اولاد رھتی ھے اور جن کو شاہ جہان آباد کے فصیح لوگوں کی صحبت نصیب نہیں ہوئی ھے وہاں کے لوگوں میں نون غنہ کے اعلان کا بہت رواج ھے اور وہ مضاف مضاف الیہ میں

'کو' بڑھا دیتے ھیں - یہ ایزادی اردو میں جا و بیجا کرتے ھیں - ضمیر متکلم و حاضر کو مضاف الیہ بنانے کے سوا 'کا' یا 'کی' جیسی کہ جنس کی حالت ہو ملانے کا قاعدہ ھے جیسے 'میرا بیٹا' 'تیرا بیٹا' اور غایب کے لئے 'کا' اور 'کی' جیسے 'زید کا بیٹا' 'عمر کی بیٹی' - مگر یہ لوگ یعنی فرزندان کشمیر 'کا' اور 'کی' کے بدلے 'کو' استعمال کرتے ھیں (واؤ مجہول سے) - بہر حال ایسے مقام میں تو مضاف الیہ کے درمیان ایک رابطہ کی ضرورت ھے لیکن یہ اصحاب جہاں رابطہ کی ضرورت نہ ہو وہاں بھی یہی لفظ [کو] استعمال کر جاتے ھیں - اس کی شہادت میں کاظم جیو سوداگر کے بیٹے میرزا لطف علی کا کلام ھے وہ ایک روز کہتے تھے کہ :-

" کسی کے گھر میں ایک بیٹی ہوتی ھے تو اس کو مارے فکر کے نیند نہیں آتی - مجھہ کو تو تین تین بیٹی ھیں ' کیا کروں ' چار پہر رات مارے اندیشہ کے شیخ سعدی کی گلستان پڑھا کرتا ہوں - بھلا صاحبو جس کو تین بیٹیاں ہوں وہ گلستان پڑھ کے جی نہ بھلاے تو کیا کرے " -

ان کی زبان سے گلستان نون کے اعلان کے ساتھہ

نکلتا تھا اور 'فریاد کرنا' کو 'فریاد کھانا' بولتے تھے یعنی :- " فلانے نے نواب صاحب کے پاس میری فریاد کھائی " - اور لفظ 'فلانے' کو اھل اردو کے خلاف یائی معروف سے بولتے تھے - اس کی وجہ یہ کہ یہ لوگ مذکر کی جگہ یائے مجہول اور مونث کی جگہ یائے معروف بولتے ھیں- مثلاً " فلا نے آدمی نے ھمیں بہت عاجز کیا ھے" - اور " فلانی رنڈی نے بڑا اودھم مچایا ھے "- اور 'کروں گا' کی جگہ جو کہ 'خواھم کرد' کا ترجمہ ھے " چاھتا ھوں کرنا" ' اور چاھوں کا کرنا ' ان لوگوں کی زبان پر ھے - ' نہ ' جو کلمۂ نفی ھے اس کی جگہ ان کی زبان پر 'مت' بہت چڑھا ھوا ھے ' جیسے اس عبارت میں :- " اس کام کو مت کرنا چاھئے " - اور 'میواتی' کی جگہ 'میوایتی' 'ی' کی زیادتی کے ساتھ بولتے ھیں اور 'پہنچا' کو 'پونہچا' کہتے ھیں- قصہ مختصر اس محلے میں فعل ماضی کی جگہ مصدر استعمال کرنے کی بھی ان کی عادت ھے ' " ان سے پانچ روپیہ لیا چاھئے " کے بدلے کہیں گے " ان سے پانچ روپیہ لینا چاھئے " - اور فارسی میں شنیدن کی جگہ فہمیدن اور ھندی میں ' سننا ' کے بدلے ' سمجھنا ' اس جماعت کی زبان ھے - یعنی ' " اگر مرزا رفیع کی غزل کوئی ' سمجھو ' تو میں پڑھوں " -

سادات بارھہ کے محلے کی زبان

جس محلے میں سادات بارھہ رہتے ھیں اور بیاھے گئے ھیں اور دستار فصاحت حاصل کی ھے وھاں بیچاری اردو کے سر پر ھمیشہ بلا نازل ھوتی رھتی ھے - 'کو' جو علامت مفعول ھے اس کے واو کو مجہول سے معروف بدلا دیتے ھیں - یہ لفظ 'کو' واؤ معروف کے ساتھہ 'میرسوز' کی ایک غزل میں ردیف بن کر بیٹھا ھے' لیکن وہ اس میں مجبور تھے کیوں کہ یہی 'کو' فارسی لباس میں 'کہاں' کے معنی بھی دیتا ھے - معلوم یہ ھوتا ھے کہ یہ لفظ واؤ معروف کے ساتھہ اس شہر قدیم کے لوگوں کی زبان ھوگا' لیکن اب چونکہ بیشتر اھل شہر اس لفظ کو واؤ مجہول سے اور باھر والے (بیرونی) واؤ معروف سے بولتے ھیں اس لیے واؤ معروف کے ساتھہ اردو میں داخل نہیں ھو سکتا - یہ بھی شاہ جہان آباد کی سر زمیں کا فیض ھے کہ کلمہ کے آخر سے نون غنہ کا دم چھلّا اڑ گیا ورنہ ان کے [سادات بارھہ کے] پُراتم بزرگ جو اپنے وطن ھی میں رھے 'کو' کو 'کوں' بولتے ھیں - یہ عبارت ملاحظہ ھو :—

"اُس چھورے کوں میں نے کتڑاں (کتنا) کہا کہ مجھہ سوں (سے) نہ بولا کر دونو تانگاں ماں (میں) سر کردوں گا - اب توں

(تک) آپڑے [اپے] اوپر بد نامی نہیں آئی
کہیں بارہے ما [میں] ہمیں بد نام نہ کرنا" -

یہ لوگ 'یہ' (اشارۂ قریب) کی جگہ 'یو' (واؤ مجہول) بولتے ہیں —

**افغانوں کی زبان**

اسی طرح بعضے محلوں میں جہاں دارالخلافہ کے قریب کے قصبوں کے لوگ آکر بس گئے ہیں ان کی اولاد عجیب و غریب الفاظ بولتی ہے - چنانچہ افغانوں کے محلہ میں 'پیارا' کو جس میں 'پ' اور 'ی' کی آوازیں ایک ہوگئی ہیں 'ی' کے اعلان کے ساتھ [اِجارہ کے وزن پر] بولتے ہیں' لفظ 'بیش' جس کے معنی فارسی میں 'زیادہ' ہیں 'اچھے' کے معنی میں استعمال کرتے ہیں* - 'جروا' بمعنی رنڈی 'مَرا' بجاے موا' 'کھٹیا' بجاے چارپائی 'آگی بجاے آگ اور بھنگی بجاے حلال خور بولتے ہیں —

**اور باھر کے آے ہوے لوگ**

اسی طرح اور محلوں کے رہنے والے جلھوں نے اپنے والدین سے زبان سیکھی ہے اور بعضوں کی زبان فرید آباد اُھتک' سونی پت اور میرتھہ کی ہے یہ لوگ اپنی زبان اور اُردو کو گڈ مڈ کردیتے ہیں - ولّلہ کہ ان کی گفتگو بعینہ

* بنگالی بھی اسی معنی میں اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں - (مترجم)

اس جانور کی شبیہہ ہوتی ہے جس کا چہرہ تو انسان کا ہو اور باقی جسم گدھے کا، یا آدھا ہرن اور آدھا کتا ہو۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ حضرات معاش کی تلاش میں جب اور شہروں میں جاتے ہیں تو اپنے کو شاہ جہاں آبادی اعلان کرتے ہیں اور اُن قصبوں کے رہنے والے اِن کے الفاظ کو اپنی اردو دانی کا سرمایہ جان کر اپنے ہمسایوں کو جو اِن حضرات کی صحبت سے مستفید نہیں ہوے گنوار خیال کرتے ہیں، اور جو لفظ ان کے یاد کرلیتے ہیں وہ ہندوستانیوں کی صحبت میں استعمال کرتے ہیں، یا شعروں کے قافیہ میں صرف کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی بے تکلفی سے کہہ اٹھے کہ یہ لفظ تو اُردو نہیں ہے تو وہیں چہرہ بھبکا کر اور آنکھ دکھا کر فرماتے ہیں کہ اہل زبان سے یہی سننے میں آیا ہے۔ فلاں میر صاحب یا فلاں شیخ صاحب جو شاہ جہان آباد کے رہنے والے افصح الفصحا ہیں اسی طرح بولتے ہیں۔ یہی بیچارے شاہ جہان آبادی ہونے کے مدعی نہیں اور لوگ بھی اس مالیخولیا میں گرفتار ہیں۔

**پنجابی آیند و روند** | بعضے پنجابی جو تجارتی مال لے کر لاہور یا سیال کوٹ وغیرہ شہروں سے کبھی کبھی شاہ جہان آباد میں آتے ہیں اور تین چار

یا نہایت چھہ مہینے سے زیادہ یہاں نہیں ٹھہرتے جب اپنے وطن کو واپس جاتے ہیں تو اپنے شہر والوں کو پنجابی اور اپنے آپ کو شاہ جہان آبادی جان کر اُن کی زبان پر حرفگیری کرتے ہیں جیسا کہ کہا ھے: ع - خرس در کوہ بو علی سینا است - اپنے مجمعوں میں بیٹھہ کر کہتے ہیں کہ شاہ جہان آباد میں کوئی بھی یہ لباس نہیں پہنتا نہ یہ لفظ بولتا ھے -

**پوربیے** یہی حال پوربیوں کا ھے - ان میں سے بعضے اصحاب جو نجف علی خاں مرحوم کے زمانے میں شاہ جہان آباد آے کبھی ایک مہینا، کبھی دو مہینے اور کبھی چھہ مہینے تو شہر میں تھیرے اور زیادہ تر اطراف میں یعنی متھرا، ڈیگ [ علاقہ بھرت پور ] اور برج و میوات کے دوسرے قصبوں میں گھومتے رہے اور مدت العمر رہے لکھنؤ یا الہ آباد، سندیلہ اور مانک پور وغیرہ پورب کے قصبوں میں لیکن لکھنؤ میں مل جاتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ اس ملک میں ہم لوگوں کو کوئی نہیں جانتا، یہاں کے باشندے بخلاف شاہ جہان آباد والوں کے سخت بے رحم اور بے مروت ہیں، قسم ھے امیرالمومنین کی کہ جو با مروت ہم نے اپنے شہر میں دیکھے ویسے اور جگھہ نہیں ملے، نہ معلوم اللہ نے کیوں ہمارے

شہر سے ہم کو بدر کردیا اور یہاں پورب میں لا پھینکا، نہ یہاں کسی کی زبان درست ہے، نہ کسی کی بول چال وہاں والوں کی سی [یعنی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ دہلی کے ہیں] - جس وقت کہ یہ پنجابی اور پوربیے ان چند مہینوں کے قیام کے بعد شاہ جہان آبادی بن کر اور اپنا مال باندہ بوندہ کر اپنے رستے لگتے ہیں تو فرقۂ اول جس کی پیدایش اتفاق سے دہلی میں ہوئی اس نے کیا گناہ کیا ہے کہ شاہ جہان آبادی ہونے کا فخر نہ کرے اور اپنے تئیں اُردو داں نہ مشہور کرے - یہ لوگ 'کو' (واؤ معروف) اور 'یہ' کی جگہہ یا تو 'یَہ' (ی مفتوح) بولیں گے یا 'یو' (واؤ مجہول) - بہر حال یہ لوگ پورب والوں سے بہتر ہیں —

**فصاحت کس کا حصہ ہے**

خلاصہ یہ کہ صاحب کمال جانتے ہیں کہ الفاظ مذکور یعنی 'کو' اور 'یو' اور 'یَہ' بعضے مضافات دہلی کی زبان ہے - چونکہ وہاں کے لوگوں کی اولاد نے ماں باپ کی زبان سے یہ لفظ سنے ہیں اس لیے شاہ جہان آباد میں پیدا ہونے کے باوجود وہ اپنے والدین کی زبان اور شاہ جہان آباد کی زبان میں تمیز نہیں کرسکتے - چونکہ دارالخلافہ کا قرب ان مقامات کے باشندوں کی اردو کی صحت پر دلالت نہیں کرتا

اس لیے شاہ جہان آبادیوں کے لیکھے وہ بمنزلہ دھاتیوں کے ھیں —

لہذا ثابت ھوا کہ دھلی میں بھی فصاحت اور بلاغت ھر کسی کا حصہ نہیں، بلکہ معدود اشخاص پر منحصر ھے، راقم کی تحقیق یہ ھے کہ ھر محلے میں ایک نہ ایک فصیح موجود ھے، بعضی جگھہ دو اور بعضی جگھہ تین اور بعضی جگھہ چار اور اسی طرح سے فصیح رھتے ھیں، شاید کوئی محلہ اهل فصاحت سے خالی ھو' لیکن اکثر ایسا ھی ھے - پس قرار داد اکثر پر قایم کی کی جاتی ھے اقل پر نہیں -

**فصیحوں کے مجمعے**

لیکن وہ مقامات جہاں فصیحوں کا مجمع ھے یہ ھیں:- قلعۂ مبارک بادشاھی' اور دو محلے اور ایک بنگلہ سید فیروز یعنی مرزا اکم مرثیہ خواں متوفی کے گھر سے اسمعیل خاں صفدر جنگی کی حویلی تک اور وھاں سے ملکۂ آفاق حضرت ملکۂ زمانیہ بنت فرخ سیر بادشاہ کی حویلی تک جسے ایک ضلع سمجھنا چاھیے بلکہ بعضوں کے نزدیک کابلی دروازہ اوراس کے باھر شاہ خدا یار کے تکیے تک، اور اسی حصے میں نواب شبیر جنگ مرحوم اور چوک نواب سعادت خاں بہادر برھان الملک مغفور سے لے کر پھاتک حبش

خاں تک داخل ہے - لیکن اس میں ذرا تامل ہے - جس میں شک کی گنجایش نہیں وہ یہ مقام ہیں یعنی ملکہ آفاق کی حویلی تک فصاحت در و دیوار سے برستی ہے اور چتلی قبر سے ترکمان دروازہ تک ایک طرف اور دھلی دروازے تک (جسے دلی دروازہ کہتے ہیں) دوسری طرف - اور پھر چوک سعد اللہ خاں تک اور نواب امیر خاں مرحوم کا بازار اور حویلی اور سہ راہ بیرم خاں جو تراھے کے نام سے مشہور ہے اور محلہ فولاد خاں اور کوچہ چیلاں جو دلی دروازہ کا ایک حصہ ہے' [یہ مقامات فصحا کا مجمع ہونے کا امتیاز رکھتے ہیں] -

— * —

## تیسری فصل

### فصاحت کے ارکان

**فصاحت کی تعریف** اس بیان سے وقوف داروں اور داناؤں پر ظاھر ہوگیا ہوگا کہ اردو کی فصاحت شاہ جہان آباد میں پیدا ہونے پر منحصر نہیں - کیونکہ فصاحت کی تعریف ہے ان تین چیزوں سے پاک ہونا [یعنی کلمۂ فصیح وہ ہے جس میں تین عیوب نہ ہوں] :-

(۱) 'تنافر حروف' جیسے 'اُلینڈنا' یعنی بڑے برتن سے چھوٹے برتن میں پانی ڈالنا [یا 'کانا' کو 'کانڑا' کہنا]-

(۲) 'غرابت لفظی' یعنی ناموس اور غیر متعارف الفاظ کا استعمال ' یعنی دکھنی ' بنگالی اور پہاڑی الفاظ کو اُردو میں استعمال کرنا —

(۳) 'مخالفت قیاس لغوی' یعنی ایک لغت کا استعمال خلاف قیاس کے کرنا۔

تشریح تنافر و غرابت | خدا بخشے میرزا علی نقی 'محشر' مقتول نے کہا "پانی الینڈلو" 'اُردو ہے - "پانی نائے لو" پورب کی زبان ہے- میرزا قتیل نے جواب دیا کہ "پانی اُلینڈ لو" وہ لفظ ہے کہ شاہ جہان آباد کے شرفا اور عوام کے کان اُس سے آشنا نہیں اور "پانی نائے لو" پورب والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھہ سکتا یا آپ سمجھتے ہیں - پس جو لفظ اہل اُردو کے سننے میں نہیں آیا اس کو اُردو کی عبارت میں لانا غرابت کا نقص عاید کرنا ہے اور فصاحت کے راستے سے بھٹک جانا ہے - اور 'کنکوّے' کو 'تلنگہ' کہنا بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ دہلی والوں کو اس اصطلاح کی خبر نہیں اور جناب [میرزا علی نقی] کی زبان پر جو یہ لفظ چڑھ گیا ہے وہ پورب والوں کی صحبت کا اثر ہے - [میرزا قتیل کا قول ختم - اب سید انشاء فرماتے ہیں] 'اُلینڈلو' میں اگرچہ دال ہندی (ڈ)

نے تنافر حروف پیدا کر دیا ہے لیکن یہ لفظ کثرت استعمال سے فصیح ہو گیا اور بعضے فصحا "اُندیل" بھی بولتے ہیں - مرزائے مرحوم (قتیل) کے دل کو یہ بات نہ لگی اور وہ چپ رہے —

**تشریح مخالفت**

اس ضمن میں بنگالی زبان جو اُردو سے مخالفت رکھتی ہے نوٹ کے قابل ہے، وہ جب پانچ ہاتھیوں کو ایک جگہ دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں "پانچ ہاتھی کھڑی ہیں" اور اگر وہ ہتنیاں ہیں تو کہینگے "پانچ ہتنی کھڑا ہے" - حالانکہ قیاس لغت کے موافق یہ کہنا ہے کہ پانچ ہاتھی کھڑے ہیں، اور پانچ ہتنیاں کھڑی ہیں - یہاں مخالفت قیاس دو وجوہ سے عاید ہوتی ہے ایک یہ کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ فیل نر کے لئے مذکر اور فیل مادہ کے لئے مونث کا صیغہ لانا چاہئے، یہاں اس کے برعکس ہے- دوسرے یہ کہ کھڑا اور کھڑی دونوں مفرد ہیں اور "پانچ ہاتھی" صیغہ جمع چاہتا ہے - پس یہ کہنا موافق قیاس ہوگا کہ "پانچ ہاتھی کھڑے ہیں" - اور اردو میں یہی فصیح ہے، اگرچہ بنگالہ کی زبان میں اس کے خلاف بھی فصیح ہوگا، لیکن ہمارا روئے سخن تو دارالخلافہ کی زبان کی طرف ہے -

یہاں تک جو مذکور ہوا اس کا تعلق کلمہ سے ہے' اور کلمہ کہتے ایک با معنی مفرد لفظ کو۔ جیسے چاند' سورج۔ اب فصاحت کلام کا ذکر آتا ہے۔

**فصاحت کلام** | جو کلام ان دو چیزوں سے پاک ہو وہ فصیح ہے یعنی :—

(۱) تنافر کلمات۔
(۲) تعقید۔

**تنافر کلمات** | اس سے یہ مطلب ہے کہ کلام میں ایسے الفاظ لانا کہ متکلم اس کے بیان میں خطا کرے یا دوسرے کلام کی طرح جلدی سے تمام نہ کر سکے۔ اس کی نظیر یہ دو عبارتیں ہیں :-

" اونٹ کی پیٹھ کچھہ اونٹ کی اونچائی
سے اونچی نہیں ہے' اونٹ کی پیٹھہ کچھہ
اونٹ کے ڈھانچ کی طرح قدرتی اونچی ہے "۔
" تم تو تو تو میں میں بے جا کرتے ہو'
میں تو تمہاری بات تین دن میں بھی
نہیں سمجھتا' مجھے عبث ششدر میں
ڈال رکھا ہے "—

**تعقید** | تعقید دو قسم کی ہے' لفظی اور معنوی' تعقید لفظی' اسے کہتے ہیں کہ جو لفظ بعد

میں لانا چاهئے تھا اسے اول لے آنا اور اس کے برعکس۔
اس کی مثال :۔

" آج لڑکے فیض آباد کو چلیامل هیرانند
کے سالے کے لوگ کہتے هیں کہ گئے " ۔

اگر اس طرح کہا جاتا تو فصیح هوتا ۔

" لوگ کہتے هیں کہ چلیامل هیرانند کے
سالے کے لڑکے آج فیض آباد کو گئے " ۔

جب عبارت تخیل یا غیر مشہور قصے یا دوسری اشکالات پر مشتمل هو تو کلام میں تعقید معنوی کا نقص آجاتا هے جیسے:۔

( الف ) " کل گُدّا سبز دوپٹا اوڑھے بیٹھی تھی
مجھے دیکھ کہنے لگی کہ میری طرف
دیکھا تو اندھا هو جائے گا۔ میں نے کہا
میں کالا ناگ هوں مجھ سے
ڈرو ۔ هنسکر کہا دوپٹے کا رنگ تو
دیکھ کہ کس طرح اندھا نہ هو جائیگا "۔

( ب ) " بلّو کی باتیں میلے کی تلوار سے
هاتھی کے زینے پر کچھ کم نہیں هیں "۔

( ج ) " کل دامڑی سے میں نے چاھا کہ
کچھ کہوں اور بات بھول گیا
صدقے جائیے بھول چوک کے " —

عبارت (الف) کے معنی یہ ھیں کہ سانپ زمرد کو دیکھ کر اندھا ھو جاتا ھے، محبوبہ [کنا نام ایک طوائف] کی طرف ثانی کو [اس کے قول کے مطابق] سانپ اور اپنے سبز دوپٹے کو زمرد ٹھیراتی ھے۔ (ب) کی تشریح یہ ھے کہ راجپوتانہ [مغربی] میں ایک قوم رھتی ھے جسے مینا کہتے ھیں ان کا پیشہ عموماً چوری اور ڈکیتی ھے۔ ایک فرد پر بھی اس نام کا اطلاق صحیح ھے اور ھاتھی کی سیڑھی پر مینے کا تلوار مارنا سے جواھر سنگھ خلف سورج مل جاٹ کے قتل کی طرف اشارہ ھے جو ھاتھیوں کی لڑائی دیکھنے کے بعد اپنے ھاتھی پر معمولی سیڑھی پر سے سوار ھو رھا تھا کہ ایک مینے نے تلوار سے اس کو قتل کر دیا۔ عبارت (ج) کی تشریح یہ ھے کہ محبوبہ (دلہن) میری بات سننے کے انتظار میں کھڑی تھی، مجھے وہ بات بھول گئی مگر وہ وھاں سے سرکی نہیں، میں اپنی بھول پر کیوں نہ قربان ھوں جس نے معشوقہ کو اتنی دیر میرے سامنے رکھا * —

**تصرف کی شان**

حاصل کلام یہ ھے کہ جس کا کلام ان عیبوں سے پاک ھو جو مانع فصاحت

* مطلب یہ کہ غیر مشہور قصوں اور تلمیحوں اور مبہم و دور از کار کنایوں سے کلام کی فصاحت کا خون ھوتا ھے، کلام کا جوھر یہ ھے کہ تم کہو اور سننے والا سمجھ جائے — (مترجم)

هیں وہ شخص فصیح هے ، خواہ اس کی پیدائش شاہ جہان آباد کی نہ بھی هو - لیکن الفاظ میں شخص مذکور کا تصرف مقبول نہیں هوگا کیونکہ اس شان کے حاصل کرنے کے لئے متکلم کے شاہ جہان آباد میں پید هونے اور وهاں کے فصیحوں میں اعتبار حاصل کرنے کی شرط لازم هے - پس اگر یہ بلند مرتبہ حاصل کرنے کے بعد کوئی محاورہ ایجاد کرے یا کسی لفظ میں معقول تصرف کرے تو غالب هے کہ اسے قبول کیا جاے یا یہ کہ بعضے پسند کریں اور بعضے نہیں - هر حالت میں ایسا شخص دهلی کے عوام سے زیادہ فصیح هے -

—— * ——

## تیسری فصل

### خواص کے ذکر میں

لفظ اور لہجہ

اب هم خواص کا ذکر کرتے هیں، چونکہ اُن کی ترجیح اس شہر میں ولادت کے بغیر ثبوت کو نہیں پہنچتی اس لیے اگر کسی لفظ میں اس کا تصرف قبول کر لیا جاے تو تعجب نہیں - اور یاد رهے کہ اُردو سے صرف الفاظ اُردو هی مراد نہیں اس میں لب و لہجہ بھی شریک هے کہ یہ اُردو کی اصالت هے - اس صورت میں جس کا اُردو کا لہجہ اور

لفظ دونوں درست ہوں وہ استاد کامل ہے۔ شاہ جہان آباد کے بعض باشندوں کا لہجہ صحیح ہے لیکن ان کے الفاظ صحیح نہیں، اور بعضے باہر والوں کے الفاظ تو دہلویوں کی صحبت میں درست ہوگئے لیکن لہجہ ندارد ہے۔ اور لہجے سے مراد ہے بولنے کے وقت متکلم کی آواز اور زبان کی گردش۔ اگر شاہ جہان آبادی عبارت میں پوربی اور پنجابی لفظ داخل نہ کرے تو محال ہے کہ اپنے شہر کا لہجہ کھو بیٹھے، اور دوسرے شہر کا رہنے والا اگر اُردو کی صحبت میں اپنی عمر گزار دے تو بھی ممکن نہیں کہ اپنے اصلی لہجے سے بچ سکے۔ دہلی کے باشندے کے کلام کی مثال:—

"مجھہ تئیں اس بات کی کیا خبر یہاں
کون کون رہتا ہے اور جانے میری بلا کہ کس
آیسی تیسی کا دوپٹہ اور دو روپے جاتے رہے
اور کون کافر بے پیر لے گیا، جس پر چوری
ثبوت ہو اس کی شوق سے لُپو اتارلو اور
مشکاں باندہ کر چابک لگاؤ"—

اس عبارت میں 'مجھہ تئیں' بجاے 'مجھے' 'ثبوت' بجاے 'ثابت' 'مُشکاں' بجاے 'مُشکیں' اور 'چابک' بجاے 'کوڑا' پنجابی ہے۔ چونکہ متکلم

کا لہجہ درست ہے اس لیے انھیں پنجابی نہیں کہہ سکتے۔ اس سے کیا ہوتا ہے کہ صحبت کی وجہ سے یہ الفاظ اس کے زبان آشنا ہوگئے اور وہ بے تامل بول گیا۔

**پنجابی کا لہجہ** پنجابی وہ شخص ہے جو اُردو کے لفظوں کو اپنے لہجے سے پنجابی بنا لیتا ہے، یعنی مجبور ہے کہ خبر [مفتوح الاوسط کو] خبْر یعنی 'ب' ساکن سے ادا کرے یا 'ب' پر پیش لگا کر خُبُر بنا دے' یا 'خ' کے زبر کو اتنا لمبا کردے کہ وہ الف جیسا سنائی دے۔ اور لفظ 'رہتا ہے' میں 'ت' ان کی زبان سے مشدد ہوکر نکلتی ہے یا نہ صرف مخفف اور مشدد بلکہ مشدد اور مخفف کے درمیان' اور اسی طرح 'ترحم' کی 'ح' کو بغیر تشدید کے بولتے ہیں اور 'لے گیا' میں کاف کے فتحہ کو کسرہ سے بدل دیتے ہیں اور 'ہو' کو [اوپر دی ہوئی عبارت میں 'ثبوت' کے بعد آیا ہے] 'ہووے' کہتے ہیں۔ ہووے اگرچہ اُردو میں بھی صحیح ہے لیکن پنجابی ہمیشہ ہی 'ہووے' بولے گا —

**پنجابی اُردو داں کے کلام کی مثال** ایک پنجابی جو اُردو داں ہے اس کا قول یہ ہوگا: —

"مجھے اس بات کی کیا خبر کہ یہاں

کون کون رھتا ھے، جانے میری بلا کہ کس
ایسی تیسی کا دوپٹہ اور دو روپے جاتے رھے
ھیں اور کون کافر بے پھر لے گیا ھے' جس پر
چوری ثابت ھووے اس کی شوق سے لہو اتار لو
اور مشکیں باندہ کر کوڑے لگاؤ" —

**پنجابی لہجہ کی اور خصوصیات**

اھل پنجاب کے لہجے کی ایک اور خصوصیت یہ ھے کہ ھر فتحہ (زبر) اُن کی زبان سے ضمہ (پیش) ھوکر نکلتا ھے' دفتر کو دفتُر (ت پر پیش) کہیں گے۔ ان صاحبوں کا لہجہ اس عبارت میں دیکھیے کہ اس میں ایک لفظ بھی مخالف اُردو نہیں لیکن لہجے کی وجہ سے ساری کی ساری عبارت پنجابی معلوم ھوتی ھے :—

"آپ کا کرم ازبس کہ میرے حال اُوپر
ھے' جی چاھتا ھے کہ ھر کوچۂ و بازار کے
اندر دفتُر دفتُر آپ کی صفت اور ثنا بیان
کروں' ایسے مقبول کی خدمت اپنی نجات
کا سبب ھے" —

اور کبھی متحرک لفظ کو ثلاثی مجرد ساکن میں
بھی بولتے ھیں جیسے یہ عبارت ھے :—
"حسن اور حسین کی ایسی ذات ھے کہ

جن کے پیغمبر خدا شکر بلے تھی اور باغ ارم
اُن کے غلاموں کا گھر ہے- قضا و قدر جو چاہے
سو هووے نانا جنھوں کا محمد اور پدر
علی مرتضیٰ اور مادر فاطمہ کس کے پسر
کا منھہ ہے جو اُن سے برابر هووے" —

پوربیوں کا لہجہ

پوربیوں کے لہجہ میں چند علامتیں ایسی هیں جن سے وہ پہچانے جاتے هیں ایک یہ کہ اس الف کو گرا دیتے هیں جس کے ماقبل کوئی حرف هو اور فتحہ کو هی کافی سمجھتے هیں- اور اسی طرح یائے معروف کی جگھہ صرف کسرہ کو کافی جانتے هیں- اور یاے مجہول کے بعد حرف 'ہ' کی ایزادی ان کے لیے ناگزیر ہے- اور اکثر موقعوں پر الف کے بعد 'ی' ساکن بھی ان کی زبان سے نکلتی ہے- اور اکثر یہ هوتا ہے کہ هندی لفظوں کے بدلے فارسی لفظ بے محل استعمال کرتے هیں' اور بعض ایک حرف کے فتحہ کے بعد تلفظ میں الف کا اظہار کرتے هیں اور فتحہ یا سکون [زبر یا ساکن کی جگہ] کسرہ اور مخفف [بلا تشدید] کی جگہ مشدد استعمال کرتے هیں' شاہ جہان آباد کے باشندے کی زبان کی مثال جس میں پورب کے بھی چند لفظ داخل هیں :—

"پھٹے منھہ تیرا چڑیا کے، کل یاروں سے
چوری چوری نندا بلیے کی بیٹی سے باتیں
کر رہا تھا، حضرت مرتضیٰ علی علیہ السلام کی
قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، دل
میں آیا تھا کہ پیچھے سے آکر ایک دھپ
لگاؤں لیکن میں نے کہا کہ یار ہے کیا ستاؤں،
اصل تو یہ ہے کہ بچا جی تم بڑے بے باک ہو
تمھاری پیٹھہ ٹھوکا چاہیے اور آٹھہ آنے کی
کی مٹھائی رکھہ کر شاگرد ہوا چاہیے، کوئی
پتریا* بھی کمر میں تیرے برابر نہیں،
اس دن بھی برگد† کے پیڑ تلے کنچڑن کو رکھنا
تیرا ھی کام تھا، کیا مدار کا دودہ پانی
میں ملا کے کمال دکھایا ہے"۔

اب پوربی اردو دان کی مثال کو دیکھیے جس کے کلام میں پورب کا ایک لفظ بھی ھرگز نہیں اور اسی عبارت کو جس میں شاہ جہان آباد والے نے پورب کے لفظ بھی داخل کردیے تھے اور پھر بھی وہ اردو رھی تھی یہ اس طرح ادا کرے گا:—

* پورب میں رنڈی یا کنچنی کو پتریا کہتے ھیں۔ † برگد، اور مدار، بڑ اور آک کی جگہ بولتے ھیں۔ [مترجم]۔

" پھتّے ملہ تیرا چڑیا کے، کل یاروں سے
چوری چوری نلدابنیے کی دختر کے ساتھ
باتیں کررہا تھا، حضرت شاہ مرتضیٰ علی
کی قسم میں نے اپنی چشموں سے دیکھا، دل
میں آیا تھا کہ پیچھے سے آپ کے ایک دھاپ
لگاؤں لیکن میں نے کہا کہ یار ہے کیا ستاؤں
اصل تو یہ ہے کہ بچا جی تم بڑے بے باک ہو
تمھاری پشت ٹھونکنا چاہئے - کوئی کلچانی
بھی تیری برابر مکر میں نہیں، اُس دن
بھی بڑ کے پیڑ تلے کلنجڑن کو رکھنا تیرا ہی
کام تھا، کیا آک کا شیر پانی میں ملا کے
کمال دکھایا ہے "-

**دوآبہ گنگجم* کا لہجہ** جو ملک گنگا اور جمنا کے مابین واقع ہے یعنی فیروز آباد، شکوہ آباد اور اٹاوہ غیرہ، وہاں کے بعض باشندوں نے زبان دانوں سے اردو سیکھی ہے لیکن ان کا لہجہ خاص ہے - وہ 'میں' [ ضمیر واحد متکلم ] اس طرح کہتے ہیں کہ بعینہ بکرے

* جو ملک گنگا اور جمنا کے مابین ہے وہ جغرافی اصطلاح میں دوآبہ ہے - اس کے لئے کوئی نام جیسے پنجاب کے دوآبوں کے نام ہیں وضع نہیں کیا گیا تھا میں نے اس کا نام گنجم گھڑا ہے - جس میں دونوں دریاؤں کے شروع کے دو دو حرف لئے گئے ہیں - ( مترجم )

کی آواز معلوم ہوتی ہے، یعنی میم مکسور اور یاے مجہول اور نون غنہ بولتے ہیں اور میں جو حرف ظرف ہے اسے 'میں' (ضمیر متکلم) کی مانند ادا کرتے ہیں - اور الفاظ 'به'، 'مه'، 'کهه'، 'چهل'، 'زهے'، 'خهے'، 'وه' میں زیر کی جگہ زبر بولتے ہیں - اور 'اڈّاوا' کو 'اڈّایا' بولتے ہیں - اور 'آیں' (الف مفتوح، ی ساکن اور نون غنہ) جو اردو میں حرف استفہام ہے الف کے زیر سے بولتے ہیں، بلکہ ساکن 'ی' کے ماقبل ہر مفتوح حرف کو مکسور اور مکسور کو مفتوح بنا دیتے ہیں- ان لوگوں میں ایک عزیز (شخص) ستائیس برس شاہ‌جہان آباد میں رہا، مدت مذکور کے بعد جب اپنے وطن میں واپس آیا تو اپنے برادری والوں کی نگاہ میں اپنے کو ہندوستاں زاد [شاہ جہان‌آبادی] ظاہر کر کے جس مجلس میں جاتا کسی کو بولنے نہ دیتا- جلسہ کے تمام ہونے تک آپ ہی شاہ جہان آباد کی باتوں اور تذکروں سے صحبت کو گرم رکھتا - احباب بھی اُس کو ایک عالی رتبہ ہندوستاں زاد اور خود کو کم رتبہ تصباتی خیال کر کے اس کے سامنے چپ رہتے اور ہمہ تن گوش رہتے - ایک دن اس نے یہ تقریر کی :—

" کہ : یک دن چار گھڑی دن رہے میں گھر میں بیٹھا تھا کہ ایک آشنا تشریف لاے اور

کہا کہ چلو چاندنی چوک کی سیر کریں' میں
نے کہا کہ بہت بہتر' القصے میں اُن کے ساتھہ
خراماں خراماں ہواں تک گیا - دیکھتا کیا
ہوں کہ ایک پری پیکر ایک بانکے کے ساتھہ
کھڑی اختلاط کررھی ھے ' میں نے دل میں
کہا کہ خدا خیر کرے ' کہ اس عرصے میں
بھائی جان کی قسم ھے کہ اُن نے بھی میری
طرف دیکھا - امیرالمومنین کی قسم کہ جس
وقت نگاہ اس جادو نگاہ کی ساتھہ نگاہ
میری کے ھم نگاہ ہوئی اُس وقت مجھکو
اپنی نگاہ کا نگاہ رکھنا مشکل ھوا' میں نے
کہا ارے دل اس میں بہبود تیرا نہ ھوگا '
بہتر یہی ھے کہ یہاں سے بھاگا چاھیے ولاّ
کہتر و مہتر کی آنکھوں میں حقیر ھوجاے گا'
رھنا اس شہر کا دوبھر ھوگا ''-

'ی' کے ماقبل کے کسرہ کو فتحہ اور فتحہ کو کسرہ بنا دینے کے علاوہ اور جگہ بھی کسرہ اور فتحہ کا ادل بدل کر دیتے ھیں اور ضمہ کو فتحہ بولتے ھیں- ان بزرگوں کا یہ لہجہ ھے -

**اس بحث سے نتیجہ**

اس بحث سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ یہ بیانات اس امر کے مانع

ہیں کہ جو شخص دوسری جگہہ پیدا ہوا ہو ممکن ہے کہ لہجہ اور زبان اردو جیسا کہ چاہیے سیکھہ جاے ' اور اس کا تصرف لوگوں میں مقبول ہو اور اس کے کلام کو مستند سمجھا جاے کیونکہ ذکی آدمی کا ہونا ہر جگہ ممکن ہے اور ہر ذی شریف کا حاصل ہونا یقینی امر ہے - ہاں شرط یہ کہ اس میں پوری طور پر دل لگایا جاے - یہ بدیہی بات ہے کہ ایران سے اتنی دور رہ کر کتابوں اور اہل زبانوں سے سیکھنے سے بڑے پایہ کے فارسی میں کہنے والے شاعر ہندوستان میں ہو چکے ہیں - اور معقول ہو خواہ منقول عربی کے بھی جید عالم یہاں ہوچکے ہیں - جب کہ اہل ہند ان جیسے علوم و فنون کو محنت اور کوشش سے حاصل کر لیتے ہیں تو پھر ان کے لہجہ اور زبان کی درستی کا اقرار مثل دہلویوں کی زبان کے کیوں نہ کیا جائے خواہ وہ دوسری جگہ پیدا ہوئے ہوں مگر چار چیزوں کا ہونا شرط ہے -

**زباندانی کی چار شرطیں**

وہ چار شرطیں یا ارکان زباندانی کے لئے یہ ہیں - (۱) اس کا ثبوت کہ اُس شخص کے والدین دار الخلافہ کی خاک پاک سے ہیں - (۲) اردو دانوں کی محبت انتہائی ہے - (۳) اردو کی تحصیل اور تحقیق میں اس کا شغف یعنی غرق ہو جانا - (۴) تیز ذہن اور طبع وقاد رکھتا ہو - ان چار شرطوں میں

سے اگر اول شرط پوری نہ ہو تو بھی طالب صادق کے لئے حصول مرتبہ ممکن ہے لیکن یقینی نہیں، باقی تین شرطیں واجبات سے ہیں —

**باہر والوں کے خاص لہجہ کی وجہ**

اور جگہ کے باشندے باوجود اس کے کہ اردو زبان کی پوری واقفیت رکھتے ہیں پھر بھی ان کا لہجہ اپنے ہی ملک کا رہتا ہے یہ ذکر جو آیا ہے سو کثرت پر نظر رکھہ کر آیا ہے [یعنی ان لوگوں کی اکثریت ایسی ہوتی ہے] - اُن کا اس عیب سے پاک ہونا کم اور شاذ پایا جاتا ہے، بلکہ ممتنع الوجود ہے - راقم سطور کے دیکھنے میں ایسا کوئی شخص نہیں آیا کہ اس کا مولد, مثلا دوسرا شہر ہو اور اس کا اردو کا لہجہ درست ہو، لیکن اُن لوگوں میں جن کے والدین شاہ جہان آباد کے ہوں اور وہاں سے دوسرے ملک میں چلے آئے ہیں یا ولایت کشمیر سے آئے ہیں اور لہجہ اور لغت کو دل لگا کر فصحائے اردو سے درست کیا ہے —

**دھلی والوں کی قوت لسانی**

یہ امر بھی طالبوں کے ذہن نشین ہونا چاہیئے کہ ایجاد اور تقلید میں دھلی والوں کی قوت طبع اور لوگوں سے زیادہ ہے - وہ اگر چاہیں تو مغل بن جائیں، وہ فارسی کو اس

لہجے سے ادا کرتے ہیں کہ اہل ولایت کو ان کی زبان اور لہجے کی صحت سے دھوکا ہو [ کہ وہ ولایتی ہیں ] ' اور اسی طرح اُن کی عربی میں عرب والوں کو دھوکا ہوتا ہے - جہاں عربی اور فارسی کی یہ حقیقت ہو وہاں پوربی ' پنجابی ' بنگالی ' دکھنی ' بندیل کھنڈی ' مارواڑی اور برجی کا ذکر ہی کیا - اس پر قیاس کرو کہ ان کی اختراع اور ایجاد کی قوت اس درجہ ہے کہ انہوں نے کئی سُہانی زبانیں اختراع کی ہیں جن میں وہ باہم گفتگو کرتے ہیں جنہیں سن کر اور لوگ جو نہیں جانتے تعجب میں رہتے ہیں - اور یہ ایجاد کی قوت بڑے بوڑھوں تک ہی محدود نہیں ' کھلنڈرے لڑکے بھی کئی زبانیں اور نئے کھیل نکالتے رہتے ہیں - یہ سلسلہ اُس شہر میں اب تک جاری ہے جس کا بند ہونا ' خدا نخواستہ انسان کے وجود کے معدوم ہونے تک اس سرزمین میں جو زینت میں بہشت کی شان رکھتی ہے قیامت تک بند ہونے والا نہیں —

**زرگری وغیرہ مصنوعی بولیاں**

مختصر یہ کہ ان نئی زبانوں میں سے ایک زرگری ہے جو کسی شہر کی زبان نہیں ' یہ اس طرح بنی کہ ہر دو حرفی لفظ کے بیچ میں ' ز ' بڑھا دیتے ہیں ' اور بعضے یہ کرتے ہیں کہ اس کو اصل

اور دوسرے حروف تہجی کو 'ز' کی جگہ فرع مان کر لفظ میں داخل کرتے ھیں- اور دو حرفی لفظ پر بھی منحصر نہیں ھے بلکہ اس قید سے صاحب کمالوں کو آزاد کردینا مقصود ھے کیونکہ ھوتا یہ ھے کہ ہر دو حرفوں کے درمیان خواہ وہ کوئی ھوں 'ز' بڑھا دیتے ھیں اس کی مثال یہ عبارت ھے :—

''ازاج مزیرزا جزی یزوں چزا ھتزا ھزے
کہ بزی گزن نزا کزے گھزر جزا کزے تزک دزل
بزہ لزا وزوں "

[ حرفوں کی جلنگ زرگری سے عہدہ برآ ھو کر یہ عبارت یوں ھوگی :- آج میرا جی یوں چاھتا ھے کہ بی گنا کے گھر جاکے تک دل بہلاؤں ]-

فروع کا قیاس اسی پر کرنا چاھئے -

ایک اور بولی ھے جو الفاظ کی تقلیب سے بنائی جاتی ھے جیسے ریتی بس تابیں تھوجھہ کھیلدی -

یعنی " تیری سب باتیں جھوتھہ دیکھیں " -

ایک اور بولی ھے جسے ' بکنی ' کہتے ھیں' اس میں ھردو حرف کے درمیان ' بکن ' ڈالدیتے ھیں اس کی مثال یہ ھے :—

کبکنا لبکنکلی کبکنلی مبکنصر بکنلی بہبکنات خبکنوب ھبکنو

تبکلی ہبکلے —

یعلی :- کالپی کی مصری خوب ہوتی ہے —

یہ زبان حضرت ظل سبحانی شاہ عالم بادشاہ خلد اللہ ملکہ کی ایجاد ہے —

—*—

## چوتوی فصل

### بعض فصیحوں پر تنقید

**میر اور سودا** بعضوں کی یہ راے ہے کہ ہر شہر میں 'شاعروں' کا کلام اور لوگوں سے زیادہ فصیح ہوتا ہے' اور بعضے محققوں کی یہ راے ہے کہ شعر میں وزن کی پابندی اور قافیہ [اور ردیف] کی رعایت اکثر فصاحت کی مانع ہوتی ہے' چنانچہ میر محمد تقی سلمہ القدیر جو دوسرے طبقہ کے ریختہ گویوں میں سب سے ممتاز ہیں 'مینہ' کو 'میش' کے وزن پر ایک شعر میں باندھتے ہیں' اس کا یہ تلفظ ان کے شعر کے اول مصرع میں وزن بحر کو قایم رکھنے کی غرض سے ہوا' اسی طرح 'بھیچک' بجاے 'بھچک' بمعنی حیران ان کے ہاں آیا ہے - مرزا محمد رفیع متخلص بہ 'سودا' لپک' جھپک والے قصیدے میں 'کٹک' بمعنی لشکر محض قافیہ کی ضرورت سے استعمال کر گئے ہیں -

کٹک هرگز اردو کا لفظ نہیں۔ اس لفظ کے بارے میں پہل سعداللہ سکندر مرثیہ گوے ہر زبان میں مرثیے کہے هیں، چنانچہ ایک مرثیہ مارواڑی بولی میں کہا جس کے اول بند کا اول مصرع یہ ہے :-

کائیں کہی اب مہاکو شاباں گھلی کٹک چڑہ دوڑائی چھے

'کٹک' بہ فتحتین مارواڑ کی زبان کا لفظ هے جس کے معنی هیں فوج یا لشکر - اس لفظ کے مارواڑی ہونے کی دوسری سند بخت سنگھہ مارواڑی کی نثر میں ملتی هے جو ایک دن فیض آباد میں ایک امیرزادہ سے اپنا احوال یوں عرض کر رہا تھا کہ :-

" مہلے تو ایتھاں نہیں ڈھروں چھے نہیں مہلی
کی شار کی جانڑے کو مہیں کٹک ماں رهڑی
والو نہیں راهڑی کے پاس سونڑی والو " —

لفظ 'تھوڑا' اور 'تھوڑی' راے هلدی کے ساتھہ هی درست هیں لیکن مرزا مذکور [سودا] نے تھوڑی کی 'ڑ' کو راے مہملہ بنا کر گوری کے ساتھہ قافیہ کیا هے، شعر —

ساق سیمیں کو تری دیکھہ کے گوری گوری
شرم سے شمع هوئی جاتی هے تھوری تھوری

اور اسی لفظ کو واؤ مجہول کے ساتھہ بغیر 'ھ'

کے قافیہ شعر کے لئے استعمال کرنا بھی ان صاحبوں کے تصرف کی ذیل سے ھے ورنہ اصل میں تو 'تھوڑا' اور 'تھوڑی' ھے، اور یہ اصحاب 'ھاتھہ' اور 'ساتھہ' کا تقفیہ 'بات' اور ھیہات کے ساتھہ کرتے ھیں یعنی جمہور کے تلفظ کے خلاف ھاے مخلوط کا لحاظ نہیں رکھتے اور اکثر لوگ اردو کو کہ راے مہملہ سے ھے 'اڑدو' (راے ثقیلہ سے) بولتے ھیں —

**شعرا کی سند**

اهل تحقیق کا قول یہ ھے کہ جو لوگ لفظ کی فصاحت کی سند شعرا کے کلام سے لیتے ھیں غلطی پر ھیں، اور یہ جواب بھی غلط ھے کہ شعرا تمام آدمیوں میں زیادہ فصیح ھیں، وہ بعضے ایسے الفاظ ضرورت شعر سے مجبور ھوکر عمداً شعر میں باندہ جاتے ھیں جو ان کے شہر کی زبان کے خلاف ھیں، جواب کے ضعف پر یہ دلیل ھے کہ شعر بے شک اپنے شہر کی زبان خوب جانتے ھیں اور لاعلمی سے نا آشنا لفظ کلام میں نہیں استعمال کرتے [یعنی محض ضرورت شعری سے استعمال کرتے ھیں]، لیکن ان کے شاگرد اور مقلد جو دوسری جگہ رھتے ھیں کیا جان سکتے ھیں کہ اردو داں دھلوی شاعر نے جو یہ لفظ اپنے شعر میں استعمال کیا ھے اردو زبان کا ھے یا اور کہیں کی زبان کا، اور یہ

کہ اسے ضرورت سے عمداً اپنے کلام میں جایز رکھا ہے یا بے ضرورت اجتہاد کیا ہے - بلکہ ہوگا یہ کہ وہ بیچارہ استاد کے شعر میں جو کچھہ دیکھے گا اس سب کو اچھا سمجھے گا اور اپنے همسروں سے کج بحثی کرے گا اور آخر کار اسے خجالت اتھانی پڑے گی ' اسی طرح جس طرح کہ هم لوگ جو کچھہ مغل کے کلام میں دیکھتے ہیں اس کو فارسی سمجھہ بیٹھتے ہوں اگرچہ اس میں کئی لفظ سریانی وغیرہ کے ملے ہوے ہوں - اس بحث سے میرا عندیہ یہ نہیں ہے کہ اردو کے فصیح تر شعرا یعنی مرزا رفیع دهلوی مرحوم اور میر صاحب عالی قدر میر محمد تقی صاحب کی شان کو گھتایا جاے اگرچہ موخرالذکر آگرہ میں پیدا ہونے کی وجہ سے وہاں کا لہجہ اور ' برج ' اور گوالیار کے الفاظ گفتگو میں لے آتے ہیں ' بلکہ میں ان صاحبوں کا احسان مند ہوں کہ انہوں نے کئی نا معقول الفاظ ترک کر دیے ہیں ' جیسے ' منے ' بمعنی ' میں ' ( درمیان ) ' پہلے یہ لفظ شعروں میں آتا تھا جیسا کہ میاں ' آبرو ' نے کہا ہے ' ع —

برملے جامہ نہ تھا اک جھول تھی

اور ' سریجن ' ' پی ' ' پیتم ' بہ معنی محبوب ' لیکن ' سجن ' بمعنی معشوق اور ' تنک ' ( تھورا ) شاید اس

قبیل سے نہیں کیونکہ ان کے کلام میں موجود ہے - اور 'دکھو' بجائے 'دیکھو' اور 'دسا' بجائے دیکھا گیا [دکھائی دیا] ان کے کلام میں موجود ہے - خواجہ محمد میر صاحب متخلص 'اثر' نے جو خواجہ 'میر درد' کے چھوٹے بھائی ہیں اپنی مثنوی میں 'دسا' استعمال کیا ہے' اس میں کوئی مصلحت ہوگی جیسی کہ 'تروار' میں جو لفظکہ ان کے بڑے بھائی کی زبان پر بجائے تلوار کے رواں تھا - مختصر یہ کہ ریختہ کے باغ کو عیبوں کے کانٹوں اور کوڑے کرکٹ سے صاف کرنے والے یہی اصحاب ہیں - اس سے کیا ہوا کہ 'سے' کے بدلے 'ستی' 'سیتی' اور 'میرے دل' کی بجائے مجھہ دل میرزا رفیع کے کلام میں ملتا ہے'' ستی' اور 'سیتی' واسوخت میں دیکھیے' چنانچہ پہلے بند کی پہلی بیت ہے :—

یا الٰہی میں کہوں کس ستی اپنا احوال
زلفیں خوباں کی مرے دل کی ہوئی ہیں جنجال

اور بندوں میں کئی جگہ 'سیتی' بھی آیا ہے - اس بیت میں 'مجھہ دل کی' ملاحظہ ہو :-

گرہ لاکھوں ہی غنچوں کی صبا اک دم میں کھولے ہے
نہ سلجھیں تجھہ سے آے آہ سحر مجھہ دل کی گلجھڑیاں

اور 'محبوباں' جمع محبوب میرے نزدیک سوائے

مضاف الیه * کراهت سے خالی نهیں جیسا که اس مصرع میں وارد هے :-

هاتهه سے جاتا رها دل دیکهه محبوباں کی چال

یہی لفظ اس طرح باندها جاے تو صحیح هوگا :-

زلف محبوباں هوئی زنجیر پا

میری تحقیق میں یه بات آئی هے جس کا ذکر آگے آچکا هے که هر شهر اور ملک کے لوگوں کے لئے جو تقلید کی صلاحیت شاہ جہان آباد کے باشندوں سے خصوصیت رکھتی هے وہ اور جگه کے رهنے والوں کو نصیب نهیں، مرزا معز 'فطرت' جو ایران کے بڑے عالموں اور شاعروں میں تھے اور مدتوں هندوستان میں رهے زبان ریختہ میں ان کا مطلع قابل ملاحظه هے، فرماتے هیں :-

از زلف سیاہ تو بدل دهوم پڑی هے
در گلشن آئینه گهٹا جهوم پڑی هے

اور قزلباش خاں 'امید' جو اهل هند سے اتنی گرمجوشی رکھتے هیں اور ایران اور هندوستان کی موسیقی کے کامل ماهر هیں جب کبھی ان کی طبیعت اس میدان

* یه کہئے که جب کسرۂ اضافت ایسی جمع سے پہلے واقع هو جیسی 'محبوباں' هے تو یه شکل اردو میں اس وقت تک جایز مانی جاتی هے - (مترجم)

میں جولانیاں دکھاتی ھے تو سامع کی بدمزگی کا باعث ھوتی ھے ' اُن کا شعر ھے :—

باmن کی بیٹی ایک مری آنگ میں پری
غصہ کیا و گالی دیا اور دگر لری

عمادالملک وزیر جو بندیل کھانڈ میں پیدا ھوے تھے اور جن دنوں وہ حج کو گئے تو عرب کے ایک شہر میں درویشوں کے لباس میں تھے - وھاں ایک شخص کے مکان پر پہنچ کر ظاھر کیا کہ بصرہ کے باشندہ ھوں - مالک مکان نے خوب آؤ بھگت کی اور دس دن اپنے ھاں ان کو مہمان رکھا - ان دنوں میں اس عرب میزبان کے یار دوست اور رشتہ دار آتے رھے اور کوئی نہ تاڑ سکا کہ حضرت ھندوستانی ھیں ' عربی زبان میں گفتگو اور لہجہ کی صحت کو غور فرمائیے اور انصاف کیجئے -

**کشمیری پھیری والے** | کشمیر کے سادو * ھر شہر کو وھیں کے لباس اور لہجہ سے دھوکے میں ڈالتے ' ان کی دو قسمیں ھیں ' ایک جو کشمیر میں پیدا ھوے ' یہ فوراً پہچانے جاتے ھیں - اور خدائی خوار پھرا کرتے ھیں - دوسرے وہ جو دھلی میں پیدا ھوے '

* سادو یا سادھو ' یہ لوگ اب بھی ھوٹلوں اور گھٹیا صاحبوں کے بنگلوں پر چکر لگاتے ھیں ' اور اسی نام سے جانے جاتے ھیں ' ان کو بکس والا بھی کہدیتے ھیں ' ان کا بکس اور گٹھڑی کیا ھوتی ھے بھان متی کا توبڑا ھوتا ھے ' اس میں ھر ضروری چیز جو خریدار مانگے موجود ھوتی ھے - ( مترجم )

یہ ملکوں ملکوں پھرتے ہیں اور کسی شہر کا رہنے والا ان
کی اصلیت نہیں پہچان سکتا - عرب کی مجلس میں عرب
اور ایرانی کی صحبت میں ایرانی اور تورانی مجمع
میں تورانی اور فرنگی کے سامنے فرنگی بن جاتے ہیں -

**دہلی میں پیدا ہونے کا امتیاز اور تعریف**

یہ امر بھی احباب کے ذہن نشین
رہے کہ دہلوی ہونا ایک شخص
کے دہلی میں پیدا ہونے پر منحصر نہیں - ورنہ مغل پورہ
کے رہنے والے اور بارہہ کے سید جو شاہ جہان آباد میں
پیدا ہوے دہلوی ہونے چاہئیں ' لیکن ایسا نہیں ہے
کیونکہ دہلوی وہ ہے جس کا روز مرہ وہ ہو جو دہلی والوں
کا ہے اور جگہ والوں کا سا نہ ہو' یہ بات منہہ کھولتے
ہی پہچان لی جاتی ہے - بخلاف اس کے مغل پورہ
والوں کو دیکھو کہ ان کی گفتگو لاہور والوں کی گفتگو
سے ملتی ہے' اور ایسا ہی حال بارہہ کے سادات کا
ہے کہ ان کا کلام اپنے قصبہ کے لوگوں کے کلام کی مانند
ہے - پس دہلوی کے معنی ہیں کہ ایک شخص ان لوگوں
کی اولاد سے ہو جنھوں نے زبان کو مانجھا اور نفوس
مذاقی ' لباس کا موزوں ہونا بیٹھنے اٹھنے کا سلیقہ '
اور فرش وغیرہ سے مکان کی آراستگی وغیرہ ایجاد
کی اور ان کو رواج دیا - ان کی اولاد خواہ شاہ

جہان آباد میں رہتی ہو خواہ کسی اور جگہ وہ دہلوی ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ اس کی تعلیم اور تربیت والدین یا ماموں یا چچا یا خالو یا بڑے بھائی یا کسی ایسے ہی بزرگ کی صحبت میں ہوئی ہو' تو وہ دہلوی ہی ہوگا۔

**لکھنؤ کی فصاحت**

جیسے لکھنؤ کے لوگ ہیں' اگرچہ اُن کی زبان ایک دو لفظوں میں دہلویوں سے مغایرت رکھتی ہے لیکن وہ اور اوصاف اور قابلیت میں دہلی والوں کے برابر ہیں۔ اور بعض لوگوں میں جو یہ مغایرت پائی جاتی ہے جس کا سبب بے توجہی ہے سب کا یہ حال نہیں ہے۔ بلکہ اس شہر کا ہر محلہ فصیحوں کا محلہ ہے بخلاف شاہ جہان آباد کے۔ اس سے انکار کرنا دانائی نہیں کیونکہ یہاں والے اس کا بہت خیال رکھتے ہیں کہ ہم پورب میں ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں کے آدمیوں کی زبان کی عادت پڑ جائے۔ اس وجہ سے اپنے ماں باپ اور دوسرے بزرگوں سے جو شاہ جہان آباد سے آئے ہوئے ہیں الفاظ کی تحقیق کرتے رہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ افلاس کی وجہ سے بہت سے اونچے گھروں کے لوگ اور فصیح اشخاص مدتیں ہوئیں دارالخلافہ سے نکل آئے ہیں اور پورب کے شہروں میں آباد ہوگئے ہیں۔ لیکن لکھنؤ دور مشرق کے اور شہروں کے مقابلے میں

شاہ جہان آباد کی قربت کی وجہ سے ترجیح رکھتا ھے۔ اس شہر میں فصیح دھلویوں کی اتنی کثرت ھے کہ ان کا شمار نہیں - ارو جو دھلوی کہ اس وقت شاہ جہان آباد میں ھیں ان میں فصیح کم ھیں اور غیر فصیح زیادہ - جو خاص لکھنؤ کے ھیں انھیں کو فصیح سمجھنا چاھئے اور غیر فصیح وہ لوگ ھیں کہ ان کے والدین نے اور مقاموں سے آکر اس شہر میں سکونت اختیار کرلی - ان لوگوں کی اولاد کی یہ کیفیت ھے کہ بعضے تو ایسے ھیں جو اس زعم میں رھتے ھیں کہ ھم شاہ جہان آبادی ھیں اور جو غلط سلط ھماری زبان سے نکلے صحیح ھے اور دھلی کا روز مرہ ھے، اور بعضے ایسے ھیں جنھوں نے صرف سواری، بانک، پٹہ، لکڑی اور نیزہ بازی تو سیکھی مگر اردو زبان کے سیکھنے کو وزن نہ دیا۔ ان لوگوں نے دھلویوں کے الفاظ کو اپنے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے الفاظ کے ساتھ گڈ مڈ کر کے ایک زبان [اور ھی] پیدا کرلی ھے - اردو زبان اور الفاظ کی فصاحت کی تحقیق کا انھیں خیال تک کبھی نہ گزرا -

**اردو کی سند**

مختصر یہ کہ بادشاھوں اور امرا اور اُن کے درباریوں اور حاضر باشوں سے اردو کی سند لینی چاھئے - کیونکہ فقیہہ اور شاعر،

ریاضی داں اور محاسب، منطقی اور طبیب، صوفی اور خوبصورت عورتیں ان کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں اور فرقہ فرقہ کی اصطلاحیں سلسلے میں آتی ہیں اور وہ جس لفظ کو اصطلاح بنادیں اس کے قبول کرنے سے چھوٹے بڑے کو انکار نہیں ہوسکتا، وہ اصطلاح جلد سے جلد رواج پا جاتی ہے - ہر فصیح اور بلیغ شخص ان کی صحبت میں سوچ سمجھکر منھہ سے بات نکالتا ہے اگر اس نے ٹھیک بات کی تو امیر اور اس کے درباری اسے پسند کرتے ہیں اور وہ شخص اپنے برابر والوں اور خواجہ تاشوں میں بڑے فخر سے اس کا ذکر کرتا ہے - اور بولنے کے وقت ہر صاحب کمال کو یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ مبادا کوئی ایسا لفظ زبان سے نکل جائے کہ میری اس بھری محفل میں ہنسی اڑے - اسی طرح دستار کی بندش، قبا اور زیر جامہ (پایجامہ) کی وضع قطع اور پاپوش وغیرہ میں جس فیشن کا رواج پڑ جاتا ہے انہیں کی پسند پر موقوف ہے، جیسے 'رنگترہ' کا لفظ جو فردوس آرام گاہ * نے وضع فرمایا، اسی طرح یہ الفاظ، بلبل کو 'گلدم' تیتر کو 'گلسرا' اور سرخاب کو 'سفید سرا' کہنا - دلیل سے تو یہ مسئلہ ثابت ہوگیا لیکن راقم کے قول

* فردوس آرام گاہ سے مراد محمد شاہ بادشاہ ہے - (مترجم)

کی تصدیق ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اِس کا صحیح سلامت ثبوت جناب عالی [ نواب سعادت علی خاں والئی اودہ ] کی ذات بابرکات ہے - خدا کی قسم کہ حضور کی اردو میں تقریر مقامات حریری یاد لاتی ہے ' نہ کوئی ایسا فصیح زبان اور شیوا بیان ہوا اور نہ ہو - کسی وقت کی آپ کی بات لطیفہ سے خالی نہیں ہوتی ' کبھی تجنیس ہے تو کبھی ایہام ' کبھی طباق ہے تو کبھی ترشیح اور محتمل ضدین - راقم دعاگو کا ارادہ ہے کہ حضور کے لطایف جمع کر کے ایک مستقل کتاب میں مرتب کرے - دوسرے نواب عمادالملک مغفور ہیں جو اردو کے بعض قاعدوں کے موجد ہیں جو قابل قبول ہیں ' لیکن ان کی طبیعت کی قوت کو جناب عالی کی قوت طبع سے وہی نسبت ہے جو کنوئیں کو دریا سے ' اس کی دلیل یہ کہ نواب عمادالملک کے وقت کی پوشاک اور زبان وہی تھی جو اس وقت شاہ جہان آباد کی ہے - اس لئے اگر میں وہاں (دھلی) کی مردانہ پوشاک کا مقابلہ لکھنؤ کی پوشاک سے کروں تو بعینہ ایسا ہے کہ ' کانڈھلہ ' اور ' شاملی ' کے بنیوں کی پوشاک کا ایران کے میرزاؤں کی پوشاک سے مقابلہ کرنا ' وہاں کی پوشاک اگرچہ سوائے لکھنؤ کے اور شہروں

ریاضی داں اور محاسب، منطقی اور طبیب، صوفی اور خوبصورت عورتیں ان کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں اور فرقہ فرقہ کی اصطلاحیں سلسلے میں آتی ہیں اور وہ جس لفظ کو اصطلاح بنادیں اس کے قبول کرنے سے چھوٹے بڑے کو انکار نہیں ہوسکتا، وہ اصطلاح جلد سے جلد رواج پا جاتی ہے - ہر فصیح اور بلیغ شخص ان کی صحبت میں سوچ سمجھکر منھہ سے بات نکالتا ہے اگر اس نے ٹھیک بات کی تو امیر اور اس کے درباری اسے پسند کرتے ہیں اور وہ شخص اپنے برابر والوں اور خواجہ تاشوں میں بڑے فخر سے اس کا ذکر کرتا ہے - اور بولنے کے وقت ہر صاحب کمال کو یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ مبادا کوئی ایسا لفظ زبان سے نکل جاے کہ میری اس بھری محفل میں ہنسی اڑے - اسی طرح دستار کی بندش، قبا اور زیر جامہ (پایجامہ) کی وضع قطع اور پاپوش وغیرہ میں جس فیشن کا رواج پڑ جاتا ہے انہیں کی پسند پر موقوف ہے، جیسے 'رنگترہ' کا لفظ جو فردوس آرامگاہ * نے وضع فرمایا، اسی طرح یہ الفاظ، بلبل کو 'گلدم'، تیتر کو 'گلسرا' اور سرخاب کو 'سفید سرا' کہنا - دلیل سے تو یہ مسئلہ ثابت ہوگیا لیکن راقم کے قول

* فردوس آرام گاہ سے مراد محمد شاہ بادشاہ ہے - (مترجم)

کی تصدیق ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا صحیح سلامت ثبوت جناب عالی [ نواب سعادت علی خاں والئی اودھ ] کی ذات بابرکات ہے - خدا کی قسم کہ حضور کی اردو میں تقریر مقامات حریری یاد لاتی ہے ' نہ کوئی ایسا فصیح زبان اور شیوا بیان ہوا اور نہ ہو - کسی وقت کی آپ کی بات لطیفہ سے خالی نہیں ہوتی ' کبھی تجنیس ہے تو کبھی ایہام ' کبھی طباق ہے تو کبھی ترشیح اور محتمل ضدین - راقم دعاگو کا ارادہ ہے کہ حضور کے لطایف جمع کر کے ایک مستقل کتاب میں مرتب کرے - دوسرے نواب عمادالملک مغفور ہیں جو اردو کے بعض قاعدوں کے موجد ہیں جو قابل قبول ہیں ' لیکن ان کی طبیعت کی قوت کو جناب عالی کی قوت طبع سے وہی نسبت ہے جو کلوئیں کو دریا سے ' اس کی دلیل یہ کہ نواب عمادالملک کے وقت کی پوشاک اور زبان وہی تھی جو اس وقت شاہ جہان آباد کی ہے - اس لئے اگر میں وہاں (دہلی) کی مردانہ پوشاک کا مقابلہ لکھنؤ کی پوشاک سے کروں تو بعینہ ایسا ہے کہ ' کانڈھلہ ' اور ' شاملی ' کے بنئوں کی پوشاک کا ایران کے میرزاؤں کی پوشاک سے مقابلہ کرنا ' وہاں کی پوشاک اگرچہ سوائے لکھنؤ کے اور شہروں

کی پوشاک پر غالب آتی ھے لیکن یہاں کی زنانہ پوشاک کے سامنے وھاں کی زنانہ پوشاک ایسی ھے جیسے میاں غلام رسول کے گانے کے سامنے لڑکے لڑکی کی شادی کے موقع پر بھلے مانسوں کی بہو بیٹیوں کا گانا ' یا سرخ اطلس کے سامنے لال کھاروا - خدا کی قسم یہاں کے آدمیوں کی گفتگو کا وھاں کے لوگوں کی گفتگو سے مقابلہ کرنا ایسا ھے جیسے بھاڑا مل ڈھوسر کی تقریر کا نواب عمادالملک کی قوت نطق سے - سنیئے :—

## نواب عمادالملک کا سوال

"اجی لالہ بھاڑا مل تمھارے احوال پر بالتہ کہ ھم سخت متاسف ھوتے ھیں کہ حق تعالی نے اپنی عنایت سے تمھیں میات الوف کا مالک کیا اور اوقات تمھاری یہ کہ احد من الناس جس مسلمان کو فرض کیجے اس کے برابر ذایقہ صاحب کا لذت آشنا نہیں ' بڑا تعجب ھے کہ آدمی باوصف تیسّر نعمائے الہی سے محروم رھے اور نام اس کا رحم اور شفقت رکھے ' ھم لوگ بھی تو اپنے ھاتھہ سے بکری سوائے عید قربان کے حلال نہیں کرتے اور ھی اشخاص صاف کرکے گوشت بڑے آدمیوں کے مطابخ میں پہنچاتے ھیں اور بازار میں بیچتے ھیں ' اگر تم بازار سے لے کر کھاؤ تو کیا مانع ھے "۔

## بھاڑ امل کا جواب

" ھھیں پیرو مرشد مھارے دھرم مانہیں جھو کا مارن بڑا دوکھہ ھے ' ھور کھاؤ نا تو ھور بھی برا ' ھور مکھا تہاری کی بات ھے تم کھاوند لوگ ھو ' مھارے تو جو کوئی چوشی بھی بھولے سے مار گیرے تو اس کے ھاتھہ کا پانی پیونوا کٹھب ھے ' مھاڑے بڑے تاؤ سیل رام جی تھ اُونڑ نے بھولے بسرے تے مکھا کھنکھجوری دھی کے باپ پر پیر رکھہ دیا تھا سودھی کا باپ مر گیا ' سوبا باجی نے دیکھکر فرمایا نپوتی کے مکھایوہ کی کیا ' اب دس ھجار روپئے کس کے گھر تے کا ڈھوں جو اُس کا دوکھہ اتاروں ' ھور پلمیشر نے مھارے کھاونڑ پیونڑ واسطے بھی ڈھیر چیجاں پیدا کریں ھیں ' موھن بھوگ ' لوچئی ' کچوری ' انرتی میٹھی سہال ' کچلال ' بڑے ' سذبو سے ' پراگڑی ' کھرمے ' بالوسائی ' گلدوڑے ' دھوئی مونگ کی دال ' دھوئی اُرد کی دال ' ھور ڈھیر سے ترکاریاں ھور اچار ھور مگد کالڈو ھور گوند کے پاپڑ جو حجور بھی نوس پھرماریں تو پھیر مکھا نوس '

تذر کی کو بھی بھول جاویں بلکوں بھولے بسرے
بھی کھاؤنے میں نہ آوے " —

اس کی شرح یہ ھے :— ' ھہیں ' بانیوں کی بولی ھے یہ لفظ ' ھاں ' کی جگہ بولتے ھیں - ' پھر مرشد ' بغیر واؤ کے یعنی پیرو مرشد - ' مہارے ' یعنی ھمارے ' جیسا کہ شاہ جہان آباد میں کہتے ھیں - ' ماقہیں ' جیسی سادات بارھہ کی زبان ھے جس کا ذکر آگے آچکا ھے بمعنی درمیان ' میں - ' جیو ' بجاے جی بمعنی جان - ' بڈا ' یعنی بڑا - دوکھہ (واؤ مجہول) گناہ - ' ھور ' (واؤ مجہول) بمعنی اور ' دوسرا - ' کھاؤنا ' بجاے کھانا - ' مکھا ' ' میں نے کہا ' کا مخفف - ' تھاری ' تمہاری - ' کی ' بجاے کیا (حرف استفہام) - تم (ت مفتوح) بجاے تُم - ' کھاوند ' خاوند - ' چوتھی ' بمعنی چوتھی - ' مارگیرے ' یعنی مار ڈالے - ' پیونڑا ' پینا - ' گجب ' غضب - ' بڈے ' بمعنی بڑے (تعظیماً) - ' تاؤ ' باپ کا بڑا بھائی - ' سیل رام ' بنیے کا نام - ' اُنوں نے ' بمعنی انھوں - ' تے ' بجاے ' سے ' - ' کھنکھجورا ' * ایک مشہور جانور کا نام - ' دھی کا باپ ' یعنی بیٹی کا باپ - ' کے ' بجاے کا -

* اب کنکھجورا کہتے ھیں - (مترجم)

'باباجی' دادا - 'پھرمایا' فرمایا - 'نپوتی' (نون مکسور) جس عورت کے بچہ نہ ہو ('نپوتی کے' سے یہ مطلب ہے کہ تو جلدی مرجاے گا' گویا تیری ماں نے تجھے جناہی نہ تھا' اس 'مترادف' عربی کا یہ کوسنا ہے "ثکلتک أمک" یعنی تیری ماں تجھے روے)- 'کڈھوں' نکالوں- 'پدمیشر' (پرمیشر) خدا - 'پیونڑ' پینا - 'ڈھیر' بہت - 'چیجاں' چیزیں - 'کریں' کیں - 'کُھرمے' خرمے - 'مگن' ایک شیرینی- 'حجور' مساوی حضور - 'فوس' نوش- 'پھرماویں' فرماویں - 'پھیر' بجاے 'پھر' - 'نوس تدڑکی' نمش اور تلکی - 'بلکوں' بلکہ - 'بسرے' مرادف بھولے -

یہ مقابلہ ایسا ہی ہے جیسے کایتھوں کی فارسی کا مقابلہ اصفہان والوں کی زبان سے یا پورب کے فاضلوں اور طلبا کا مقابلہ جو مغلوں کے لہجہ کی نقل اتارا کرتے ہیں مغلوں سے - نمونہ ملاحظہ ہو:-

مرزا صدرالدین صفاهانی کا سوال

"چرا دو سه ماه برما نا مهربان بودید که تشریف نیاوردید و مشرف نه فرمودید' دو سه دم که از حیات مستعار خوش بگزرد غنیمت است اما خوشی خاطر به مجالست دوستان کنجا - شعر

بہار عمر ملاقات دوستداراں است
چہ حظ برد خضر از عمر جاوداں تنہا

تنہا نہ گریۂ آدم بکار آید نہ خندہ ' حالا بدستور می آمدہ باشید ' زندگیء آدم ہمیں قال و مقال و اختلاط است ' جناب میدانند کہ مذہب من صوفیانہ است ' نمیدانم کہ ہندو چہ قبح دارد و مسلماں چہ حسن ' ہر دو بندۂ خدا و نور چشم عارف اند ' جہان گزراں مثل حباب نقش بر آب است آخر ہمہ را رجوع بہ مبدء خواہد بود ' نزاع لفظی کہ زید بہ از عمرواست یا عمرو بہ از زید میانہ برادران نوعی چہ ضرور ' سر زید بہ گردن عمرو "

لالہ مکتا پرشاد سری واستو کا جواب

ہگا ہگا ایں عاجز شمو د و ماہ بہ گلگشت گلستون بیماری پرداختہ ہگا ہگا و لیکن آں منبع عطوفت و احساں شربت جوں پرور عیادت را دریغ داشتہ ہگا ہگا - شعر

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم
خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

ہگا ہگا امیدم از ایشاں شکستہ شد چوں

احوال آں اُبہت دستکاہ جلان مہرھن گردید
دیگر دم از دوستیء کسے گشتن بیجا است،
ھگا ھگا رودیدہ را شرم ھمی کند و ایں کہ ھگا ھگا
بر زبوں راندہ کہ ایشوں صوفی مذھب است
و ھگا ھگا تعصب ندارد، و اگر تعصب می داشتے
چہ نقصاں می داشتے و اکنوں کہ نہ دارد
مارا چہ نفعے ازو، باللہ العلی العظیم و بہ
امیرالمومنین علیہ السلام دوست را غلام است
و مرد خوب را بندہ، و ھگا ھگا با آدم خر
دماغ کارے ندارد، ھگا ھگا حیف کہ در دو موہ
از مونہ پر سیدی آں قدر غفلت ھم از حال
دوستونت نشایستے، ھگا ھگا ایں تو رسم زمانہ
است کہ شکایت از دوست کردہ می شود۔

مکتا پرشاد کی فارسی ختم ھوئی جو کایستھوں کے جرگہ سری واستو سے تھا، اس کے کلام کی شرح یہ ھے:- "ھگا ھگا": اس کا تکیہ کلام ھے، جب تک بار بار یہ نہ کہے بول ھی نہیں سکتا، شما کو 'شمو' تمغل * کی وجہ سے کہا - 'پر داختہ' کی 'ت' پر زیر دے کر 'ہ' کو

* تمغل یعنی مغل بننا، مغلوں کی نقل، ایرانی جان 'کو جن' اور گلستان کو گلستوں بولتے ھیں، ان کا لہجہ ایسا ھے - (مترجم)

ظاہر کیا۔ 'جون' 'جان' کی جگہ۔ 'داشتہ' کا تلفظ مثل پرداختہ - شکستہ' بجائے گسستہ استعمال کیا - کشتن' بجائے 'زدن' استعمال کیا - اور 'رودیدہ راشرم' یہ ٹکڑا جو کہا تو اس کے ذہن میں "منہ دیکھے کی شرم" یہ اردو کا محاورہ تھا - زبان کو 'زبون' راندہ کا تلفظ مثل 'پرداختہ' ادا کیا - 'ایشوں' بجائے 'ایشاں' استعمال کیا' یہ اسم اشارہ جماعت کے لئے ھے یہاں مخاطب سے غرض ھے - صوفی مذھب است بجائے صوفی مذھب ھستند کہا - 'می داشتے' بجائے می داشتند - اور 'ندارد' بجائے ندارند - 'ازو' بجائے از شما - امیرالمومنین کی 'ر' کو مفتوح بولا ' اور اِلیہ السلام ( بہ کسرۂ الف ) بجائے علیہ السلام کہہ گیا - 'دوست راغلام است' بجائے دوست را غلام ھستم کہا - 'اسی طرح مرد خوب را بندہ' بمعنی بندہ ام - 'ندارد' بجائے 'ندارم' استعمال کیا - مُوہ ( واؤ معروف ) بجائے 'ماہ' - اور 'مو' بجائے 'ما' - 'نہ پرسیدی' بجائے نہ پرسیدند - 'آں قدر' بجائے ایں قدر - 'ایں تو' بجائے 'اینکہ' یا بجائے 'ایں خود' -

## مرزا کاظم اصفہانی کا سوال

قبلہ خیلے مشتاق خدمت بودیم ایں وقت
که جناب از درس وتدریس فارغ شدہ اند

یحتمل که چیزے هم نه خوردہ باشند ۔بعد از طعام قہاولہ هم ضروراست ۔ اگر حکم شود حاضر باشم واگر بفرمائید باز به خدمت برسم ، هنوز که دہ دوازدہ روز ایلنجا هستم چه عرض بکلم که فلک کج رفتار دست از بازیہا برنمی دارد ، والا چند روز خدمت آب وضوے ملازماں کردم ، چند شبه که در شرح اشارات به خاطر داشتم و جواب آنها اند کے عسیر می نماید به آسانیء تمام از جناب بر طرف می‌شد ، واے واے ایں جا قدر ملازماں راکه می داند ، برابر یک سبزی فروش یا چونه پزِ ایراں اوقات ندارید ، قبله بیا ، به ولایت برویم —

## مولوی عبدالفرقان کا جواب

ارے برهان لائیس از فصحت و بلغت آں باذعان دانستی شدی که مولد ایشوں از خوک پوک ایراں بودی ۔ ارے برهان لائیس او بلبل هزار داستاں رانعم البدل بود ، من بایں فصحت کسے مغل را ندیدہ است ، همیں که او گوهر سخون رابه منقبهٔ بهاں

سفتہ، ارے برہان لائیس من دانستیم کہ
وے مالک زبون است، ارے برہان لائیس
من طعام را خارج می خوریم و خسپیدگی را
نمی خواهیم، تا او شستہ است گپ زدئی
و جمیع شکوک را ارے برہان لائیس بلک کل
مافی بالہ پاسخ دادی خواهد شد، و ازیں
کہ اوراشوق بہ سوے کتب معقول هست
ارے برہان لائیس غنچۂ خاطر ایں کس گل
گل بشگفت، انشا اللہ تعالیٰ عظم شانہ و لا
یحاط احسانہ، ارے برہان لائیس دیگر چار چہ
هم انشا اللہ تعالیٰ از قسم شعر خواهد شدن -

هر کجا در عالم امکاں هست گرمی صحبتی
بیگما شمع زبان شعرا در اں بزم روشن است

مغل اور مولوی کی گفتگو ختم هوئی، اب حضرت مولوی کے کلام کی شرح سننی چاهئے -

'ارے برهان لائیس' ان کا سخن تکیہ هے جیسے لالہ مکتاپرشاد کا 'هگا هگا' تھا - 'فصحت و بلغت' اسی طرح بغیر الف کے - 'آں' بمعنی شمایعلی عالی قدر - 'دانستی شدے' بجاے دانستہ شدہ ایسے تلفظ پر غور کرنا واجب هے - 'ایشوں' بجاے ایشاں بمعنی شما - 'خوک پوک' بہ

غلبۂ تمغل نے ' خاک پاک ' کی مٹی عزیز کی ھے - ' ایروں ' بجاے ایران - ' بودی ' بجاے بودہ - ' او ' بمعنی شما - ' کسے مغل ' بجاے ھیچ مغل - ' فدیدہ است ' ندیدہ ام کے بدلے - ' سخون ' در اصل سخن کے معنی میں ھے اور صحیح ھے ۔ لیکن جناب مولوی صاحب نے اپنے وطن شریف کے لہجہ سے معمول ھو کر واؤ معروف بڑھا دیا - ' من دانستیم ' من دانستم کے بدلے - ' وے ' بجاے شما - ' زبوں ' زبان کی جگہ ' مغلیت کے غلیان کی وجہ سے - ' شستہ است ' بجاے نشستہ است - ' گپ زدگی ' بجاے گپ خواھم زد - ' بلِک ' ( ب مفتوح ' لام مکسور ) ترقیِ کلام کے لئے - ' کل مافی بالہ ' مراد ھرچہ دردل اوست ( جو کچھہ اس کے دل میں ھے ) مولوی صاحب کی مراد یہ ھے کہ جو کچھہ تمھارے دل میں ھے ' کیونکہ وہ مخاطب کے لئے ضمیر غایب استعمال فرماتے ھیں - ' دادی خواھد شد ' بجاے دادہ خواھد شد - ' کتب معقول ' فک اضافت کے ساتھہ بولے - ' این کس ' بمعنی من ( میں ) - ' چار چہ ' بجاے چرچہ - ' خواھد شدن ' بجاے خواھد شد اس کے ساتھہ انشاء اللہ تعالیٰ کا صرف بے محل ھے - [ شرح شعر ] ' عالم امکاں ' میں عالم کا کسرۂ اضافت غایب ھے - ' گرمی صحبتے میں کسرۂ اضافت غتر بود ھے - ' شعرا ' عذرا کے وزن پر آیا ھے - زبان شعرا '

میں نون غنہ بولتا ھے - اگر صحیح پڑھیں یعنی زبان کے ساتھہ اضافت اور شعرا کے عین کو زبر کے ساتھہ پڑھیں اور 'بزم' کے میم کو بھی ظاھر کریں تو مصرع تقطیع میں گر جاتا ھے' وزن سے ساقط ھوجاتا ھے —

سید انشا کی ملاقات مولوی حیدر علی سے

اسی زمانے کا ایک عجیب واقعہ ھے کہ میرے بعضے عزیز سندیلہ گئے تھے - جناب مولوی حیدر علی صاحب کی بہت تعریف سن کر جو معقولیوں کے جیّد عالم ھیں مجھے ان کی ملاقات کا اشتیاق تھا' اور میں چاھتا تھا کہ سندیلہ جانے کی کوئی تقریب ھو تو ان کی ملاقات کا شرف حاصل کروں - حسن اتفاق سے مولوی صاحب موصوف کسی ضرورت سے لکھنؤ تشریف لے آے اور اسیامؤ میں جہاں عبدالرحمن خاں قندھاری کے رسالے کا پڑاؤ ھے تھیرے - راقم یہ مژدہ سنتے ھی جلد سوار ھوکر آپ کی خدمت میں حاضر ھوا - اور اس واسطے کہ برابر والوں میں میرا اعتبار بڑھے اپنا غیر منقوط قصیدہ جس کا نام " طور کلام " ھے اور جس کے آخری شعروں میں کئی صنعتیں رکھی ھیں ساتھہ لیتا گیا - اس خیال سے کہ اگر ان کو پسند آگیا تو میری عزت ھے - میں نے قصیدہ سنایا جناب معظم نے اسے سن کر اس ھیچمداں کی بے حد تعریف کی - چونکہ کمترین نے والد مرحوم

کے وقت میں منطق اور فلسفہ کی درسی کتابیں پڑھی تھیں اور مدت سے شعر کے عشق دوستوں کی صحبت، فکر معاش اور تلاش کی چپقلش کی وجہ سے اب ان کے مطالعہ کا شوق نہیں رہا تھا اور ان موضوعوں پر جو کچھہ پڑھا تھا بھول گیا تھا - موصوف کی خدمت میں علمی مسئلوں سے متعلق گفتگو کے بدلے شعر و سخن سے صحبت گرم کرنا میں نے تنگ ظرفی خیال کیا - اس وجہ سے میں نے عرض کیا کہ سنا ہے کہ جناب عربی، فارسی اور هندی تین زبانوں میں شعر کہتے هیں، اگرچہ بندہ کی لیاقت اتنی نہیں کہ جناب والا کا کلام سمجھہ سکے لیکن اگر میری سمجھہ کے لایق تبرکاً کچھہ ارشاد هو تو ذرہ نوازی اور بزرگانہ شفقت سے بعید نہ هوگا - آپ نے ارشاد کیا کہ میر انشاء اللہ خاں درست فرماتے هیں کہ میں ان تینوں زبانوں میں کچھہ کہہ لیتا هوں، لیکن چونکہ انسان اپنی زبان پر اور زبانوں سے زیادہ قدرت رکھتا ہے اور جو بھروسا اسے اپنے ملک کے لہجے پر هوتا ہے وہ غیر ملک کی زبان پر نہیں هوتا اس وجہ سے التماس ہے کہ جن پر مجھے اطمینان ہے وہ هندی شعر هیں - میں نے کہا اس سے اچھا کیا ہے، کچھہ فرمائیں - آپ نے کمال مہربانی سے

وہ قصیدہ جو اُن دنوں سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت میں موزوں فرمایا تھا سنایا - اس کا صلہ اُن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عطا فرماے گا - سننے کے بعد بندۂ عاصی نے وہ قصیدہ ان سے لے لیا ' اسے سن کر [ روح کو ] ایسی فرحت ہوئی کہ کبھی نہ ہوئی تھی کیونکہ اہل مجلس کی تفریح طبع کے لئے اس کا ہر مصرع زعفران کا ایک قطعہ تھا - جی میں آیا کہ اس کو خمسہ کروں تاکہ دنیا میں یادگار رہے - خدا کا شکر ہے کہ یہ مہم آسانی سے تمام ہوئی - یہاں فن ایراد [ تنقید ] کے طالبوں کے فایدے کی غرض سے اس قصیدے کی دو بیتیں نقل کرتا ہوں :-

رسول حق کا محمد نبی خیرانام
اے فخر کون و مکاں تجھہ اوپر درود و سلام
ہے امر ہم کو بھی صلّوا و سلّمو تسلیم
ہے امتثال امر کا واجب اے مومناں مدام

**فاضل آدمی اور شعر**

کچھہ دنوں بعد الماس علی خاں بہادر کے ساتھہ سندیلہ جانے کا اتفاق ہوا ' پھر مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا اور وُہ مخمس سنایا ' آپ کی نازک پسند طبیعت نے بہت پسند کیا اور اُسی وقت اس کی نقل لے لی —

علم و فضل اور شاعری

یہ سمع خراشی اس غرض سے کی گئی کہ بعضے عقل کے دشمن اس وہم میں گرفتار ہیں کہ فاضل آدمی شعر کو اپنے علمیت کے پایہ سے پست جانکر اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، ورنہ تھوڑی سی توجہ سے جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔ یقیناً ان کا کلام شعرا کے کلام سے بہتر ہوگا۔ اور چند بے ربط شعر جیسے کہ قصیدۂ مذکور کے ہیں ان بزرگوں کی زبان سے سن کر ان کو معانی کا سمندر اور نوادر کا خزانہ خیال کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ شاعری روح القدس سے نسبت کے بغیر ناممکن ہے۔ مرزا رفیع اُمی ہوگا تو بھی شعر اس فصاحت اور بلاغت سے کہے گا، اور قصیدۂ مذکور کا مصنف اس علم و فضل کے باوجود ناسمجھی سے قدم اٹھاے یہ عبرت کا مقام ہے۔ اور سب سے بڑھکر تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ کے طالب علموں کے اعتقاد میں آپ میرزا ہیں، آپ نے فارسی لہجہ اہل ایران سے سیکھا اور زبان اردو بھی شاہجہان آباد میں سیکھی اور چونکہ حکماے یونان علم موسیقی میں بھی جو علم ریاضی کے اصول اربعہ سے ہے ماہر اور مشاق ہوا کرتے تھے اس لئے مولانا بھی 'عشاق' 'عراق' 'حجاز' اور 'بیات' وغیرہ فارسی راگ کے مقام کو جانتے ہیں اور

' بھیروں ' ' بھباس ' ' بھیروی ' ' للت ' ' رام کلی '
' کہت '' گن کلی '' بھٹیار ' ' سگھرئی' ' سوھا ' ' گوجری'
' گندھار'' اساوری' ' توری' ' بلاول' ' الھیا ' ' دیوگری'
اور دوسرے راگ اور راگنیوں کو ان صبح کی راگنیوں
کی طرح خیال امیں رکھتے ھیں ' اور کبھی کبھی اپنے
خاص چمکادر صفت شاگروں کے سامنے خیال * کا کرداد
طلب کرتے ھیں - اس عقل کے قربان ھونا اور اس شعور
کے صدقے جانا چاھئے - جب گانے میں مضایقہ نہیں تو
طبلہ سارنگی بجانے میں کیا عیب ھے ۰ ایسی مجلس کا
کیا کہنا کہ اس میں علما اکٹھے ھوں اور ان میں سے ایک
جوڑی پر تھاپ مارے اور دوسرا کوئی اور ساز بجاے اور
ایک اور اس دھن میں تانیں اڑاے :-

انظر اِلینا اومیاں چہرے والے
ضاق المجال علینا سانون بھی اپنے کول بلالے
بہجرک میڈی جان اِجلس بین یدیدا
بھویں تہاری مانو بھالے

جب کہ جناب مولانا اس تحقیق اور تفتیش کے با وجود رکھتے

* کلا سیکل موسیقی میں جسے عموماً پکا گانا کہتے ھیں ' ڈھرپد ' اور ' خیال '
ھیں ' ' خیال ' تان سین کی ایجاد ھے ' چونکہ دھرپد کے محاسن فطرتی اور
اس کے صناعی اور نازک خیالی پر مبنی ھیں ' اسی لئے شاید اسے ' خیال '
کہنے لگے - ( مترجم ) —

کو اس صحت، درستگی اور موزونی کے ساتھہ ادا کرتے ہیں تو مولوی عبدالفرقان اگر فارسی میں وہ گل کھلائیں جس کا ذکر آچکا ہے تو کیا گناہ ہے۔

**عورتوں کی زبان** اِسی طرح شاہ جہان آباد کی گرھستی اور بازاری عورتوں کی زبان لکھنؤ کی اسی حیثیت کی عورتوں کے مقابلہ میں بعینہ ایسی ہے جیسی مولوی کرم الرحمن ملقب میاں بچئی کی ھکلی * لونڈی کی زبان براتی بیگم اور موتی خانم کی زبان کے مقابل ہے، یا میر غفر غینی ویائی کا کلام کوچۂ بلاقی بیگم (دھلی) کے پری پیکروں کے ساتھہ، یا تھا کر باد ام سنگھہ ساکن آؤ کی بے تکلف گفتگو تفضل حسین خاں علامہ کے ساتھہ —

براتی بیگم کا سوال

"اری سر مونڈی باندی تو اتنا جھوٹھہ
کیوں بولتی ہے، اللہ کرے تیری بوٹی

---

* اصل فارسی الکن کنیز کی صفت آئی ہے، اگرچہ اس کا ترجمہ 'ھکلی' کر دیا گیا ہے لیکن اس کے کلام کے نمونے سے اس کی زبان میں ھکلاھٹ نہیں بلکہ ایک قسم کی تتلاھٹ پائی جاتی ہے، جسے طب کی اصطلاح میں لثغہ کہتے ہیں — (مترجم)

بوتی اوپر والیاں لے جائیں، اُرجاے تو خیلا
خلدی، میں نے کب ستیاناس گئی تیرے میاں کی
جورو کا گلہ کیا۔ کہلے والی کو علی جی کی مار
ہووے، ڈرپے تیرے دیدے سے، بیٹھے بٹھاے
کیا اُشغلا اُتھایا ہے، بھس میں چلگاری ڈال
جمالو دور کھڑی"۔

کلام موتی خانم

اے صاحب آپ کیوں باندی بلد وڑوں کے
منہ لگتی ہیں، ایسی باتوں سے ہوتا کیا
ہے، زناخی ہم تو آگے ہی یہ بات جانتے
تھے کہ اس زمانے میں غریب پر رحم کرنا
اچھا نہیں، پر کیا کریں اندر والا کمبخت
نہیں مانتا، کیا جانئے ایسے کرتوتوں سے
کیا جتن ہوتا ہے، اس چڈو کا کیا دوس
ہے کردۂ خویش آید پیش —

مولوی کرم الرحمٰن کی کلیز کا جواب

بیڈم صاحب، اِھتاں تھڈاے جانت ہے جو
میں تجھہ بھی تھے ہوں ترم سبھی میاں
اتھے رھیں، میں تو بولوں نہ چالوں جن آپ
سن آے یہ بات تھس ہے اور مورا نام

لھس ھے آ ءتی ... ماں بانس تے دیوں میں
تو جھٹی نا ھیں ترت تہہ جاؤں تم بی بی
موری تا دِلاھئو میں تو بل بل جاؤں '
تمرے تترے تے آسرے پہ آوت رھوں' اور
تمرا صد تا تھاوث رھوں اور تھا نم صاحب
ملہ تاتھن رھے تہ ھیاں تی توئی بات باھر
تھی توتی اپنا تھا پی ھے سو میں اب تا بورانی
رھوں جو بی بی سن تھوں تہ بیدم صاحب اور
تھا نم صاحب تم تاں برا تھت رھیں اور تمرا
دلارت رھیں تحتیت تروجہ ... جری تنیو
تھس ھوے وھتی نات تات تارو مینہ
تاتران تی تسم اور سلم جھدیں ترپامیں
فانہیں بولوں " ۔

بی نُورن کسبی کا کلام میر غفر غینی ویائی سے:-

" اجی آؤ میر صاحب تم تو عید کے
چاند ھوگئے ' دلی میں آتے تھے دو دو پہر
رات تک بیٹھتے تھے اور ریختے پڑھتے تھے
لکھنؤ میں تمھیں کیا ھوگیا کہ کبھیں تمھارا
اثر آثار معلوم نہ ھوا ' ایسا نہ کیجیو کہیں
آنکھوں میں بھی نہ چلو ' تمھیں علی کی

قسم علی آٹھوں میں مقرر چلیو" ۔

[ پہلے میر غفر غینی ویائی کا تعارف ضروری معلوم ہوتا ہے، ان کے آلات نطق میں ایک نقص تھا ] ۔ گفتگو کے وقت 'لام' اور 'راء' اکثر 'غین' ہو کر اور کبھی 'ي' ہو کر ان کی زبان سے نکلتے ہیں ۔ ان کی ہیئت کذائی یہ ہے کہ کالا رنگ' کوتاہ قد، موٹی گردن ' لمبے کان ' پگڑی کی بندش بعض بوڑھے قند سازوں کی سی ' پگڑی کا رنگ سبز یا اگرئی ورنہ اکثر سفید، کبھی گلاب کا پھول پگڑی کے ایک طرف اڑس لیتے ہیں' اور جسے اصطلاح میں 'جامہ' کہتے ہیں وہ پہنتے ہیں، جو ان کے جسم پر خوب پھبتا ہے ، موٹا لٹھہ کپڑا پہنتے ہیں باریک کپڑے سے اس لئے پرہیز کرتے ہیں کہ اسے عورتیں پہنتی ہیں ' ان کی ساری پوشاک پر ڈھائی روپیہ صرف ہوتے ہیں ' جامہ کی چولی چھاتی پر آتی ہے اس کے اوپر ایک پستولیہ ڈوپٹہ اس طرح ڈالتے ہیں کہ اس کا دامن زمین پر جھاڑو دیتا ہے ' دانتوں میں مسی لگاتے ہیں ' زرد بانات کی جوتی جس کے پنجے کے اوپر بیچوں بیچ جھوٹے سنہری تاروں کا ایک ستارہ بنا ہوا ۔ اب کہ ان کی ہیئت معلوم ہو گئی کسبی عورت سے ان کا کلام سنئے : —

"اجی بی نوفن یہ بات کیا فغماتی ہو
تم تو اپنے جیوفے کی چین ہو یغ کیا کہیں
جب سے دفی چھوٹی ہے کچھہ جی افسغدہ
ہوگیا ہے، اوغ شعغ پغھنے کو جو کہو تو
اس میں بھی کچھہ غطف نہیں غہا،
مجھہ سے سنیے اوغ غیغتے میں اُستاد میاں
وفی ہوے انیغ توجہ شاہ گلشن صاحب کی
تھی، پھغ میاں آبغو اوغ میاں ناجی اوغ
میاں حاتم پھغ سب سے بہتغ مغزا غفیع
السودا اوغ میغ تتی صاحب پھغ حضغت
خواجہ میغ دغد صاحب بغدا غاہ مغقدہ
جو میغے بھی اُستاد تھے - وہ غوگ تو سب
مغگئے اوغ ان کی قدغ کغنے واغے بھی جاں
بحق تسغیم ہوے اب غکھنؤ کے جیسے چھوکغے
ہیں ویسے ہی شائغ ہیں اور دغی میں
بھی ایساہی کچھہ چنچا ہے تخم تاثیغ
صحبت کا اثغ - سبحان زماہ یہ کون میاں
جغئت ہیں بغے شائغ کوئی ونسے پوچھے تو
تمہاغا خانماں کس دن شعغ کہتا تھا اوغ
غضا بہادغ کا کونسا کغام ہے - اوغ میاں

مصحفی که مطلق شعور نهیں رکھتے اگر پوچھیے
که ضرب زید عمراً کی ترکیب تو ذرا بیان
کرو تو اپنے شاگردوں کو همراه لیکے لڑنے آتے
هیں - اور میاں حسرت کو دیکھو اپنا عرق
بادیان اور شربت اناریں کو چھوڑ کے
شاعری میں آکے قدم رکھا هے - اور میر انشاء
الله خاں بیچارے میر ماشاء الله کے بیٹے
آگے پیرزاده تھے هم بھی گھورنے کو جاتے تھے
اب چند روز سے شاعر بنگئے - مرزا مظہر
جانجاناں صاحب کے روز مرے کو نام رکھتے
هیں - اور سب سے زیاده ایک اور اور سنیے
که سعادت یار طہماسپ کا بیٹا انوری
فیرختے کا آپ کو جانتا هے ' رنگیں تخلص هے -
ایک قصّا کہا هے - اس مثنوی کا دلپذیر نام
رکھا هے ذلذیوں کی بولی اُس میں باندهی
هے - میر حسن پر زهر کھایا هے ' هر چند
اس مرحوم کو بھی کچھه شعور نه تھا بدر منیر
کی مثنوی نهیں کہی گویا سانڈے کا تیل
بیچتے هیں - بھلا اس کو شعر کہوں کر
کہیے سارے فورٹ رکھلو کے اور دلی کے لوگ ی

سے فیکر مغد تک پغھتے ھیں —

چغی واں سے دامن اُتھاتی ھوئی
کغے کو کغے سے بجاتی ھوئی

سو اس بچپا فے فلگھن نے بھی اسی کے طوغ پغ قصہ کہا ھے کوئی پوچھے کہ بھاگی تیغا باپ غساغ داغ مسغم' غکھن بیچپا فا بغچھی بھاغے کا غکھنے واغا' تیغے کا چغانے واغا تھا تو ایسا کہاں سے قابغ ھوا - اوغ کغھائی چن جو بہت مزاج میں فلدی بازی سے آ گیا ھے تو فیختے کے تئیں چھوغ کغ ایک فیختی ایجاد کی ھے اس واسطے کہ بھغے آدمیوں کی بھو بیٹیاں پنھکغ مشتاق ھوں اوغ اُن کے ساتھہ اپنا منہ کا فا کغے بھغا یہ کغام کیا ھے کہ : —

یہاں سے ھے کے پیسے دوغی کہا غو

اوغ نچوغی انگیا اوغ نگوغی انگیا اوغ مغوغی انگیا - اوغ مغد ھو کے یوں کھئے :—

کہیں ایسا نہ ھو کمبخت میں مغی جاؤں

اوغ ایک کتاب بنائی ھے اس میں فلد یوں کی بوفی فکھی ھے- اوپغ واغیاں چیغیں' اوپغ

واغا چاند ' اجغی دھوبن ' اندغ واغا
دغ ' اوغ سہ گانہ دو گانہ یگانہ زناخی
افایچی دوست - اوغ میغے میں جانے کا
کونسا غطف ھے ' کس واسطے کہ غکھنؤ کے
گانے واقے بھی غونڈے یا غلڈیاں ھیں -
اگغ غونڈے کو دیکھو تو دو پٹے بھغوے
سوفے کے بڈائے ھوے یاد ھیں - سلدہ
یا جلگغا یا کافی کے سوا بھنک کان میں
نہیں پغی - عجب طغح کے بوغ کہ فہم
میں نہیں آتے - گذا غادم کسی طغح ھو
جاندا یاغ سہاغ پیغ دھغنا وغیغی صحغا
مجلوں دا - اوغ کپغے بھی دیکھو تو نئی طغح
کے ' سغ میں بیغیاں رکھے ھوے اوغ چوغی
بھی انگغکھے کی چوتغوں کے اوپغ ' اوغ
زاغ کے پائنچے بھی ڈھیغے ' اوغ جوتا بھی
بغچھو دانی داغ ' غاحوغ وغا قوت اغا بغاہ -
اوغ غلڈیاں بھی توتپے کے سوا کانے سے غبط نہیں
غکھتیں ھیں - چیغے واغا یاغ میغادے میہی واغا
یاغ میغادے ناجاوے مدغم ناجا کبھی توسادغی
ماں کغادے اوغ جاغی کی گُغتی اوغ کاچ کی

انگیا اوغ دوپٹہ بھی کاچ کا اوغ پینو بھی
کھفا ھوا اوغ پائنجامہ بھی بے تغھلے دھیغے
یا نیچے اوغ ازاغ بلد کا دوغ بھکی بلا اوغ
ناچنے میں مطغق نہ بتانا نہ سین نہ بھن
اوغ نہ گاتے گاتے سامنے آکے دامن پساغ کے
بیٹھنا ایسی پھوھغ بے سغیقہ سب کی سب
کہ دوکوڑی کے بیغ ان کے ھاتھہ سے کھانے
کو جی نہیں چاھتا- اوغ جب مزے میں
آویں گی تب ٹھمغی گاویں گی اوغ ٹھمغی
بھی ایسی بغی کہ نعوذ بغاہ بھغا اس کے
کیا معنے - میغی گغی پو پھیغ یا ھو ھتھیا
چغھہ کے ایغو پیا موغا غوک جانیں سغداغ
آیو ھو- اوغ اس پھوھغ پے پغ آپ کو کغم
بھی جانتی ھیں اوغ ھغ ایک بغے آدمی سے
ٹھٹھا کغنے کو مستعد ھوجاتی ھیں اوغ پھبتی
بھی کہتی ھیں مجھہ کو ایک غنڈی دیکھہ
کے کہنے غگی غاغاجی تم کہاں سے تشغیف
غاے ھو- میں نے کہا جھوٹی کی ماں کی
...... سے' کہنے غگی تم تغعی کغ ھو' میں
نے کہا کہ تم بھی اپنی دیغ کو دفست

کغواغو، قیں قیں قیں قیں قیں قیں- اوغ
ایک زمانہ وہ تھا کہ بی کھدبا بائی اوغ
بی چملی بائی تھیں، گغ اناغ جوغا ھے تو
سبز انگیا، اوغ سبز جو غاھے تو گغ اناغ
انگیا، اوغ تانگوں میں بھی تنگ ازاغ
کمخاب کی ایسی کہ چاغ گھغے میں کھینچو
تو کھلچے، اوغ نیچے ھٹے- اوغ ناک میں
نتھہ، اوغ کغتی گغے میں، پغ تکما خوبصوغت
سایا قوت کایا ھیغے کا یا زمغد کا اوغ بھاغ
دے غہا ھے- اوغ اس حسن و جماغ پغ ماغے
شغم کے سغ اُتھا کے ندیکھنا اوغ بوغنا بھی
تو معقوغی بوغنا، اوغ مندغ طنبوغے بغیغ
کبھی نہ گانا اوغ غوندے بھی ایسے کتھک
کے، کہ جن کو دیکھہ کے پغی بھی بھچک
غہجاے- ساغے سغ میں باغ کسی کے گغے میں
فاختائی جوغا اوغ کسی کے گغے میں
طوطئی اوغ کسی کے گغے میں غاغ- قطب
صاحب کی امغیوں تغے چھاؤں تغے دس یاغ
نے جہاں بیٹھہ کغ اُس کو بغایا اوغ ناچ
شغوغ ھوا تہاں ھغ ایک طغف ناچنے ناچتے

سھن ہدا کے غو بغو آکغ بیٹھہ گیا - ھغ ایک نے پیسے ڈب میں سے نکاغ کغ دیلے شغوع کیے ۔ مثغاً چاغ فغوس جو تم نے دیے تو پانچ فغوس میں نے بھی دیے- اسی طغح سے ایک پھیغے میں باغہ ٹکے بغکہ پلدفہ ٹکے کماغیے اوغ بیٹھے بیٹھے اُسی عاقم کے بیچ دو ٹکے تملے ڈب سے نکاغے تو تین ٹکے میں نے بھی نکاغے، اوغ کسی یاغ نے چھہ پیسے کسی یاغ نے تین پیسے آٹھہ نو ٹکے کی تغشکغی، دمغی ٹکے کی پاو سیغ کے حساب سے فیکے آدھی اُس غوندے کو حواغے کی اوغ آدھی میں ٹکغا ٹکغا سب یاروں نے کھایا اوغ کسی آپ غواں کے کناغے دغخت کی ڈاغی میں جھوغا جو پغا ہوا ھے تو وھاں دو چاغ پغیزاد کھغے ھیں ایک طغف کوئی صاحب کماغ غزغ ایسی ھی کھغا پغھتا ھے کہ جس کے ھغ ایک مصغے سے مغغفت پغی ٹپکتی ھے ایک غزغ کے دو شعغ تو بندے کو بھی یاد ھیں : —

پغدے کو اُغت کغ مکھغے سے جب ہاغ نے جغواد کھفا یا
نب چھپ کے بشکغ انسانی نام اپنا محمد غکھوا یا

دغیغ ھے وصف اُس گیسو کا ابغو کو ھغاغ نہ کہونکہ کہوں
مازاغ کا سغما عغش پہ جا آنکھوں میں زوغ ھے کھغوایا
اوغ کوئی بندہ خدا کا یہ سہ حغفی پنغہ غہا ھے

## نظم

اغف' اغاہ کو تو واحد جان     ب' بدی کا تو نہ غادغ میں دھیان
ت' توئی اوغ منی سے تو گذغ     ث' ثبات قدمی اغغی جان
ج' جی دوست پہ کغ دغ سے نثار     ح' حیا کو سمجھہ جیوں ایمان
خ' خغدپغ نہ ھوا اتنا نازان     داغ' داداغ کو بھی ٹک پہچان
ذاغ؛ ذلت ھے بغی خواھش میں     غے' غب اپنے کو نہ بھول اب اک آن
ز' زمانے میں غہ جوں شیر و شکغ     سین' سب زغی ھیں خوغ شین کی شان
شین' شکغ اپنے خدا کا کیجیے     صاد' صوغت کو نہ پوچ اے ناداں
غاد' ضد حشم و جاہ ھے قغغ     طوے' طاغب ھے خدا کا انسان
ظوے' ظاغم کو نہ کہیے اچھا     عین' عاغم ھے خدا کی برھان
غین' غنچے کی طغح تنگ نہ غہ     ف' فدا یاغ پہ کیجیے سو جان
قاف' قدغت سے خدا کی معموغ     کاف' کغیے سے مشکغ آسان
غام' غازم ھے عبادت حق کی     میم' مغنا ھے مغی جان ندان
نون' نادان سے نہ کیجیے یاغی     واؤ' واجب ھے سبھوں پغ احسان
ھے' ھدایت کی کغو جست و جو     ی' یقیں تیرا ھے غھیغ مغی جان

[میر غفر غینی کی گفتگو صاف زبان میں یوں ھوگی -

" اجی بی نورن ! یہ کیا بات فرماتی ھو، تم تو اپنے جوڑے کی چین ھو، پر کیا کہیں، جب سے دلی چھوڑی ھے کچھہ جی افسردہ ھوگیا ھے، اور شعر پڑھنے کو جو

کہو تو اس میں بھی کچھ لطف نہیں رہا - مجھ سے سنیے ریختے میں اُستاد میاں 'ولی' ہوئے' ان پر توجہ شاہ گلشن صاحب کی تھی - پھر میاں آبرو اور میاں ناجی اور میاں حاتم - پھر سب سے بہتر مرزا رفیع السودا اور میر تقی صاحب پھر حضرت میر درد صاحب برداللہ مرقدہ جو میرے بھی اُستاد تھے وہ لوگ تو سب مرگئے اور ان کی قدر دانی کرنے والے بھی جان بحق تسلیم ہوئے اب لکھنؤ کے جیسے چھوکرے ویسے ہی شاعر ہیں' اور دلی میں بھی ایسا ہی کچھ چرچا ہے' تخم تاثیر صحبت اثر- سبحان اللہ' یہ کون میاں جرأت' بڑے شاعر پوچھو تو تمہارا خانماں [آزاد نے اسے 'راے ماں' لکھا ہے *] کس دن شعر کہتا تھا اور رضا بہادر کا کون سا کلام ہے- اور وہ دوسرے میاں مصحفی' کہ مطلق شعور نہیں رکھتے' اگر پوچھیے کہ 'ضرب زیدٌ عمراً' کی ترکیب تو ذرا بیان کرو' تو اپنے شاگردوں کو ہمراہ لیکر لڑنے آتے ہیں - اور میاں حسرت کو دیکھو' اپنا عرق بادیان اور شربت اناریں چھوڑ کے شاعری میں آگے قدم رکھا ہے' اور میر انشاءاللہ خاں' بچارے میر ماشاءاللہ خاں کے بیٹے' آگے پری زاد تھے' ہم بھی گھورنے جاتے تھے' اب

* عبدالحق -

چند روز سے شاعر بن گئے - مرزا مظہر جان جاناں کے روز مرے کو نام رکھتے ہیں - اور سب سے زیادہ ایک اور سلیے کہ سعادت یار طہماسپ کا بیٹا ' انوری ریختے کا آپ کو جانتا ہے - رنگین تخلص ہے - ایک قصہ کہا ہے ' اُس مثنوی کا دل پذیر نام رکھا ہے ' رنڈیوں کی بولی اس میں باندھی ہے ' میر حسن پر زہر کھایا ہے - ہر چند اس مرحوم کو بھی کچھہ شعور نہ تھا ' بدر منیر کی مثنوی نہیں کہی ' سانڈے کا تیل بیچتے ہیں - بھلا اس کو شعر کیونکر کہیے ' سارے لوگ لکھنؤ کے اور دلی کے رنڈی سے لیکر مرد تک اسے پڑھتے ہیں - بیت

چلی وہاں سے دامن اُٹھاتی ہوئی کڑے کو کڑے سے بجاتی ہوئی

سو اس بچارے رنگین نے بھی اسی طور پر قصہ کہا ہے ' کوئی پوچھے کہ بھائی ' تیرا باپ رسالدار مسلم ' لیکن بچارا برچھی بھالے کا چلانے والا تھا - تو ایسا قابل کہاں سے ہوا - اور کراهی پن [ یا کلاھی پن ' معلوم نہیں یہ کیا لفظ ہے ' لیکن آزاد نے شہد پن کا لفظ لکھہ دیا ہے اور اس لفظ کو صاف اُڑا گئے ہیں ]* جو بہت مزاج میں رنڈی بازی سے آگیا ہے ' تو ریختے کے تئیں چھوڑ کر ایک ریختی ایجاد کی ہے - اسواسطے کہ بھلے آدمیوں کی

* عبدالحق -

بھتیاں پڑھکر مشتاق ہوں اور ان کے ساتھ اپنا منہ کالا کرے، بھلا یہ کلام کیا ہے - (ع)

یہاں سے ہے کے پیسے ڈولی کہارو

اور نچولی انگیا اور نگوڑی انگیا اور مروڑی انگیا- اور مرد ہو کے یوں کہے ع :- کہیں ایسا نہو کمبخت میں ماری جاؤں- اور ایک کتاب بنائی ہے، اُس میں رنڈیوں کی بولی لکھی ہے - اوپر والیاں، چیلیں - اوپر والا، چاند - اُجلی، دھوبن - اندروالا، دل - اور سہ گانا، دوگانا، یگانا، زناخی، الایچی (بمعنی) دوست - اور میلے میں جانے کا کون لطف ہے - کس واسطے کہ لکھنؤ کے گانے والے بھی لونڈے یا رنڈیاں ہیں- اگر لونڈے کو دیکھو تو دوپٹے بھڑوے شولے کے بنائے ہوے یاد ہیں سندھ یا جنگلا یا کافی کے سوا بھنک کان میں نہیں پڑی - عجب طرح کے بول کہ فہم میں نہیں آتے —

گدالا دم دادے کسی طرح ہوجاندا یار سمہال
پھر دھرونا و لیلی مجنوں دا

اور کپڑے بھي دیکھو تو نئی طرح کے، سر میں ببریاں رکھے ہوے، اور چولي انگرکھے کی چوتڑوں کے اوپر اور ازار کے پائنچے بھی ڈھیلے اور جوتا بھی برچود انی دار- لاحول ولا قوة الا باللہ- اور رنڈیاں بھی ٹپے کے سوا گانے سے

ربط ھی نہیں رکھتی ھیں - چھڑے والا یار میلاوے مہٹے والا یار میلاوے نا جاوے محرم نا جا کبھی تو ساڈلی ماں گڑاوے - اور جالی کی کرتی اور گاچ کی انگیا اور دوپٹا بھی گاچ کا اور پیڑو بھی کھلا ھوا اور پائجامہ بھی بے تریئے ڈھیلے پائنچے اور ازار بند کا ڈول بھی ایسا کہ بھتی بلا ' اور ناچنے میں مطلق نہ بتانا نہ سین نہ بین ' اور نہ گاتے سامنے آکے دامن پسار کے بیٹھنا - ایسی پھوھڑ بے سلیقہ سب کی سب کہ دو کوڑی کے بیر ان کے ھاتھہ سے کھانے کو جی نہیں چاھتا - اور جب مزے میں آویںگی تب ٹھمری گاویںگی ' اور ٹھمری بھی ایسی بری کہ نعوذ باللہ اس کے کیا معنے ' میری گلی دو پھیریا ھو ھتھیا چڑہ کے آیو پیا مورا لوگ جانیں سردار آیو - اور اس پھوھڑپے پر آپ کو گرم بھی جانتی ھیں ' اور ھر ایک بھلے آدمی سے ٹھٹھا کرنے کو مستعد ھو جاتی ھیں ' اور پھبتی بھی کہتی ھیں —

مجھہ کو ایک رنڈی دیکھہ کے کہنے لگی : " لالا جی ' تم کہاں سے تشریف لاے - میں نے کہا کہ جھوتے کی ماں کی ...... سے " کہنے لگی " تم قلعی گر ھو " میں نے کہا کہ " تم بھی اپنی دیگ درست کروا لو " - تیں تیں تیں تیں تیں تیں !! - اور ایک زمانہ وہ تھا نہ بی کھمبا بائی اور بی چملی بائی تھیں - گل انار جوڑا ھے تو سبز انگیا

اور سبز جوڑا ہے تو گل انار انگیا ' اور ٹانگوں میں تنگ
ازار کمخاب کی ایسی کہ چار گھنٹے میں کھینچو تو کھنچے
اور نچے ہٹے - اور ناک میں نتھہ اور کرتی گلے میں تکمہ
خوبصورت سا یاقوت کا یا ھیرے کا یا زمرد کا اور [ھی]
بہار دے رھا ہے ' اور اس حسن و جمال پر مارے شرم
کے سر اُٹھا کے نہ دیکھنا اور بولنا بھی تو معقولی بولنا
اور مندل طنبورے بغیر کبھی نہ گانا ' اور لونڈے بھی
ایسے کتھک کے کہ جن کو دیکھکے پری بھی بھچک رہ جائے -
سارے سر میں بال ' کسی کے گلے میں فاختائی جوڑا
کسی کے گلے میں طوطکی ' اور کسی کے گلے میں لال '
قطب صاحب کی اِملیوں کی چھانوں تلے جہاں دس
بیٹھہ کر اُسکو بلایا اور ناچ شروع ہوا ' تہاں ہرایک
طرف ناچتے ناچتے سوں بنا کے روبرو آکر بیٹھہ گیا '
ھر ایک نے ڈب میں سے پیسے نکال کر دینے شروع کیے
مثلاً چار فلوس جو تم نے دیے تو پانچ فلوس میں نے بھی
دیے ' اسی طرح سے ایک پھیرے بارہ ٹکے بلکہ پندرہ
ٹکے کما لیے اور بیٹھے بیٹھے اُسی عالم کے بیچ دو ٹکے
تملے ڈب میں سے نکالے تو تین ٹکے میں نے بھی نکالے اور
کسی یار نے چھہ پیسے ' کسی یار نے تین پیسے ' آٹھہ نو ٹکے
کی تلشکری دمڑی ٹکے کی پاؤ سیر کے حساب لیکے '

آدھی اُس لونڈے کو حوالے کی اور آدھی میں ٹکڑا ٹکڑا سب یاروں نے کھایا۔ اور کسی آبِ رواں کے کنارے درخت کی ڈالی میں جھولا جو پڑا ہوا ہے تو وہاں بھی دو چار پریزاد کھڑے ہیں، ایک طرف کوئی صاحبِ کمال غزل ایسی ہی کھڑا پڑھتا ہے کہ جسکے ہر ایک مصرعے سے مغفرت پڑی ٹپکتی ہے۔ ایک غزل کے دو شعر تو بندے کو بھی یاد ہیں†]۔

تفضل حسین خاں علامہ کے شاگرد کی گفتگو
بادام سنگھ کے خدمت گار سے

"اس رئیس الاشقیا بادام سنگھ نے آپ کو کیا قرار دیا ہے کہ رؤس و غطارفہ کے ساتھہ دم تساوی مارتا ہے اور عواقبِ امور سے بے اندیشہ محض ہو کے طوالت تقاریر سے صماخ سامعین پریشان کرتا ہے' زمانے کا حال علی انتہاء شنی ہے یہ بات کچھہ عقل سلیم اور ذہن مستقیم کے نزدیک استحسان نہیں رکھتی، غایتہ مافی الباب یہ کہ سفہاء دھاقین کے اذہان قاصرہ میں مرتسم ہو کہ یہ شخص اکفا و اماثل میں بڑا طنیق، ذلیق اور لوذعی المعی لا یکل لسانہ فی الکلام ہے، لو فرض و سلم کہ کوئی

† صفحات ۹۳، ۹۴ پر اصل گفتگو کے سلسلے میں درج ہیں۔

اس کے مزخرفات پر فرط اخلاق سے راد نہ
ہو تو پھر بھی اس کی مساوات ان اشخاص
منیع القدر کے ساتھ ماموتی کے زاویتیں
کے طرح ساقین کی تساوی کے سبب ثابت
نہ ہو سکے گی"۔

علامہ تفضل حسین خاں کے شاگرد کے کلام کی شرح

رئیس الاشقیا، بد بختوں کا سردار - رؤس و فطارنہ، دونوں کے معنی سرداروں - عواقب امور، انجام کار، نتیجے - طوالت تقاریر، تقریروں کی درازی، طول کلام - صماخ سامعین، سننے والوں کے کان کا پردہ - انحاء شتیٰ، بہت قسمیں، طرح طرح کا - غایۃ مافی الباب، مقصود کا ملتہا، مرکوز خاطر - سفہائے دہاقین، کمیلے گنواری وضع کے - اذہان قاصرہ، کند یا چھوٹے ذہن - مرتسم، منقوش - اکفا واماثل، ہم چشم، ہم سر - طلیق و ذلیق، تیز زبان اور خوش کلام - لو زرض وسلم، اگر فرض کیا جائے اور تسلیم کیا جائے - لوذعی الھی، تیز رائے - لایکل اسانہ فی الکلام، گفتگو میں اس کی زبان نہیں رکتی - مزخرفات، بیہودہ باتیں، یا وہ گوئی - راد، رد کرنے والا - منیع القدر، بلند مرتبہ والا - ماموتی، اقلیدس کی ایک شکل جس میں مثلث متساوی الساقین کے ضلعوں کو

برابر ثابت کیا جاتا ہے ' یعنی اس سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ بادام سنگھ یقیناً عالی شان سرداروں کے ہم پلہ ہے —

خان صاحب کے شاگرد سے بادام سنگھ
کے خدمتگار کی تقریر

" ھمبے صاحب ! اِیحیں اِیحیں خیحیں
خیحیں تیحیں قیحیں کُھونھہ کُھونھہ کھوأو
کھوأو کلنچبیں کاھے دیت ھو ' بادنا بو اورئی
حتو جو آیو حتوبو جانت کہا حتو کہ آپ کو حتو
ھیں کُنور جو تُھاری اورئی بات ھے تہا کر
بادام سنگھ آپ کو اپنوکنا جانت ھیں تہاری
کہا کہیے ' عربی پارسی جانت ھو ' مہاراج
تم سو بڈیا ندھان کو ڈھونا ھیں اور جو آپ
نے کہی سو ھم جانی حوں تو آعوکوحتوھوں
پورعاں اور سہجنے کو عنچار مانگت ھو " —

اس کی شرح یہ ہے ' ھمبے صاحب ' ہاں صاحب - صاحب ' اور ' کلنچبیں ' کے درمیان جو الفاظ ھیں وہ ھنسنے کے مختلف مراتب کی نمایندگی کرتے ھیں چنانچہ :- ' اِیحیں ' (دونوں یائے مجہول) ' یہ برج والوں کی ھنسی کی آواز ہے ' حاء حطی اگرچہ برج کی زبان کا حرف نہیں

لیکن، هلسی کے وقت اُن کے گلے سے اسی کی آوازنکلتی هے، جب هلسی ترقی کرتی هے تو 'اِیهیں' جو تها' خیهیں' هو جاتا هے اور اس سے بهی آگے بڑهکر 'قیهیں' بن جاتا هے، ان تینوں کے اعراب بالکل ایک هی هیں - 'کهونهه' (واؤ معروف ' نون غنه) هلسی کے کم هونے کی آواز هے - اور 'کهواُو' هلسی کے ختم هونے کی آواز هے - 'کنچبین' (نون غنه' یاء مجهول) 'طعلے -' کا هے، کهوں؟ کس واسطے؟ - 'دیت هو' (یاء مجهول) ' دیتے هو - 'باد نا' (وادن' واؤ اورب کا بدل هے)' اُس دن - 'بو' (واؤ مجهول) ' وه - 'اور ئی' اور هی' دوسرا - 'حتو' (واؤ مجهول) تها - 'جواَیو' (واؤ مجهول)' جو آیا - 'جانت کہا حتو' جانتا کیا تها که - 'آپ کو حتو هیں' کو بمعنی که 'استفهاماً - 'کنور' ایک مشهور خطاب جیسے نواب' خان - 'نهاری' تمهاری - اورئی' اور هی - اپلو' اپنا - 'ککا' (کاکا) چچا' بزرگ - 'جانت هیں' جانتے هیں - عربیّ (تشدید کے ساتهه) ' برج کے گنوارون کا لهجه - 'تم سو' تم سا' تم جیسا - 'بقّ یا ند هان' فاضل - 'کوعو' (کوؤ) کوئی' کوئی بهی - 'نا نُهیں' نهیں - کهنی' کہا - 'هم جانی' میں نے جانا - 'هوں تو آعو کو حتو هوں' میں خود آؤ (آؤ نام هے ایک گانو کا)

کا رهنے والا هوں، آعو میں عین کی آواز هلسی کے جوش سے پیدا هوئی ورنہ عین حاء حطی کی طرح هلدی میں نہیں هے - 'پورعاں' پوریاں - 'سهجنا' ایک درخت کا نام - 'عچار' اچار - 'مانگت هو' مانگتے هو —

**دهلی اور لکھلؤ کا موازنہ**

کہاں تک سچ بات کو چھپاتا' میں سچ کہے بغیر نہیں رہ سکتا - جس کسی کو دعوی هو کہ دهلی کی زبان اور پوشاک لکھلؤ کی زبان اور پوشاک سے بهتر هے تو آئے مقابلے میں - اور اگر یہ دعوی دلیل کے بغیر هے تو اس کا کلام سید بزرگ دهری مذهب والے کا سا هے جس کو ایک ملّا سے سابقہ پڑا تھا - جب اس کے غصے کی حالت دیکھکر ایک دوست نے پوچھا کہ میر صاحب یہ کس پر قیامت توڑی جارهی هے تو فرمایا کہ :—

" قبلہ خیر است ' ایں مرد کہ صاحب نماز و روزہ رابہ بینید کہ چہ قدر حوصلہ پیدا کردہ است کہ با ما مردم کہ از ابتدائے عمر الی یومنا هذا خدائے ایں قوم را سجدہ نکردہ ایم مباحثہ می کلد ' و دیگر ایں کہ هر کس بہ زعم خود پسندیدۂ خود را بہ از پسندیدۂ دیگرے می داند و از راہ نادانی بہ عیب خود را نمی رسد ' مثل قاصد اجورہ

دار باشندۂ دیہے از کدام قصبۂ پورب کہ کتابت دوسکے برائے شخصے با سوغاتے بردہ بود، بہ حسب اتفاق آن بزرگ از دوسہ روز بخار خفیفے ہم داشت، بہ وقت رسیدن قاصد در مسجد اذاں گفت و نماز را گزارد، مرد کہ ایں حال رادیدہ، گریخت و نزد صاحب کتابت آمدہ ظاہر نمود کہ :-

## گنوار اجورہ دار کی گفتگو

" پُن ویتو صاحب بڈائے کے بِحال ہیں کہن اُتہت کہن بیٹھت کہن دوؤ کلوں ماں انگری دیکے بڈری تن چتوت برداس بھبھیات کو کرنا نہیں چچیات ہیں، کہن پتوا مسوس دوؤ ھتھوں پے بل دیکے للات بھویں ھے تیک چوترا اتھائے نکیا رگرت ہیں، انکاں تواھر تھر لاگ ھے، جو ییہے ودار بدی ھوئے تو دیکھہ آؤ ھوسو گات شسری انہیں پتگ میں تو بھاگ تھار بھا " -

اب اس کی شرح سنئی چاھئے ' پُن ' پورب میں اجی کی جگھہ بولتے ہیں - ' ویتو ' ( = وے تو ) ' وہ تو - ' بڈائے کے ' بہت ھی - ' بِحال ' بے حال ' برے حال '

بیمار - کہن (کھہ مفتوح)، کبھی - ' اُتہت ' اُتھتے ہیں - ' بیٹہت ' بیٹھتے ہیں - دوؤ کلون ماں ' دونوں کانوں میں - انگری (الف مفتوح نون غنہ ساکن الف سے مخلوط التلفظ) ' اُنگلی - ' دیکے ' (دال اور کاف مفتوح) ' دیکر - ' بدری تن چتوت ' (' ر ' مفتوح ' ' ت ' مفتوح) ' بادل کی طرف دیکھکر - ' برداس بھبھیات ' پہلا الف تلفظ میں غایب بھی ہوجاتا ہے) بیل کی سی آواز نکالتا ہے - گُوکرنا نہیں چیچیات ہیں ' کتے کی طرح شور کرتے ہیں - پٹوا مسوس ' پیٹ مل کر - ' دوؤ ہتھوں پہ بل دے کے ' دونوں ہاتھوں پر زور ڈال کر - ' للات بھویں ہے ٹیک ' زمین پر پیشانی ٹکا کر - ' نکیا رگرت ہیں ' زمین پر ناک رگڑتے ہیں - اُنکاں تو آھر تھر لاگ ہے ' اُن پر نزع کی حالت طاری ہے - ' جوپی ودار بدی ہوے تو دیکھہ آؤ ہو ' اگر دیکھنے کا شوق ہے تو دیکھہ آؤ - سوکات سُسری اوھیں پٹک میں تو بھاگ تھار بھا ' کمبخت سوغات کو زمین پر پٹک کر میں تو بھاگا —

اگر ایسی سامعہ خراش گفتگوئیں جو روح فرسا ہیں فصحا کے کلام کے برابر ہیں تو ہوسکتا ہے کہ دھلی کے باشندوں کی زبان اور پوشاک لکھنؤ والوں کی پوشاک اور زبان کے برابر ہو - اور جب کہ یہ واقعہ

بھی ثابت ہوجاے تو ممکن ہے کہ نواب عمادالملک کی فصاحت جناب عالی [نواب سعادت علی خاں والیء اودھ] کی فصاحت کے ہم پلہ اترے - چونکہ قاصد مذکور کی گفتگو کو نواب عمادالملک کی گفتگو کے برابر کہنا غلط ہے اور اسی طرح شاہ جہان آبادیوں اور لکھنو کے اُردو دانوں کی مساوات غلط ہے پس اسی طرح خوش بیانی میں نواب موصوف کی برابری حضرت پیرو مرشد سے بدیہی طور پر غلط ہے - جس کو اس قول میں خوشامد کا شبہ ہو وہ حضور عالی کی خدمت میں خصوصاً 'ہولی' کے دنوں میں حاضر ہو تاکہ دیکھہ لے کہ راجہ اِندر پریوں کے جھرمت میں زیادہ زیب دیتا ہے یا ولی نعمت حور فزادوں کے مجمع میں یا موتی نیساں سے برستے ہیں یا جناب ممدوح کی زبان مبارک سے -

**دہلی کے متعلق مصنف کے پہلے اور پچھلے قول کی توجیہ**

میں نے جو پہلے شاہ جہان آباد کی توصیف کی اور یہاں اس کی مذمت کر رہا ہوں یہ بہت باریک بات ہے جس کے سمجھنے میں نازک خیال آدمی بھی ٹھوکر کھاتا ہے اور نہیں جانتا کہ پھولوں کا یہ سب رنگ و بو شاہ جہان آباد ہی کی پر بہار فضا کا ہے ' اور اس ترجیم سے لکھنو کی سر زمین اور آب و ہوا کو دھلی کی سر زمین اور

آب و هوا پر فوقیت دینا مقصود نهیں بلکه ان لوگوں کے لئے ایک تنبیه هے جو حماقت سے فصاحت اور بلاغت پر شاه جهان آباد میں تولد هونے کی قید لگاتے هیں اور نهیں جانتے که اُن کی زبان اردو جو فصاحت و بلاغت کی کان مشهور هے وه هندوستان کے بادشاه کی (جس کے سر پر فصاحت کا تاج زیب دیتا هے) اور چند امیروں اور ان کے مصاحبوں اور چند مخدرات مثل بیگم و خانم کی اور کسبیوں کی زبان هے - جو لفظ اُن میں استعمال هوا، اردو هوگیا - یه بات نهیں هے که جو کوئی بهی شاه جهان آباد میں رهتا هے وه جو کچهه بولے سند هے * -

* انجمن ترقیٔ اُردو کے فاضل ناظم معتمّد مولوی عبدالحق صاحب نے اپنے فارسی اڈیشن کے مقدمے میں کهول کر لکهدیا هے که سید انشا کو دهلی اور لکهنؤ کی زبان کے موازنه میں کن دقتوں کا سامنا تها - تهے وه دهلی کے اور دهلی کی فصاحت کے قایل اور رهتے تهے لکهنو میں اور شاه اوده کی ملازمت میں - لیکن انشا آخر انشا تهے مقابله میں جو نمونے انهوں نے پیش کئے اس میں گهری چال چل گئے، بهلا بهاڑا مل جیسے لوگوں کو اردو سے واسطه - اور پیدائشی مقام وغیره کی نسبت جو ان کا قول هے وه هر زبان اور هر ملک پر عاید هے - رهے مغل پوره والے، ان کو انهوں نے سرے سے دهلوی مانا هی نهیں - سید کی مصلحت اندیشی اور نکته سنجی کی داد دیجئے - (مترجم)

مغل پورہ اور بارھہ، پھر

اگر ایسا ہو تو پھر مغل پورہ والوں نے کیا قصور کیا ھے کہ ان کی زبان کو معیوب اور اردو کے خلاف قرار دیا جاتا ھے، یا سادات بارھہ کی اولاد جو دارالخلافت میں رھتی ھے، ان کی زبان کیوں نہ سند مانی جاے - یہ معما آسانی سے حل ہو سکتا ھے، یعنی اھل مغل پورہ اور سادات بارھہ دھلی میں پیدا ہونے کے باوجود اردو کے اھل زبان نہیں، اس کی وجہ یہ کہ وہ اپنے ماں باپ اور دوسرے بزرگوں سے وطن شریف اور وھاں کے باشندوں کے اوصاف سنتے رھے ھیں یعنی شجاعت، سخاوت، مسافر نوازی، آقا پرستی، پیرائی، ھر بزرگ سے الجھہ پڑنا اور اس کے سامنے اکھڑ پے اور گستاخی سے بات کرنا، اپنی شجاعت کے غرور سے کسی کی بات نہ سننا، زبان کی صحت پر متوجہ نہ ہونا، معترض کو تلوار دکھانا، اور شہر کے اوباشوں کی وضع کو جن کے لباس میں گوٹہ کناری ہو برا سمجھنا، پگڑی کی بندش اور بول چال میں اسلاف کی پیروی کرنا اور پاے تخت کے خوش پوشوں کی تقلید کو شرافت کے طرز کا منافی سمجھنا - ایسی باتیں بچپن سے ان کے کانوں میں پڑتی رھتی ھیں، اور وہ ھر چیز میں اپنے باپ دادا کا چربہ بننا چاھتے ھیں -

اور ایسے آدمی سے بہت خوش ہوتے ہیں جو کہے کہ فلاں شخص شاہ جہان آبادیوں کی صحبت سے اپنے بزرگوں کی زبان، چال ڈھال اور پگڑی کی وضع کو بھول گیا ہے، لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس شہر کا ایک لفظ بھی آپ کی زبان پر نہیں چڑھا - اور امرا کی مصاحبت اور ان کی سرکاروں کی ملازمت کو بڑا عیب جان کر رھتک، گوھانہ، بڈھانہ، اندری، کڑھام، انبالہ، ھانسی، حصار، ھوڈل اور پلول وغیرہ کی فوجداری پر گرتے ہیں - اور وھاں پہنچ کر اھل مغل پورہ کو بڈھور لیتے، جن کے بزرگ لاھور، پشاور، کابل، غزنی، بلخ، بخارا، اور سمرقند سے نکل کر آئے ہیں اور جو خود پشاوری ٹوپی سر پر ٹیڑھی رکھہ کر اس طرح کہ ایک آنکھہ اس سے ڈھک جائے باھر پھرتے ہیں اور بھائی کو بھائی صاحب یا بھیا یا بھائی جان کہنا عیب جان کر 'آکا' ہی کہتے ہیں -

اور حضرات بارھہ شاہ جہان آباد کے لوگوں کو بیوفا، بزدل جان کر میراں پور، موانہ، کتھورہ، جانسٹھہ، ککرولی اور بدولی کے آدمیوں کو پرگنہ میں آباد کرتے ہیں اور خمیری روٹی گاجر پڑے ہوے باسی گوشت سے مزے لے لے کر کھاتے ہیں - اور دو سو حصے کے قریب برادری میں بانٹتے ہیں -

ہر حصہ میں یہ چیزیں ہوتی ہیں:- ایک پیالہ ماش کی چھلکوں والی دال کا بھرا ہو' دال ایسی کہ ایک ہندوستانی من میں آدہ سیر گھی پڑا ہوا' اسی کیفیت کا لحم البقر' آدہ سیر وزن کی دو خمیری روٹیاں- کھانے کے بعد ہاتھہ دھو کر دہلی کے امیروں کے عیب بکھانتے بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ " ہندوستان کے امیر آدہ سیر پلاؤ پر بیس روپیہ خرچ کرتے ہیں اور اکیلے خلوت میں بیگم' یا خانم یا معشوقہ کے ساتھہ زہر مار کرتے ہیں اور ایک دو لُقمے جو ان کے خوان نعمت سے' باہر آتے ہیں وہ سفر دائی یا قرم ساق کا حق ہے- اسی سے تو ہندوستان خراب ہوا' ایسے کھاؤنے سے تو گُو کھاؤنا بہتر" —

**مصنف کا محاکمہ**

ہندوستان کی تباہی کے بارے میں سید صاحب نے * جو فرمایا سچ کے نزدیک ہے' لیکن بے سلیقہ پن کو سلیقہ کہہ نہیں سکتے- قصہ مختصر جو کچھہ کہا گیا ہے ان کے خلاف ہے جو لوگ ایسی ہر چیز سے احتراز کرتے ہیں جس کو وہ اپنے ماں باپ کے رویہ کے خلاف اور اہل سلیقہ کے مطابق پاتے ہیں مثلاً بول چال' اور کہانا پہننا وغیرہ- اور اپنے ہی بوجھہ بجھکڑ لوگوں کی پیروی کرتے ہیں-

* بارھھ کے سید سے مراد ہے- (مترجم) —

امیروں کے ٹھکانوں میں گھس بیٹھ کر خلوت و جلوت میں دمساز بن جاتے ہیں اور اہل سلیقہ ان کی جس بات پر ناک بھوں چڑھائیں اسے چھوڑ دیتے ہیں اور معترضوں کے شکر گزار ہوتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ایسے لوگوں کو اہل زبان اور اردو کا مالک کہتے ہیں اور یہ اس زبان کے مالک ہیں اور دوسرے ان کے شاگرد۔ اس صورت میں جو کوئی خوش گفتاری میں ان کا پیرو ہو گیا خواہ اس کی پیدایش اتفاق سے دہلی میں ہوگئی ہو خواہ بندیل کھنڈ کے کسی پرگنہ میں یا پورب کے کسی قصبہ میں، لیکن شرافت اور اصالت کی شرط ہے یعنی اس کے ماں باپ دہلی کے ہوں، ایسے آدمی کو وہ فصیحوں میں داخل سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ انسانی طبیعت میں ایجاد کی قوت خدا کی دین ہے اس لئے امتیاز کا یہ درجہ نہیں ہے کہ سلیقہ میں متاخرین کو متقدمین سے زیادہ کہا جاے، جو چیز زمانۂ قدیم میں نکلی زمانۂ آیندہ کے شعور والے اس کی رونق بڑھاتے ہی ہیں، چنانچہ عمارت اور پوشاک وغیرہ میں اب پہلے زمانے سے ترقی ہے، اسی طرح کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میر عماد اور آغا رشید کے خط کو مہر علی کے خط پر ترجیح

نہیں - اور اس میں بھی شک نہیں کہ بعد میں آنے والے اسلاف کے احسان کے بوجھ سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ جو اول ہے وہ استاد اور موجد مانا جائے گا اور جس کا نمبر اس کے بعد ہے وہ پیرو اور متقدمین کی ایجاد کی ہوئی چیزوں کو ترقی دینے والا کہا جاے گا - بحث کا ملخص یہ ہے کہ جس طرح نئے موجد کا کمال قدیم موجد کے کمال سے ثابت ہے اور نئی چیز کے مقابلے میں پرانی چیز پھٹے پرانے کپڑوں کی طرح رد ہوجاتی ہے - [ اسی طرح ] لکھنؤ کے معشوقوں کی زبان، پوشاک اور اداؤں کی فوقیت دھلی کے معشوقوں پر ظاھر اور صریح ہے - کس واسطے کہ اھل لکھنؤ نے کھانے، پہننے اور دوسری باتوں کا سلیقہ اپنے والدین سے سیکھا ہے - پس ان چیزوں میں وہ ان کی مانند ھیں - اور جدت انھوں نے آواز کی نزاکت، حسن تکلم - دلاویز، اداؤں اور لباس کی وضع قطع میں کی ہے وہ اپنے بزرگوں کی معلومات کا نتیجہ ہے - مختصر یہ کہ اھل شاہ جہان آباد سے زیادہ فصیح و بلیغ اور لطیف ھیں -

**دھلی کی فوقیت کی تین دلیلیں**

لیکن دھلی کی فوقیت پر تین دلیلیں موجود ھیں (۱) صاحبان لکھنؤ بھی تو کہتے ھیں کہ ہم شاہ جہان آبادیوں سے زیادہ سلیقہ مند

ہیں - یہ تو نہیں کہتے کہ ہمارا سلیقہ اہل بنگالہ سے بڑھکر ہے اور ہم کلکتہ والوں سے زیادہ فصیح ہیں- پس کوئی خوبی تو شاہجہان آباد میں ہے کہ دوسرے شہروں کے فصحا اپنے کلام اور وضع کو اُس شہر ہی کی زبان اور وضع پر ترجیح دیتے ہیں- (۲) لکھنؤ والوں کو جن کے بزرگ یہیں (دھلی) سے گئے تھے وہاں جو پوربی کہا جاتا ہے، اُن سے یہ کہنا ہے کہ وہ لکھنؤ میں پیدایش کے باوجود اپنے کر دھلوی سمجھیں اور وہاں کے قدیم باشندوں کو پوربی- (۳) اگر ان سے کوئی دریافت کرتا ہے کہ آپ خود ہی لکھنؤ میں پیدا ہوے ہیں یا آپ کا وطن یہی ہے تو وہ ناک بھوں چڑھا کر اس کی طرف گرم نظروں سے دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں ' خدا نہ کرے کہ یہ ہمارا وطن ہو تمہیں ہماری کس بات سے شبہ ہوا کہ وطن کی نسبت دریافت کیا - آیا ہمارے لباس کو پورب کا لباس سمجھے یا ہماری گفتگو کا انداز شاہ جہان آبادیوں کے خلاف جنّچا - اگر محاورۂ اردو کے خلاف کوئی لفظ ہماری زبان سے نکلا ہو تو بے تکلف بتاو تاکہ آیندہ احتیاط رکھیں" - اس موقع پر اگر طرف ثانی یہ کہے کہ آپ کا فلاں لفظ اردو کے محاورہ کے خلاف ہے تو جواب دیتے ہیں کہ فلاں میر صاحب جو

شاہ جہاں آباد میں شاہ بولا کے بڑ کے نزدیک رہتے تھے یہ لفظ گفتگو میں اکثر استعمال کیا کرتے تھے - یہ نہیں جواب دیتے کہ فلاں مغل جو نیہرہ یا منصور نگر میں رہتا ہے وہ لفظ استعمال کرتا تھا - ان حالات سے یہ یقین ثبوت کو پہنچتا ہے کہ ہر شہر کے فصیح آدمی اپنے کلام کی سند دہلی کے فصحا سے لیتے ہیں —

اور دہلی پر لکھنؤ کی ترجیح ' زبان اور سلیقہ کے بارے میں ویسی ہی ہے جیسی محلہ ' تراھہ ' ' بیرم خاں ' کو ' کٹرہ نیل ' پر ' کہ دونوں شاہ جہاں آباد میں واقع ہیں- کہہ سکتے ہیں کہ شاہ جہان آباد میں کوچۂ گھاسی رام کے رہنے والوں کی زبان سے بنگلہ سید فیروز والوں کی زبان بہتر ہے - یا یہ کہ دہلی کا فلاں فصیح جو اپنی نظیر آپ تھا اب لکھنؤ میں جا رہا ہے اور اس کا مکان ایسا فصاحت خانہ ہے کہ تمام شاہ جہان آباد میں نہیں - ایک گھر کو جو فصاحت خانہ [ فصاحت کی ٹکسال ] کہا جاتا ہے تو فصیح آدمیوں کی وجہ سے کہا جاتا ہے ورنہ خود مکان کو فصاحت سے واسطہ ؟ اگر امیٹھی یا کاکوری کے آدمی دہلی میں جا کر رہنے لگیں تو وہ اور اُن کی اولاد پوربیہ کہلائے گی ' اسی طرح شاہ جہان آبادیوں کو پورب میں دلی وال کہیں گے - اور اس دلیل سے

بھی کہ پورب والے اپنے کو اُن سے شرافت میں زیادہ سمجھتے ھیں جو دھلوی پورب میں پیدا ہوے ھیں ان کی مغایرت پورب کے پیدا ہوے پوربیوں سے ثابت ہوتی ھے —

**اصلی لکھنوی کی خصوصیات**

پس لکھنؤ کے باشندے وہ لوگ ھیں جو 'عام' کو علم (بکسرتیں) یا علیم (عین مکسور' ی معروف) بولتے ھیں اور 'عقل' کو عقل (قاف مکسور) اور 'طالب علم' کو طلب علم یا طالبے علم کہتے ھیں —

**اصلی لکھنوی اور اصلی دھلوی کون ھیں**

اور باشندگان لکھنؤ سے ھماری مراد شاہ جہان آباد کے وہ باشندے ھیں جو دارالخلافہ کی خرابی کے بعد لکھنؤ میں آ بسے - اور دھلی کے جن لوگوں کو ہم لکھنؤ کے لوگوں سے گھٹیا قرار دیتے ھیں وہ لاھور' کاکوری' انبر سر [امرتسر] اور میرٹھہ کے باشندے ھیں - اس صورت میں دھلی والوں پر لکھنؤ والوں کی فوقیت ثابت نہیں ہوتی' بلکہ بعض شاہ جہان آبادیوں کی بعض شاہ جہان آبادیوں پر فوقیت ثابت ہوتی ھے - یہی حضرات جنھوں نے لکھنؤ میں حسب دلخواہ روپیہ میسر آنے کی وجہ سے چند دل پسند ایجادیں کی ھیں اگر شاہ جہان آباد ھی میں رھتے اور فارغ البالی ملتی تو وھاں بھی اپنی قوت ایجاد کو ظاھر کرتے - ان

کا یہ کہنا کہ لکھنؤ کی کسبیوں کو جو شوخ ادائی، راگ اور پوشاک میں خدا نے بخشی ہے وہ شاہ جہان آباد کی عورتوں کو نصیب نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ لکھنؤ میں دھلی کے اس قدر صاحب سلیقہ زن و مرد ٹوٹ پڑے کہ دھلی خالی ہوگئی، چنانچہ عقل مندوں کے نزدیک یہ بات دارالخلافۃ کی سبکی کی ہرگز نہیں ٹھہرتی۔ چونکہ سپاھی اور مصاحب پیشہ، لطیفہ گو اور نقال، گانے بجانے والے اور قصہ خواں جو لکھنؤ میں ھیں سب دھلی سے آے ہوے ھیں۔ اس جم غفیر میں کوئی بھی ایسا ھے جس کے بزرگوں کے مکان کو لکھنؤ میں بنے ہوے سو سال کا زمانہ گذر چکا ہو؟ راقم کے دیکھنے میں ایک مکان بھی ایسا نہیں آیا کہ اب سے پچاس برس قبل کا بھی بنا ہوا ہو اور شاہ جہان آبادی سے منسوب ہو۔ سوا ے ان لوگوں کے جن کے بزرگ حضرت خلد مکان کے عہد میں یکے بعد دیگرے اس ملک [اودھ] کی حکومت پر مامور ہوے اور جنھوں نے اپنے مکان بنائے اور کلواں، پل اور مسجد تعمیر کی اور اب ان کی اولاد اپنے بزرگوں کے پرانے مکانوں میں رھتی ھے۔ خدا جانے وہ اصل میں کہاں کے ھیں۔ اور اگر کوئی بندۂ خدا کہے کہ الہ آباد کا حاکم اور اس کے مصاحب شاہ جہان آباد

کے حاکم اور اس کے مصاحبوں سے بہتر ہیں تو اس
میں قباحت ہی کیا ہے - جس وقت کہ ہندوستان کے
بادشاہ جمجاہ نے بعض حالات کی وجہ سے الہ آباد کو مقام
خلافت بنایا ہو' اور حضرت کے ہمرکاب بڑے بڑے امیر
وزیر مع اپنے اپنے فصیح و بلیغ رفیقوں اور مصاحبوں کے
آئے ہوں اور جو کوئی صاحب کمال اور فصاحت دستگاہ
دہلی میں رہ گیا ہو وہ بھی قدر داں کے حضور اپنے فن
کے اظہار کے لئے اس شہر (الہ آباد) میں چلا گیا ہو
یہاں تک کہ چند توکل پیشہ گوشہ نشینوں کے سوا وہاں
(دہلی میں) جنھیں آدمی کہتے ہیں ان میں سے ایک
بھی نہ رہا ہو اور قلعۂ معلیٰ اور تمام شہر میں گرو
گوبند کے معتقد یعنی سکھ گھس آے ہوں اور جگہ جگہ
بھرا سنگھ' کھنڈا سنگھ' بھوکا سنگھ کھبتہ' راج سنگھ' حرمت
سنگھ ترکھان' اور بھاگ سنگھ تروالہ رونق افروز ہوں تو
انصاف کرنا چاہیے کہ ایسے وقت میں اگر وہ دہلی
والے جو الہ آباد میں قیام پزیر ہیں ان میں سے کچھ
لوگ یہ کہیں کہ اب اس شہر کے معشوقوں کی پوشاک
کی وضع' گفتگو کا انداز' گانے کا طرز اورناز وادا جو اس
شہر میں ہے شاہ جہان آباد میں نہیں ہے تو کون ان
کی زبان بندی کر سکے - کیونکہ مرزا بدیع الزماں کو جو

شاہ جہان آباد سے الہ آباد چلے گئے جھلدا سنگھ چودھری پر ترجیح دینا جو ہیبت پورپتی یا کادی باچھیاں سے دہلی میں آیا ہے آفتاب کی روشنی کی مانند ثابت ہے اور دلیل کا محتاج نہیں -

مختصر یہ کہ دہلی والوں کو جو کچھہ لکھنؤ میں جناب عالی کی عنایت کے سایہ میں میسر ہے وہ دہلی میں رہکر خواب میں بھی میسر نہیں - اور کیونکر میسر آسکتا ہے - غلام قادر ملعون نے اور چیزوں کے ساتھہ بصارت کو بھی غارت کردیا* اور ان کے اقبال کے آفتاب کو بے نور کردیا - چونکہ پوشاک کے فیشن میں نئی تراش خراش اور دوسری چیزوں میں جدت فارغ البالی کی حالت ہی میں نمایاں ہوتی ہے اور شاہ جہان آباد والے نان شبینہ کو محتاج ہیں، اور پیٹ بھر کھانا انہیں نہیں ملتا جب کہ لکھنؤ کے دہلی والے اعلیٰ مراتب اور ثروت پر فایز ہیں، اس صورت میں ان دہلی والوں کا سلیقہ جو لکھنؤ میں ہیں کیوں نہ اُن دہلویوں کے سلیقے سے زیادہ ہو جو بیچارے شاہ جہان آباد میں رہتے ہیں —

* غلام قادر رہیلے نے دہلی پر قبضہ کر کے لوٹ مار کے سوا شاہ عالم ثانی بادشاہ کی آنکھیں بھی نکال ڈالی تھیں - سید انشا لکھنؤ جانے سے پہلے حضرت ممدوح کی خدمت میں تھے بادشاہ کا تخلص اردو میں 'آفتاب' تھا - (مترجم) -

**زبان کا تعلق مولد و منشا سے**

اور شاہ جہان آباد میں ایک شخص کی ولادت پر فصاحت کی قید لگانا اس وجہ سے بھی ضروری نہیں کہ ہر شہر کی ایک زبان ہوتی ہے جو اس شہر سے خصوصیت رکھتی ہے، جو شخص اس شہر میں پیدا ہوتا ہے وہیں کی زبان میں کلام کرتا ہے، مثلاً ایک لاہوری لاہور کے لہجہ میں پنجابی بولتا ہے، بنگالی بنگلہ بولتا ہے۔ اسی طرح بندیل کھنڈی مارواڑی میواتی اور دکھنی اپنے اپنے ملک کی زبان خوب جانتے ہیں اور ان میں سے کسی طبقے کے افراد کے درمیان ہرگز فرق اور امتیاز نہیں کیا جاتا جیسے کہ لکھنؤ کے باشندوں میں، جن کے ہر چھوٹے بڑے کی پوربی اصل ٹپکی پڑتی ہے۔ وہ خواہ تمام جملہ پورب کی زبان میں ادا کریں خواہ شاہ جہان آبادیوں کی صحبت کے اثر سے اپنے وطن شریف کے بعضے الفاظ ترک کر دیں۔ اسی طرح ہر شہر کے باشندہ کی تقریر اس کے وطن یعنی مولد و منشا کی آئینہ بردار ہوتی ہے، مگر شاہ جہان آباد کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے —

**اردو اور دہلوی مولد**

جو لوگ یہاں مقیم ہیں ان میں سے بعضے گفتگو میں کابل کا راستہ دکھاتے ہیں، بعضے سامع کے سامنے پنجاب کا

نقشہ کھولدیتے ہیں، بعضے مخاطب کو مرزاپور اور جانستھہ کے لہجے سے ڈھلاتے ہیں اور گلاب کی خوشبو کی ایک لپٹ سننے والے کے دماغ تک پہنچاتے ہیں، جب کہ بعضے روح پرور الفاظ سے سننے والے کی جان کو تازگی اور امرت بخشتے ہیں یعنی اردو زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر راقم کی عقل حیران ہے کہ کس زبان کو شاہ جہان آباد کی زبان کہا جائے۔ میں نہیں جانتا وہ زبان کابلی ہے یالاہوری، یا پوربی، یا کوئی اور۔ کیونکہ جو اصحاب یہ بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں وہ دہلی میں پیدا ہوئے ہیں۔

دہلی کی زبان کا معیار

بہر حال اپنی سمجھہ اور سلیقہ کے بموجب بہت غور اور تامل کے بعد اس ہیچمداں کو یہ معلوم ہوتا ہے اور غالب ہے کہ یہ راے ناقص درست ہوکہ شاہ جہان آباد کی زبان وہ ہے جو درباری اور مصاحبت پیشہ قابل اشخاص، خوبصورت معشوقوں، مسلمان اہل حرفہ، شہدوں اور اُمرا کے شاگرد پیشہ اور ملازموں حتیٰ کہ ان کے خاکروبوں کی زبان ہے۔ یہ لوگ جہاں کہیں پہنچتے ہیں ان کی اولاد دلی وال کہلاتی ہے اور ان کا محلہ دلی والوں کا محلہ باجتا ہے۔ اور اگر تمام شہر میں پھیل جائیں

تو اس شہر کو اُردو کہتے ہیں- لیکن ان حضرات کا جمگھتا سواے لکھنؤ کے اور کہیں خاکسار کی راے میں ثبوت کو نہیں پہنچتا- اگرچہ مرشد آباد اور عظیم آباد کے باشندے اپنے زعم میں خود کو اُردو داں اور اپنے شہر کو اردو کہتے ہیں کیونکہ عظیم آباد [ پٹنہ ] میں دہلی والے ایک محلہ کے اندازے کے رہتے ہوں گے اور نواب صادق علی خان عرف میرن اور نواب قاسم علی خان عالی جاہ کے زمانے میں اسی قدر یا اس سے کچھہ زیادہ مرشد آباد میں ہوں گے- اور اہل مغل پورہ اور دوسرے شاہ جہان آبادی اس بحث سے خارج ہیں- مگر لکھنؤ میں قریب ہونے کی وجہ سے تمام دہلی والے، فصیح اور غیر فصیح ٹوٹ کر آگئے ہیں اور یہ شہر لکھنؤ نہیں رہا شاہ جہان آباد ہوگیا ہے —

**مرشد آباد میں دلی والے** | جاننا چاہئے کہ سراج الدولہ کے وقت میں بعضے منصب دار اور چند نقال جنہیں ہندی میں بھانڈ کہتے ہیں، دو تین گویے اور کسبیاں، دو ایک بھگیتے، دو تین نان بائی، دس بارہ مرثیہ خواں، ایک دو کُنجڑے اور بھڑ بونجے فایدے کی اُمید پر شاہ جہان آباد سے مرشد آباد پہنچے تھے، کس واسطے کہ اس زمانے میں چلے بھونلے والا بھی

دس ہزار روپیہ کے بغیر دھلی سے مرشد آباد کا رخ نہیں کرتا تھا- نواب میرن کے زمانے میں جو آپ کو بانکا بتانے تھے بانکے جمع ہوگئے تھے- سارا مغل پورہ اور بادل پورہ وھاں اتھہ آیا تھا - یہ بانکے [زبان کی] بحث سے خارج ھیں، کیوں کہ بانکے ہر شہر میں ہوتے ھیں دھلی ہو یا دکھن کے شہر، بنگالہ ہو یا پنجاب، ان سب کی ایک وضع اور ایک زبان ہوتی ھے —

**بانکوں کی وضع اور زبان**

یہ لوگ مزاج کے تیڑھے ہوتے ھیں، چلتے بھی اینٹھہ کر ھیں، اپنے بدن کو بہت دیکھتے رھتے ھیں اور ہر مونث کو مذکر بولنا ان کی عادت اور طریقہ ھے - چنانچہ ھماری بکری کو ھمارا بکرا، کہتے ھیں، جیسے کہ ہر شہر میں افغانوں کی دستار، زلف، غلیل اور اوچے میں تبدیلی نہیں ہوتی —

**دھلی اور لکھنؤ**

اور نواب قاسم علی خاں کا وقت بالکل نواب میرن کے وقت کا ساھے- حضرت پیر و مرشد کے عہد میں نئے اور نفیس فیشن کی تعبیروں، الفاظ کی تحقیق، فصاحت کی جانچ، بلاغت کا لحاظ، لطیفہ گوئی، بذلہ سنجی، تقریر کی شستگی اور نئی چیزوں کے ایجاد کے چرچے بہت زیادہ

ھیں، اور قابل اور فہیم و بلیغ شخصوں کے سوا کسی کی صحبت حضور والا کو پسند نہیں - ھر بات اور لطیفہ کے مغز کو پہنچتے ھیں - اور ان لوگوں کو جو نواب میرن کے رفیق اور دمساز تھے آپ کے حضور میں ھرگز باریابی نہیں - اس وجہ سے لکھنؤ کو دوسرے شہروں پر شرف حاصل ھے اور وہ شاہ جہان آباد کی جان ھے کیوں کہ اُس شہر (دھلی) کے فصیح اور اھل سلیقہ کہ اس کی روح و روان ھیں اِس (لکھنؤ) شہر میں اکٹھے ھیں، پس شاہ جہان آباد قالب بے جان ھے اور لکھنؤ اس کی جان ھے - جان کو یقیناً جسم پر ترجیح ھے - اس کو بھی شاہ جہان آباد کی تعریف سمجھنا چاھئے کیونکہ شاہ جہان آباد ایک قابل ذات کی بدولت جان اور قالب رکھنے والا ھے - اس کی جان یہاں لے آے اور قالب وھاں چھوڑ دیا - جیسے مور پر مور کی دم کی بڑائی - ظاھر ھے کہ اگر مور اس کی کُل مجموعی ھیئت کا نام ھے تو اس میں اس کی دم بھی داخل ھے، اس صورت میں اس کی دم کی فوقیت ثابت نہیں ھوتی، جس طرح جز اور کل کی بڑائی نہیں ثابت ھوتی، اسی طرح لکھنؤ کو جواب شاہ جہان آباد کی جان کہتے ھیں نہ کہ پورب کی جان، اگر اُسے شاہ جہان آباد سے بہتر کہیں تو زیبا ھے کیونکہ یہ ترجیح

قالب پر جان کی ترجیح ہے اور اسی نہج پر ہے جیسے مور کے مقابلے میں اس کی دم کی بڑائی -

فصحا جو لکھنؤ میں موجود تھے | فصیحوں میں محمد اسحق خاں مؤتمن الدولہ اور ان کے تینوں صاحبزادے نجم الدولہ اور افتخارالدولہ نواب مرزا علی خاں اور نواب سالار جنگ اور ان کے عیاش طبع ہونے کی وجہ سے دھلی کے لطیفہ گو' خوش کلام لوگ اور پری پیکر ان کی صحبت میں جمع تھے - اور مرزا فتح اللہ اور مرزا اسمعیل ہیں ' اور سخن گوئی اور گفتگو میں مرزا رفیع ہیں اگر چہ وہ وزن و قافیہ کی ضرورت سے شعر میں بعض ایسے لفظ لے آئے ہیں جو اردو سے خارج ہیں - پھر خواجہ حفیظ اللہ مرحوم ' میر زائی ' میر مغل ' خواجہ شیریں خاں اعتقادالدولہ اور میر رمضانی صاحب ہکلے ہیں-

---

## باب سوم

پہلی فصل ' دھلی کا روز مرہ اور محاورے وغیرہ

توتے اڑ گئے = حواس اڑ گئے -

تمہارے لڑکے بھی کبھی گھٹنوں کے بل چلیں گے = تم بھی کبھی سچ بولوگے اور راہ پر آؤگے -

کافور ہو جاؤ ' چھچھو ہو جاؤ ' ہوا کھاؤ ؛ پیچھا چھوڑو '
معاف کرو ' دال فے عین ہو جئے ' رے واؤ زبر رو ہو جئے '
بہت ہو جئے ' دفع دفان ہو جئے ' اور طرف متوجہ
ہو جئے ' کہاں آئے ' کہو تو میں گھر چھوڑ دوں ' فرماؤ تو
قبالا منگوا دوں = یہاں سے جاؤ -

مرتا ہوں ' جی دیتا ہوں ' لوٹتا ہوں ؛ لوٹ پوٹ
ہوں ' ہاتھ پانوں توڑتا ہوں یا تڑاتا ہوں ' غش کرتا
ہوں = عاشق ہوں -

جی چراتا ہوں = اس کام سے پرہیز کرتا ہوں -

چوکڑی بھول گیا ' کھو یا گیا ' اور ہی کچھ ہو گیا =
بے حواس ہو گیا -

چھپاٹا دیا ' آب پاشی کی = دھوکا دیا -

بڑے پاک ہو ' قدم آپ کے چوما چاہئیے ' آنکھ میں
تمہاری ذرا بھی پانی نہیں = بڑے بیحیا ہو -

آپ بھی بزرگ ہیں ' صاحبزادے ہیں ' عجب
معصوم ہیں ' طرفہ معجون ہیں ' زور جانور ہیں ' بڑے
صاحب شوق ہیں ' عقل کے پتلے ہو ' آپ کی کیا بات
ہے ' کتنا بات کو بھلتچتے ہو ' عقل چہ کتی است کہ
پیش مرداں بیاید ' عقل بڑی کہ بھینس ' خوبی شعور
کی ' بل بے تیری سمجھہ ' کیوں نہ ہو پدر تر چو باشد

پسر توں بود' ازاں پر هنر بے هنر چوں بود ' آپ بھی کچھ ارسطو سے کم نہیں' اپنی اپنی سمجھ ھے ' تھوڑی سی عقل مول لیجیے تو بہتر ھے ' ولی آدمی ھو' ڈال کے توتے ھو' زور پٹھے ھو' کوئی زور خدا کے بندے ھو' اپنے وقت کے لال بوجھکڑ ھو' داناؤں کی دور بلا' آپ کے بھی صدقہ ہو جائیے ' قربان اس فہمید کے ' کیا خوب سمجھتے ھو = بہت احمق ھو —

عجب ذات شریف ھو' کتنے بھلے آدمی ھو' آپ میں بھی کوٹ کوٹ کے خوبیاں بھری ھیں' سب بزرگیاں تم پر ھی ختم ھیں ' آپ سے بہت بہت امید ھے ' ابھی کیا ھے ' خدا آپ کو بہت سا سلامت رکھے = بڑے بدذات ھو -

تم بھی بہت دور ھو ' بہت برے آدمی ھو' بیڈھب آدمی ھو' معلوم نہیں تم کون ھو' کہو تو سہی کیا ھو' کوئی قہر ھو یا غضب یا ستم ھو' تم سے خدا پناہ میں رکھے' آپ تحفگی کیا رکھتے ھیں' آپ ھیں کون ' نپٹ کڈھب ھو = خوب آدمی ھو!

پڑھے نہ لکھے نام محمدفاضل- یہ اس شخص کےواسطےبولتے ھیں جو اپنے پیشہ میں تو مشہور ھو مگر کام کا سلیقہ اسے نہ ھو -

آنکھوں کے اندھے نام نین سکھ = ایک بات کا دعویٰ

کرے مگر اس سے مناسبت نہ ہو۔

ہم آپ سے نہیں بولتے، کیوں آتے ہو، ہمارے پاس نہ آئیے، کہاں چلے آتے ہو، صاحب کو کس نے بلایا ہے، خیر باشد، کدھر کرم کیا، یہ چاند کیسا نکلا، کہیں رستہ تو نہیں بھول گئے، گھر کو پھر جائیے، آپ کا گھر کہاں ہے، میں تو صاحب کو نہیں پہچانتا = ملاقات کے وقت ایک دوست سے اشتیاق اور شکایت کا اظہار۔

گھر کی مرغی دال برابر، یہ فقرہ اس مقام پر کہتے ہیں جب کوئی اپنے بیٹے یا عزیز یا دوست یا باوفا غلام یا لایق ملازم کی قدر نہیں کرتا اور دوسروں کی تعریفیں کرتا ہے اور روپیہ خرچ کر کے ان سے کام لیتا ہے۔

ہزاروں (یا سیکڑوں، لاکھوں، کروڑوں) بے نقط سناؤں گا = بہت سی گالیاں دوں گا۔

جل و جلی، واہ واہ، کیا پوچھنا ہے، کیا کہنا ہے، کیا بات ہے، یوں ہی چاہئے، کیا خوب، چہ خوش، چرا نہ باشد، واچھڑے، سبحان اللہ، آہا، ہوے بے ظالم، یہاں فرشتے کے بھی پر جلتے ہیں، کیا مذکور ہے، کہیں نظر نہ لگ جاے، خدا سلامت رکھے، آپ کی کیا چلائی، رحمت خدا کی، شاباش، آفریں صد آفریں، بارک اللہ، ایسی ہی باتوں سے تو معقول ہوئے ہو، اللہ اکبر، اللہ غنی،

اوھو جی ' اوھو = [ یہ سب کلمے ایک طرح کی ھجو ملیح ھیں ] ایسے موقع پر مستعمل ھوتے ھیں جب کسی سے کوئی فعل کہنے والے کی توقع کے خلاف سرزد ھو —

ڈھینگ ڈھینگ بلو کا راج ' اندھیری نگری چوپٹ راج = حاکم اور رئیس کی بے انصافی کا ذکر۔

کام کیا ھے ' قہر کیا ھے ' غضب کیا ھے ' ستم کیا ھے = عجیب کام کیا ھے ۔

گھونسا مار پانی نکالتا ھوں ' لات مار پانی نکالتا ھوں = وہ کام کرتا ھوں جو اور کوئی نہیں کر سکتا ۔

گھر کی پتلی باسی ساگ = بیجا شیخیوں کے جواب میں۔

باسی رھے نہ کتا کھائے = کھانے کا اسراف ھمارے ھاں بہت ھے ۔ [ جو آنا سو کھا لینا ]

آپس میں گرہ پڑ گئی = دشمنی یا مخالفت ھو گئی ۔

قاضی جی تم کیوں دبلے ھو شہر کے اندیشے سے = بیجا غم اور فکر میں مبتلا ھونا ۔

بال بال گج موتی پروئے بیٹھی ھے = بن سنور کر بیٹھی ھے۔

چولھے میں پڑے ' بھاڑ میں جائے = ھمیں اس شخص یا چیز سے سروکار نہیں ۔

چاند کو گہن لگ گیا = باوجود ساری خوبیوں کے ایک عیب رکھنا —

اس بات میں بٹا لگتا ھے = یہ معیوب کام ھے ۔

شرم بھی نہیں آتی ' دل میں تو سوچو ' کبھی شرمایا تو کرو = دوست کے نہ آنے کا گلہ -

یہ منہہ اور مسور کی دال' آپ کے بھجا دنتد ھی کہےدیتے ھیں' ایسے جسی' بل بے جما تیری دھج = ترتیب وار معنی یہ ھیں (۱) یہ کام تیری لیاقت سے زیادہ ھے - (۲) تمھاری صورت ان دعوں کی صداقت کی شہادت نہیں دیتی پھر کہنے سے حاصل -(۳) بارے آپ بھی اس قابل ھو گئے- (۴) اس شیخی کی داد دینی چاھئے کہ پلے تکا نہیں اور امیروں کی تکر -

کانے چوت کنو نڈے بھیت ' یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ھے جب ایسے آدمی سے اتفاقاً مڈ بھیڑ ھو جاے' جس سے رنجش ھو یا ملاقات منظور نہ ھو ' یا اپنا اُس وقت اس طرف کو جانا پوشیدہ رکھنا ھو -

حلوا خاتون ' یہ ایک کھٹہ پتلی ھوتی ھے جسے فقیر کپڑے پہنا کر بچوں کے سامنے اپنے ھاتھہ سےنچاتے ھیں اور اپنی روزی کماتے ھیں-

گوبر گنیش ' گل بھترا ' مستندا ' ھتا کتا ' تانتھا ' دب اکبر ' بھیلسا ' فیل ' منگلوسی ' چک پھیا ' مربع ' چوکور ' گیندا = موتا شخص -

تلکا ' تنیری ' تا گا ' سوکھا = دبلا پتلا -

پتھر پھوڑا = ایک جن کا نام جس نے خیال کیا

جاتا تھا کہ بہت آدمیوں کے سر پھورے -

چندول گداگر بول ' کانٹھہ کتھول بانسلی بھنبھری میرا نام ' گھور کھنڈے چوھے للڈے ' کالے پیلے دیو ' شیر بکری یا باگ بکری ' اٹیرن ' کبڈی ' وزیر بادشاہ ' آنکھہ مچہ‌ل کڑوا تیل بلی پادے وھی پھلیل ' چھائیں مائیں گول گھمائیں راجہ کے گھر بیٹا ہوا دوڑے آئیو کوئی ایسا بھی داتا ہو چڑیا کے بند چھڑادے ' مونگ چلا ڈگڈوئی ڈو ' میری آرزو کیوں آڑے ' لوڑھی تیسوراے = یہ سب کھیلوں کے نام ھیں ' اِن کھیلوں میں سے لوڑھی کارواج دھلی سے کابل تک ھے - اِس کی تفصیل یہ ہے کہ اِس تہوار سے کچھہ دن پہلے بچے بعض جوانوں کو ساتھہ لے کر محلہ محلہ پھرتے ھیں اور ھرگھر سے کچھہ نقد یا ایندھن وصول کرتے ھیں اور مقررہ رات کواس ایندھن کا ڈھیر بناکر جلا دیتے ھیں ' نقد جو وصول ہوا تھا اس کی مٹھائی لے کر آپس میں بانٹ لیتے ھیں یہ رسم ھندووں کی ھے مگر مسلمانوں کے بچے بھی کھیل سمجھہ کر اِس میں شامل ہو جاتے ھیں -

تیسوراے کا یہ مطلب ھے کہ دسہرہ کے دنوں کے قریب لڑکے مٹی کی ایک مورت بناتے ھیں جو تین لکڑیوں پر ٹکی ہوتی ھے اُس میں چراغ رکھنے کی بھی جگہہ ہوتی

ھے اِس کو وہ گھر گھر لئے پھرتے ھیں اور پانچ چھہ دن میں جو نقدی وصول ھوتی ھے اُس کی مٹھائی لے کر آپس میں بانٹ لیتے ھیں - لڑکیاں ٹیسو راے کے بدلے جھنجھوری یا جھنجھیا بناتی ھیں، یہ کھیل اب پورب کے شہروں میں بھی رواج پا گیا ھے —

دوسرے کھیل جیسے کبڈی، باگ بکری، وزیر بادشاہ جوان آدمی بھی کھیلتے ھیں اور جگہہ جگہہ ان کا رواج ھے ، باقی کھیل بچوں سے مخصوص ھیں جو کھیل ان میں سے اور جگہہ نہیں پہنچے اُن کی تفصیل لکھہ دی گئی ھے -

بتی سریستا پھول پان بیچتا ، یہ کلمہ گلی ڈنڈا کے کھیل میں کہا جاتا ھے ' کھیل کے ایک خاص موقع پر جب کھیلنے والے کا سانس ٹوٹ جاے تو ڈنڈا اس کے ھاتھہ پر مارا جاتا ھے جسے چمیٹی کہتے ھیں —

کیلے والے لال = کلویں سے پانی کھینچتے ھوے مالیوں کی آواز -

گول گول بات = جس بات کے کئی پہلو ھوں ، مگہم، مبہم-

موتی پروتا ھے = سہانے بول بولتا ھے -

گھاس کاٹتا ھے = ایسی تیزی سے بولتا یا پڑھتا ھے کہ سمجھہ میں نہیں آتا -

گل کترتا ھے = چاپلوسی کرتا ھے، فتنہ برپا کرتا ھے

[ مدت سے اِس محاورہ کا اطلاق اعجوبہ یا نادر کام پر ہوتا ہے ]-

ریوڑی کے پھیر میں آگیا = مصیبت میں گرفتار ہوگیا-

چڑیا کے' چڑیا والے'مرغی کے' مرغی والے' جھانپوں کے' جھانپو والے' ڈھڈو کے' ڈھڈو والے' بگلولو کے' بگلولو والے' کواپری کے = یہ کلمے اُس کے لئے استعمال ہوتے ہیں جسے بیوقوف سمجھا جاتا ہے [اب یہ کلمے عوام میں طنز کے مقام پر چھوٹی گالی کی طور پر حرف ندا کی طرح استعمال ہوتے ہیں ]-

خیری خیری دیلگے کوئی ایسے ہی داتا دیلگے (یا ایسا ہی داتا دے گا)= یہ صدا ذاہل ملنگوں کی ہے جو وہ قافلوں کے سامنے لگاتے ہیں-

باج باج اللہ محمد کا راج = نفر لوگ گھڑیال بجاتے وقت یہ الفاظ بولتے ہیں-

لپو = پگڑی' دستار-

ڈاب = کمربند' پٹکہ-

پھرکی' پدڑی' پودنا = دبلا' کمزور' چھوٹا-

کھٹہ پتلی' الو کا بچہ' الو کی دم فاختہ' الووا خراء

مٹی کی مورت = بیوقوف آدمی-

کلّو = اِس لفظ سے چھوٹی لڑکیوں کو خطاب کرتے ہیں-

پری= بہت اچھی چیز -

سرجوت= نفرت کے معنی میں آتا ہے یا چڑ کے واسطے لیکن اصل میں اِس کے معنی رشک کے ہیں -

بد یاندھاں= نہایت قابل آدمی -

پڑہ پتھر لکوہ لہڑا بھئے ایلتیں باندہ کچھری گئے =باوجود تمام کوشش کے علم نہ آیا -

شوربور ' شرابور = پہلا محاورہ مردوں اور دوسرا عورتوں کی زبان ہے ' معنی سر سے پاؤں تک بھرا یا بھیگا ہونا -

رنگ ہے جی رنگ ہے = یک دوست دوسرے دوست سے خوشی کا اظہار کرنے یا مبارکباد دینے کو کہتا ہے -

جان چھلا ' خانم جان ' بیگمان ' زنانی' دیوانی' کرھائی' بہشت کی قمری ' دورپار ' خاصی پیاری ' جان صاحب ' میں واری ' بی جی ' بہو جی ' بلو جان ' گھو نگھٹ والی پردہ والی' اے جی ' ھی ھی = ایسے مرد کے لیے استعمال کرتے ہیں جس کی زبان ' پوشاک ' حرکات و سکنات عورتوں جیسے ہوں -

ملوا ' مٹھو = بیوقوف کو مہربانی کی نظر سے کہتے ہیں -

تلخی ' خام پارہ ' تتیا ' مرچ ' مال زادی' خلدی ' خیلا = سرکش ' بدزبان اور جھگڑالو عورت -

مردہ شو کے حوالے ' خدا سمجھے ' کالا ماہ نیلے ھاتھہ پاؤں = عورتوں کے فقرے جو وہ بہت غصہ اور نفرت کی حالت میں کہتی ھیں۔

دو گلدی چنّی = ڈھلمل یقین شخص یا جس کی دو چیزوں پر نظر ھو۔

سیاھی نے دبایا ھے = نیند میں باتیں کرتا ھے اور سوتے سوتے اتھہ کر لوگوں سے لڑنے لگتا ھے بلکہ اگر لکڑی یا تلوار ھاتھہ آ جائے تو چوٹ بھی کر بیٹھتا ھے یہ سب کچھہ تو کرتا ھے لیکن نہیں جانتا کہ کیا کر رھا ھے ۔

روبین ھو جانا = تیز چلنا ' غائب ھو جانا ۔

دھنتّر ' رستم ' رستم کا بچہ ' تیس مار خاں = زبردست ۔

دھنا سیتھہ ' جگت سیتھہ کا گماشتہ ' کوتھی وال ' گانتھہ کا پورا ' بھرا پرا = مالدار ' موتی اسامی ۔

شہر = شاہ جہان آباد ۔

سانگ لانا = بہانہ کرنا۔

پان پھول ' دھان پان = نازک بدن ۔

چھوتا منہ بڑی بات = جس کام کی لیاقت نہ ھو وہ کام ھاتھہ میں لینا ' متکلم اور غایب دونوں کے لئے کہا جاتا ھے ۔

حاتم کی گور پر لات مارتا ھے = مفلوک الحال کی سخاوت کے ذکر میں بولا جاتا ھے ۔

ھفتے جکڑنے = جب ایک پہلوان دوسرے کو زمین پر پٹ گرا دیتا ھے تو اس لئے کہ وہ اتھنے نہ پاے اپنے دونوں ھاتھہ اس کی بغلوں کے نیچے سے لیجا کر اس کی گردن کو زور سے دباتا ھے تاکہ وہ دق ھو' اسے ھفتے جکڑنا کہتے ھیں ـ

دھوبی پات ' کلا رنگ ' دھاک پر چڑھا مارنا = یہ کشتی کے داؤں پیچ ھیں * -

نوکر لات کپور کے ھونٹھہ ملیں حق لیں = شاہ جہان یا اورنگ زیب کے عہد میں دو کلاونت تھے جن کے نام 'لات' اور 'کپور' تھے' ان بیچاروں کے نوکر کام کاج تو کچھہ کرتے نہ تھے اور تنخواہ لینے کو آکھڑے ھوتے تھے' اس خوف سے کہ ھنگامہ نہ اتھائیں ان کو تنخواہ دیدی جاتی تھی' جب سے یہ ضرب المثل بن گئی - جب نوکروں کو کام کم ھو اور آقا ذی مروت ھو تو یہ کہا جاتا ھے —

کھانا پینا گانٹھہ کا نری سلام علیک = بڑے آدمی کی بے التفاتی اور اپنی بے پروائی کے مقام پر سلام کے جواب میں کہا جاتا ھے -

---

* کشتی کے بہت سے داؤں ھیں' بعض اشعار میں نظام کردئے گئے ھیں مثلاً .
اک دستی در دستی مرنڈھا قال بغلی بیٹھک گرہ کر ڈال - ( مترجم ) -

کھلنڈرا ، اکھڑ = بے پروا اور عاقبت نا اندیش آدمی-

ماموں جی جو ھار = طعنے یا ھنسی کے لئے سلام علیکم کے بدلے استعمال کرتے ھیں-

پھوٹ بہا = دلی صدمے سے زار زار رونے لگا-

جھڑ پکا ، ھوچکا = اپنے رتبے سے گر گیا-

تم نے اڑائیاں سو یہاں بھون بھون کھائیاں = یہ اشارے کنایے میں تم سے زیادہ سمجھتا ھوں-

میں نے چار برساتیں زیادہ آپ سے دیکھی ھیں = تم سے زیادہ تجربہ کار ھوں تم میرے سامنے بچے ھو-

آیں ؟ ، کیا ؟ معقول ، خوبی خلطے کی ، کتنے گرم ھو، واہ مُنھہ تو دیکھو، آرسی تو ھاتھہ میں لو، خیر مانگو، بہت بڑھ نہ چلو، آپ کو بھول گئے ، نئی طرح کی گرمی ھے ، کچھہ شامت تو نہیں آئی ھے ، گھر سے لڑ کر تو نہیں چلے ، ٹھنڈے ٹھنڈے گھر جاؤ ، بلی لانگ کے تو نہیں آے ، صبح کسی کا منھہ دیکھا تھا، خیر سے گھر کو سدھارو، اتنا لگ نہ چلیے= یہ کلمے اور جملے بے تمیز زباں دراز آدمی سے رنجش کے طریق پر کہے جاتے ھیں یا بے تکلفی اور خوش اختلاطی کی وجہ سے دوست سے-

دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا ، اِلّذی نہ اُلّذی ، اِدھر نہ اُدھر یہ بلا کدھر = بے سر و پا آدمی-

ھفتے جکڑنے = جب ایک پہلوان دوسرے کو زمین پر پٹ گرا دیتا ھے تو اس لئے کہ وہ اتھنے نہ پائے اپنے دونوں ھاتھہ اس کی بغلوں کے نیچے سے لیجا کر اس کی گردن کو زور سے دباتا ھے تاکہ وہ دق ھو' اسے ھفتے جکڑنا کہتے ھیں ـ

دھوبی پات' کلا رنگ' دھاک پر چڑھا مارنا = یہ کشتی کے داﺅ پیچ ھیں* -

نوکر لات کپور کے ھونٹھہ ملیں حق لیں = شاہ جہاں یا اورنگ زیب کے عہد میں دو کلاونت تھے جن کے نام 'لات' اور 'کپور' تھے' ان بیچاروں کے نوکر کام کاج تو کچھہ کرتے نہ تھے اور تنخواہ لینے کو آکھڑے ھوتے تھے' اس خوف سے دَہ ھنگامہ نہ اتھائیں ان کو تنخواہ دیدی جاتی تھی' جب سے یہ ضرب المثل بن گئی - جب نوکروں کو کام کم ھو اور آقا ذی مروت ھو تو یہ کہا جاتا ھے ـــ

کھانا پینا گانٹھہ کا نری سلام علیک = بڑے آدمی کی بے التفاتی اور اپنی بے پروائی کے مقام پر سلام کے جواب میں کہا جاتا ھے -

---

* کشتی کے بہت سے داﺅ ھیں' بعض اشعار میں نظام کردئے گئے ھیں مثلاً . اک دستی در دستی مرنڈھا ٹاں بغلی بیٹھہ گرہ کر ڈال - ( مترجم ) -

کھلنڈرا ، آکھڑ = بے پروا اور عاقبت نا اندیش آدمی-

ماموں جی جو ھار = طعلے یا ھلسی کے لئے سلام علیکم کے بدلے استعمال کرتے ھیں-

پھوٹ بہا = دلی صدمے سے زار زار رونے لگا-

جھڑ پکا ، ھوچکا = اپنے رتبے سے گر گیا-

تم نے اڑائیاں سو یہاں بھون بھون کھائیاں = یہ اشارے کنایے میں تم سے زیادہ سمجھتا ھوں-

میں نے چار برساتیں زیادہ آپ سے دیکھی ھیں = تم سے زیادہ تجربہ کار ھوں تم میرے سامنے بچے ھو-

آیں ؟ ، کیا ؟ معقول ، خوبی خلطے کی ، کتنے گرم ھو، واہ مُنھہ تو دیکھو، آرسی تو ھاتھہ میں لو ، خیر مانگو، بہت بڑھ نہ چلو، آپ کو بھول گئے ، نئی طرح کی گرمی ھے ، کچھہ شامت تو نہیں آئی ھے ، گھر سے لڑ کر تو نہیں چلے ، ٹھنڈے ٹھنڈے گھر جاؤ ، بلی لانگ کے تو نہیں آے ، صبح کسی کا منھہ دیکھا تھا، خیر سے گھر کو سدھارو، اتنا لگ نہ چلیے = یہ کلمے اور جملے بے تمیز زباں دراز آدمی سے رنجش کے طریق پر کہے جاتے ھیں یا بے تکلفی اور خوش اختلاطی کی وجہ سے دوست سے-

دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا ، اِلّذی نہ اُلّذی ، اِدھر نہ اُدھر یہ بلا کدھر = بے سر و پا آدمی-

ہم نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے = ہم کار آزمودہ آدمی ہیں-

میں تیرا گدا بلاؤں گا = تجھے بہت رسوا کروں گا -

پھر مانگ = سایل کو صاف جواب-

کدھر ملہ ڈالتا ہے = کہاں چلا آتا ہے ؟

آپ میری جان سے کیا چاہتے ہیں ؟ = مجھہ سے کیوں بات کرتے ہو' کیوں جان کھاے جاتے ہو-

ملہ چڑانا = کسی کی تقلید کرنا مگر عہدہ برآنہ ہوسکنا -

سولھی ' نکی موتھہ ' نوتری= جواریوں کے دانو ہیں ۔

پہلے پانسے تین کانے = بسم اللہ ہی غلط ' شروع ہی میں ہار کا پاسہ —

ملہ لگائی ڈومنی گاوے تال بتال = امیر کا مصاحب بن کر بیہودہ بھی بکے تو ٹوکا نہیں جاتا -

آئیے مل جی آئیے = ملاقات کے وقت دوست سے ہلسی کی طور پر کہتے ہیں —

آنکھہ آئی = آنکھہ میں درد ہوگیا —

بھڑوا = ' ہولی' میں جس آدمی کے کپڑے رنگ میں بھرے ہوں اسے کہتے ہیں -

بلے ہوے ہیں ' مجلس کی رونق ہیں = مسخرے ہیں ۔

رنگا ہوا ہے = ذاکر اور شاغل ہے-

جگت گرو = فن کا پیشوا -

ادیس = اچھا گوئیا' بزرگ ' معلومات رکھنے والا ۔

بھوسل ' جھلا سر= مسخرہ ' کمینہ ۔

انگور = زخم کا بھرنا ۔

چھاتی کا پھوڑا ' سوھان روح ' وبال گردن = جو شخص مخالف طبع ھو ۔ توتی بانھہ ' گل جندری = نالایق بیٹا یا بھائی یا رفیق —

تیرے تو کچھہ لچھن سے جھڑ گئے ھیں = تیرے برے دن آے ھیں ' تیرے چہرے کی روحانی جاتی رھی —

میرے دل کے آج پھپولے پھوٹے = آج مجھے بڑی خوشی ھوئی کے دشمن ذلیل ھوا —

کالا = عیار آدمی ' سانپ ۔

باؤلا کتا ' کٹخنا [ کٹ کھنا ] کتا = بدخلق آدمی —

اپنی گلی میں کتا بھی شیر ھے = اُسے کہتے ھیں جو دوسرے کی حمایت پر اینٹھہ دکھاے —

حمایت کی گدھی عراقی کو لات مارے = کم قدر آدمی کا امیر اور ذی رسوخ اشخاص کے اشارے پر اپنے سے بڑے آدمی سے گستاخانہ پیش آنا —

جو بولے سو گھی کو جاے = جو اُس مجمع یا گھر میں منصفانہ بات کرے سزا پاے گا اور ذلیل ھوگا —

دو ملا میں مرغی مردار = اس کے استعمال کا محل

یہ ھے کہ کوئی شخص ایک معزز جماعت کے سامنے اپنی ضرورت پیش کرے اور وہ دونوں اسی معاملے میں باھم بحث کرنے لگیں' ظاھر ھے کہ اھل ضرورت کا کام بیچ میں رہ جاےگا [ 'مردار' کا بدل ' حرام' بھی مستعمل ھے ]—

پتنکی پڑے ان کی باتوں پر = [ یہ عورتوں کا محاورہ ھے ] ان بیہودہ باتوں پر خاک ڈالی جاے —

چرخ چنبو کے لڑکے = فاحشہ عورت کے بیٹے' بے حیا اور بے ادب —

سہمو سیلو = بازاری عورتیں ' کنجڑن وغیرہ —

کام بڑھئی کا = نجار یا کھاتیوں کی آواز جو وہ گلی کوچوں میں لگاتے پھرتے ھیں —

سونٹھہ ھے نیبو کے رس کی = سونٹھہ کا پانی بیچنے والوں کی آواز —

سو سنار کی نہ ایک لوھار کی = سو برائیوں یا پھبتیوں کے عوض میرا ایک جواب کافی ھے - [ ظاھر ھے کہ سنار کے اوزار ننھے ننھے ھوتے ھیں اور سونے چاندی پر ان کی چوٹیں نرم اور آھستہ آھستہ پڑتی ھیں جب کہ لُہار کے ھتوڑے کی چوٹیں دھواں دھوں پڑتی ھیں ] -

کیا بیچتے ھو؟ کیا کھٹ راگ گاتے ھو؟ کیا گوہ کھاتے ھو؟ کیا جھک مارتے ھو؟ کیا قصہ لگایا ھے؟ کیوں مغز

کھاتے ہو؟ کاہے کو دماغ پریشان کرتے ہو؟ = کیا فضول باتیں کرتے ہو —

منھ کو لگام دو، زبان سنبھال کے بولو = سنجیدہ بات کرو —

منھ دھو رکھو = اس کام کی توقع نہ رکھو —

ماں فقیرنی پوت فتح خاں = مجہول النسب شخص کے لئے کہتے ہیں جو مغرور ہو —

تیرے بت کو رسا = وہ کام کیا کہ کیا کہا جاے —

رانڈ کا سانڈ = حرام زادہ، بد طینت —

رانی خاں کا سالا، دھیں ڈھوکڑ خاں کا سالا، افلاطون کا بچہ = زبردست اور مغرور شخص —

برا یزید ہے = سخت بیرحم اور شقی ہے —

دھویا دھایا احمق ہے = اس کی حماقت میں شک نہیں —

فتح ہے = مژدہ ہو، مبارک ہو —

پانؤں زمین پر نہیں رکھتا = نہایت متکبر ہے —

آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا = معنی حسب محاورۂ صدر، شرم و حیا کے معنی میں بھی آتا ہے —

کوزہ میں کھاج = ایک مشکل میں ایک اور مشکل کا پیش آجانا —

کریلا اور نیم چڑھا = اس آدمی کے لئے مستعمل ہے جو پہلے سے بدخلق ہو اور اس پر اُسے دولت مل جاے -

ٹھونک بجا کر لینا = خوب جانچ پرکھہ کر کوئی چیز لینا -

منھہ پر ہوائیاں اُڑتی ہیں = چہرے کا رنگ فق ہے چہرہ بے آب و تاب ہے —

ہماری کیا پشم کندہ کرے گا = ہمارا کچھہ نہ بگاڑ سکے گا -

کانا ٹٹو بدھو نفر = بہت غریب ہے' ٹٹروں توں —

کھیل نہ جانے مرغی کا اُڑانے لاگا باز = اُسے طنزاً کہتے ہیں جو اپنی حد سے بڑھ کر کام کرتا ہے —

باپ نہ مارے پدڑی بیٹا تیر انداز = حسب صدر -

چندا ماموں تا = [ " تا " فقرے کا جز ہے ] ' چھوٹی لڑکیوں کا کلام چاند سے - کبھی کھیل میں آدمیوں سے بھی کہتی ہیں ' کسبی عورتیں بھی اپنے آشنا سے کہتی ہیں -

پیر مُغاں = مشیخت مآب —

فلانے کا بھانڈا پھوٹ گیا = عیب ظاہر ہوگیا [ راز فاش ہوگیا ] —

بھرم نکل گیا = اُس کے بیجا غرور اور بڑائی کا سبب معلوم ہوگیا —

جوش کم ہوا ' تاؤ میٹھا ہوا = سست پڑ گیا [ زور شور جاتا رہا ] —

مدھم تھاتھہ = وہ شخص جو ہر کام میں سستی یا تھکن کا اظہار کرے —

بوریا باندھنا = غریبوں کا سامان، امیر کسر نفسی سے اپنے لئے بھی کہہ دیتے ہیں۔

چبلا، سفلا، چھوکرا، بلّلا، منہ سے دودہ کی بو آتی ہے، ابھی چھٹی کا دودہ نہیں سوکھا، ابھی منہ دبائے تو چلو بھر چھٹی کا دودہ نکل پڑے = نہایت بے لیاقت اور ناتجربہ کار ہے ۔

جان چٹاخا، ہپا، بھبھوکا، دھواں دھار = خوبصورت۔

اڑھائی چلو اس کا لہو پی جاؤں = اس کو مار ڈالوں ۔

مسند بادشاھی کرو = مسند اٹھالو، قلعہ کے فراشوں کی اصطلاح۔

سکھہ فرمانا = سونا۔ ھندوستان میں شاھان تیموریہ کے لئے مستعمل ہے ۔

پیش خانہ = چوکی خانہ —

کھڑی مزدوری چوکھا کام = اچھی مزدوری دینا اور خوب کام لینا ۔ [ آج کل بجائے رائے ثقیلہ کے رائے مہملہ سے بولتے ہیں ] ۔

باریدار = جو اپنی باری یا نوبت پر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو —

باریدارنی = باریدار کی تانیث، باری دار عورت ۔

ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا = وہ نالایق شخص جس سے

ایک کام تو ہو نہ سکے اور بیجا عذر پیش کرے ، اس کے لئے کہا جاتا ھے —

آنت بھلے کا بھلا ، انت برے کا برا = برے کا انجام برا اور اچھے کا انجام اچھا ہوتا ھے -

چھکے چھوٹ گئے = عقل جاتی رھی [ حواس رخصت ہوئے ] —

جگ پھوٹا ، نرد ماری گئی = جب دو شخصوں میں نفاق ہوگیا تو دشمن کے لئے اُن دونوں کا پا مال کرنا آسان بات ھے —

بول گیا = تنگ آگیا ، عاجز ہوگیا —

میر ، دلتّوں ، چوتّوں = یہ تین کاتھہ کی رنگین گولیوں کے نام ھیں جن سے لڑکے کھیلتے ھیں -

پٹّرا کیا = خوب سزا دی —

ٹھیک کیا = راہ پر لے آیا [ سیدھا کردیا ] -

لال پگڑی والا میرجی کا سالا = یہ فقرہ شوخ لڑکے اس پر کستے ھیں جو سرخ دستار باند ھے ھو ، اگر پگڑی کا کوئی اور رنگ ہو تو لال کو اُس سے بدل دیتے ھیں -

ڈھیلے زناخ = اُس آدمی کے لئے استعمال ہوتا ھے جو ہر کام میں سست ہو -

چوموٹا کیا = خوب سزا دی -

ننگی بھلی کہ بل میں بانس = اُس رسوائی سے جو ایک کام کے نہ کرنے سے ہوتی وہ ذلت بہتر ہے جو اُس کے کرنے سے ہوئی ' جیسی فارسی کی کہاوت ہے ہمائدہ چیدن صد عیب دارد و نہ چیدن یک عیب ' -

دیکھا بھالا تو پچی ' چہرا سید ہو = یہ کم رتبہ شخص جو اپنی دولت پر اتنا اتراتا ہے اسے میں اُس وقت سے جانتا ہوں جب وہ ٹکڑ گدا تھا ' خوب پہچانتا ہوں -

بال باندھا چور = نادر اور بے مثل چور -

کوڑی کا پوت = اِبن زر ' پیسے کا سپت -

ہری چُگ = جو شخص غریب آقا کو چھوڑ کر امیر کے ساتھ ہوے —

ہرا بھرا = اس شخص سے مراد ہے جس کی قبر دهلی میں شاہ سرمد یہو دریائی کی قبر کے برابر ہے -

بتاسہ سا گھل گیا = جلد ہی تمام ہوگیا —

اُچھال چھکا = فاحشہ عورت —

کیا ننگی نہائیگی کیا نچوڑیگی = مفلوک آدمی سے کچھہ بن نہیں پڑتا —

من بھائے ملڈیا ہلائے = ایک چیز لینے کو دل تو کرتا ہے مگر بناوٹ سے انکار کرتا ہے —

بگلا مارے پنکھہ ہاتھہ = یہ کام کرنے سے کچھہ حاصل نہیں -

گھن لگانے کو نہیں = نام کو بھی نہیں - بعض اصحاب لکھنؤ میں کاف مفتوح بولتے ھیں ' یہ بالکل غلط ھے —

گیلڈ گدول = گولا بازی —

ڈیل در گنبد آواز در پھش = اس ڈیل ڈول پر یہ بزدلی —

بھوت لگا ھے = دیوانہ ھوگیا ھے —

پڑھا جن ھے = ھر بات سمجھتا ھے —

پانڈے جی تو پچھتاویں = یہ کلام اپنے حق میں مایوسی کے موقع پر استعمال ھوتا ھے —

بھل گھوریتے = وہ سوار جن کے گھوڑے تیز اور چالاک ھوں —

اونچی دوکان پھیکا پکوان = بے فیض امیر ' بد تقریر فاضل ' مشہور شاعر جس کا کلام بے مزا ھو ' اور ایسے ھی لوگ جو شہرت تو رکھتے ھوں مگر بے لطف ھوں -

اندھوں میں کانا راجا = اس کم علم والے کے لئے کہتے ھیں جو جاھلوں میں وارد ھو اور اپنا سکہ جما بیٹھے ' اسی طرح وہ عیبی آدمی جو اپنے سے زیادہ عیب والوں میں رھتا ھو —

رانی کو رانا پیارا اور کانی کو کانا پیارا = ھر شخص کو اپنا بچہ اوروں کے بچوں سے زیادہ پیارا ھوتا ھے -

اس سے کیا حاصل کہ شاہ جہان کی ڈاڑھی بڑی

تھی یا عالمگیر کی = بیجا بحث سے کچھہ حاصل نہیں-

امیر خانی = عورت نما مرد —

رذالے کا لٹھہ = بے ادب اور ملہ پھٹ آدمی —

چل بسا = مرگیا —۔

میں نے تمہاری گدھی چرائی تھی، میں نے تمہاری چوری کی ھے = میں نے تمہاری کیا خطا کی ھے —

لے پالک = ملہ بولا بیٹا، مذہ بولی بیٹی —

گُدگُدے = بھلے ھوے جوار کے دانے —

ڈھول تھمکّا = باگڑ کا ملک جہاں سے اکثر رنڈیاں آتی ھیں-

چومکھے کے ہاتھہ = مجلس میں چاروں طرف پھبتیاں اڑانا -

گھی کا کُپا لُڑھ گیا = بڑا رئیس مرگیا -

دھوم دھام = شان و شوکت -

دھما چوکڑی = ھلگامہ [ ھلسی خوشی کا ] -

کھیت چھوڑ گیا = بھاگ کھڑا ھوا -

ٹھکانے لگا، کام آیا = مار ڈالا گیا -

تصدق ھوا = حسب صدر، مگر امیروں کے سامنے -

بڑا سورھے = یہ بہت شجاع ھے —

دوکھنا = کسی کے عیب اسی کے ملہ پر بیان کرنا —

کیا درزی کا کُوچ کیا مقام = غریب آدمی جب اور جہاں چاھے چلا جاے، اس کے سفر کے لئے بکھیڑا

نہیں کرنا پڑتا -

بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ = یہ اس وقت کہتے ہیں جب ایک شخص کسی سے ناراض ہو اور دوسرے شخص کے ساتھہ مل جاے اور یہ شخص اول شخص کی دوستی سے آزردہ ہو - [آج کل اس کا محل استعمال یہ ہے کہ جب کسی شخص کی نسبت اس کے بیٹے سے زیادہ تکلیف پہنچی ہو، اسی طرح نائب منیب، بڑا چھوٹا وغیرہ سے] -

ناک چنے چبواے = نہایت تنگ کیا -

گھڑی میں گھڑیال ہے = ایک لحظے میں زمانہ بدل جاتا ہے -

جو گرجتے ہیں سو برستے نہیں = جو بہت شیخیاں بگھارتے ہیں کچھہ نہیں نکلتے -

دیکھا ہوا ہے = آزمایا ہوا ہے -

پھونک پھونک پانؤں رکھتا ہے = ڈر ڈر کو چلتا اور کام کرتا ہے -

چور ہے = مسخرا اور مکار ہے -

بات کا بتنگڑ بناتا ہے = بہت متفنی ہے -

ہتھیار ہونا = لڑائی ہوجانا -

توپی والے = ولایتی (انگریزی) فوج سے مراد ہے -

گھوڑی والے = دکن کی فوج سے مراد ہے -

پٹھان زا = شاہ ابدالی اور اس کی اولاد سے مراد ہے۔

کئی دن تم نے بھی چام کے دام چلاے = تم نے بھی جلد ختم ہونے والی دولت کے دنوں میں جو نہ کرنا تھا کیا۔

چول جھپٹا = لوٹ مار۔

پلک دریاؤ = سخی، بڑے دل والا۔

لے جا لب دریا کی ککڑیاں = دہلی کے ککڑی بیچنے والوں کی آواز۔

ہوتا سوتا = زندہ اور مردہ اہل کفو اور قرابتی۔

شایستہ خاں کا پوتا = متکبر آدمی۔

کاریگر، خلیفہ، استاد = نائی، اصلاح بنانے والا۔

کاریگر، خلیفہ، خاص پز = باورچی۔ خاص پز اصل میں خاصہ پز تھا۔ 'ہ' اڑ گئی۔

اسی طرح 'دیوان پن' کی 'ہ' کثرت استعمال سے غایب ہوگئی، جن لوگوں نے دہلی نہیں دیکھی ہے وہ 'دیوانہ پن' کہتے ہیں۔

سپرداد = ساز بجانے والا۔

ڈومنی پن = معشوقوں کے لبھانے کے انداز، میر حسن نے سحرالبیان میں 'ڈومن پن' باندھا ہے، شاید عورتوں کی زبان میں یہ ٹھیک ہو۔

ہمارا لہو پیو = قسم دینے کی جگہہ بولا جاتا ہے،

لہکن زنان منتری یا عورتوں کی زبان ہے -

دھورو فاعل = عورت نما مرد لباس اور حرکات و سکنات کے لحاظ سے -

بڈھیا کا کاتا جوان کا کھاجا' یا تماشا = ہندوستان کی ایک مٹھائی جو باریک تاگوں کی سی ہوتی ہے -

بور کے لڈو = شاہ جہان آباد میں ایک شخص لکڑی کے برادے کے لڈو بناتا تھا اور اس کو بیچتے وقت یہ صدا لگاتا تھا: - "کھائے گا سو پچھتائے گا اور نہ کھائے گا سو پچھتائے گا - بعضے 'بور' سے گیہوں کے آٹے کی بھوسی مراد لیتے ہیں —

ڈھلتی پھرتی چھانوں کبھی ادھر کبھی اُدھر = دولت کبھی ایک کے قبضے میں ہوتی ہے کبھی دوسرے کے —

بھوجلا پہاڑی کے پتھر کھاؤ = یہاں کھانے کی کوئی چیز نہیں' ہاضمہ قوی ہے تو بھوجلا پہاڑی کے پتھر کھاؤ —

بلبلیّہ ہوں بلبلیّہ ہوں - شادیاں مبارک! اُردو کے بھانڈ اول نقل یا ناچ کے شروع میں کہتے ہیں' اور جگہ کے نقال بھی ان سے سیکھ گئے ہیں —

سلطان جی = حضرت نظام الدین ولی سے مراد ہے جن کو اُردو میں نظام الدین اولیا کہتے ہیں —

فلانے کو دن لگے ہیں = اُس کی مَوت کے دن قریب

آئے ہیں - ' پر لگے ہیں ' بھی اسی معنی میں آتا ہے۔

چیونٹی کا بل = تنگ جگہ —

تنکے کی اوٹ پہاڑ ہر چیز میں ایک ڈھکی چھپی کیفیت ہوتی ہے —

آنکھ اوجھل پہاڑ - معنی حسب صدر —

اونٹ پہاڑ کے نیچے آتا ہے تو آپ کو سمجھتا ہے = ہر مغرور شخص اپنے سے زیادہ زبردست شخص سے ٹھیک ہوتا ہے —

تم گودڑوں کے لعل ہو، پوتڑوں کے امیر زادے ہو = باوجود ناداری کے سب کو عزیز ہو —

دبڑو گھسڑو = عاجز، بیچارا —

تیرے پانوں تلے گنگا بہتی ہے = تمام روئے زمین تیرے قبضے میں ہے —

چوہے کے بل میں گھسا چاہئے = اس شخص کے خوف سے کہیں پناہ ملنی چاہئے —

تین تیرہ ہوگئے = متفرق ہوگئے —

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے = راز دار طرف ثانی پر جو چاہے آفت لا سکتا ہے —

سب سایں پر لنگوٹیا نہ ملے = پرانے دوست سے جو سب باتیں جانتا ہے ڈرنا چاہئے —

آگ لگتے جھونپڑا جو نکلے سو لاؤ اس فارسی مثل کا قایم مقام ہے ' 'از خرس مُوئے بس است ' —

بھس میں چلگی ڈال جمالو دور کھڑی = چغل خور اور فتنہ پرداز آدمی کے لئے آتا ہے جو دو شخصوں کو لڑا کر آپ الگ رہتا اور ان کا تماشا دیکھتا ہے —

بچھوا کھونٹے کے بل کودے کم زور آدمی حمایتی کے زور پر فوں فاں کرتا ہے —

لکڑی کے بل بندری ناچے = حسب صدر —

پانچوں انگلیاں گھی میں تر ہیں = بہت آسودہ اور فارغ البال ہے —

نچوڑ بات کا = خلاصہ سخن ' لب لباب —

بکھلایا گیا = حواس پریشان ہوگئے —

سقے کی بادشاہی = چند روزہ دولت —

اندھی بادشاہی = بچوں کا کھیل ' جس میں ایک کے سر پر چادر ڈال کر چپت لگاتے ہیں —

ماتھا گلقند = احمق —

آپ بابو منگتے باہر کھڑے درویش = خود جس کے پاس کچھہ نہیں دوسرے کو کیا دے سکتا ہے —

فلانے کا فلانا مائی باپ ہے = اس کی پرورش کرتا ہے ' سزا دینے والے کے لیے بھی آتا ہے —

چل چلاؤ = کوچ۔

کٹ مسکا = ھٹا کٹا ، بے فکر —

چھوتا ہا سن چھلک پڑا = بے وقوف آدمی تلک ظرفی پر آیا۔

نسا جال = پیچ در پیچ —

گورکھہ دھندھا = ایک قسم کے شعبدے کی چیز —

بھول بھلیاں = شاہ جہان آباد میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے قریب ایک مکان ھے جو رائے پتھورا نے بنوایا تھا ' اس میں بہت سے دروازے تھے اجلبی شخص جو اس کے اندر سہر کو جاتا ھے اسے باھر نکلنے کا راستہ نہیں ملتا۔ (کاک ایک چھوٹی سی نان کو کہتے ھیں جو قطب الاقطاب کھایا کرتے تھے۔ اب یہ اس درگاہ کا تبرک ھے) —

کوّا کُہار = نامردوں کا مجمع —

مانگی دھار = وہ سپاھی جو دوسرے کا نوکر ھو —

قطامہ = بد خصلت اور بے حیا عورت —

ھلاکو = ظالم۔

نادر شاہ کاسا حکم = قوی حکم جو سخت اور اٹل ھو

مکر چاندنی = وہ چاندنی جو صبح کے قریب ھوتی ھے۔

جی دان = جان بخشی —

کنیا دان = وہ روپیہ جو کسی کو اس کی بیٹی کے

بیاہ کے لئے دیں —

بخشی کا دھلگر = زبردست ، بے فکر —

چپلا = بجلی -

کھٹواتی پاتی لے کر پڑ رہا ہے = نہایت خفگی اور آزردگی میں ایک کونے میں پانو پھیلاے بیٹھا ہے —

یہ بیل منڈھے نہیں چڑھاے کی = یہ کام نہیں ہوگا ، اس کا انجام اچھا نہ ہوگا —

مجھےمول لے کے چھوڑ دیا = مجھہ پر بہت بڑا احسان کیا-

بڑے بول کا سر نیچا = ہر بڑبڑیے اور خود سر کا انجام ندامت ہے —

بو آتی ہے = بد بو آتی ہے —

تکوری = وہ چوب جس سے نقارہ بجاتے ہیں —

میری بلا جانے = میں کیا جانوں ، میری جوتی وغیرہ اور متبذل الفاظ کے ساتھہ بھی آتا ہے —

پھلا پھولا = خوش و خرم ، صاحب اولاد -

راون کا بچا = زبردست ، متکبر شخص -

بڑی بات ہوئی = بہت اچھا ہوا کہ ایسا ہو گیا -

بھلا صاحب = خود بھکتو گے ، بہت خوب ، بھی اسی معنی میں آتا ہے -

کلھیا میں گڑ پھوڑ رہا ہے = سب سے الگ چھپا کر کوئی

کام کرنا یا کانا پھوسی کرنا -

جنگل میں مورنا چا تو کس نے دیکھا = (کن نے دیکھا' فصیح اردو ھے ) اگر دوستوں اور ھمسروں سے دور کسی کو دولت و ثروت ملی تو اس میں کیا لطف' کیونکہ ترقی کی خوشی اور حظ اپنے ھم چشموں میں ھوتا ھے -

زید عمرو کی ٹانگ تلے سے نکل گیا = یعنی اس کے کمال کا اقرار کیا —

گولی بچا گیا = مشکل کام سے ھاتھ اٹھا لیا'' صاف نکل گیا' بھی اسی معنی میں آتا ھے -

آپ کا بول بالا رھے = آپ کی بات مجلسوں میں قبول ھو ' آپ کا مخالف ھمیشہ مغلوب رھے -

باگ موڑنا = چیچک کے دانوں کا مرجھانا -

بڑا بچھو ھے = نہایت کینہ ور ھے -

سانپ کھلانا = ایسی آقا کی نوکری جو کٹھور ' مغلوب الغضب ھو اور کسی کی نہ سنے -

مسافر آ اُترا ھے = کسبی عورتوں کے حاملہ ھونے کے معنی میں -

چکا چوند = اندھیرا روشنی سے ملا ھوا -

جوگی کا کے میت = بے ٹھکانے آدمی کسی سے نہیں پٹیاتے -

پشم پر مارتا ھوں = دھیان تک میں نہیں لاتا ھوں -

غریب کی جورو سب کی بھابی = یعنی مسکین بے زبان

آدمی جسے ہر کوئی جو اس کے جی میں آے کہہ سناے اور وہ جواب نہ دے سکے -

اندھے کی جورو کا اللہ بیلی = بیوقوف کا مال جو چاہے اڑا لیتا ھے -

شیخ کیا جانے صابن کا بھاؤ = وہ آدمی اس چیز کی قدر اور کیفیت کیا جانے -

گدھا کیا جانے زعفران کی قدر = مطابق صدر -

رخ نہیں ملاتا = ادھر منہ نہیں کرتا - متوجہ نہیں ہوتا -

اس کی ناک مروڑ ڈالوں گا = اس کو خوب ٹھیک بناؤں گا تنبیہہ کروں گا

چلے پر مل والا ھے ' دال موٹھ والا ھے ' اونگ چڑے والا ھے = بہت ذلیل اور کم تشخص ھے -

**دهلی کے بازاروں' محلوں وغیرہ کے نام**

تکلنبود کا گھات (قلعے کے مغرب کی جانب کا جمنا کا گھات) ' سلھم گڑہ (شیر شاہ افغان شاہ ھند کے بیٹے اسلام شاہ کا بنایا ہوا قلعہ ' چونکہ اسلام شاہ سلیم شاہ کے نام سے مشہور ھے' اسلام گڈہ کو سلیم گڈہ کہنے لگے ) ' چاوڑی ' چوڑا ھٹ ' گلاب باڑی ' وکیل پورہ ' چتلی قبر ' سید حسین خاں کا بازار ' شاہ کلن کی ڈگڈگی ' ترکمان دروازہ ' بیرم خاں کا تراھہ ' خلیل خاں کی کھڑکی ' فراش خانہ کی کھڑکی ' لال کنواں '

قاضی کا حوض ' جوہری بازار ' چاندنی چوک '
فتح پوری کی مسجد ' جان نثار خاں کا چھتا ' کشلک نرور
کا چھتا (عوام خوش نرور کا چھتا کہتے ہیں اور جو
قابلیت دستگاہ ہیں وہ کوشک انور کا چھتا کہتے ہیں یہ
دونوں غلط ہیں کیونکہ ' کشنک نرور ' مارواڑ کے راجہ
کی رانی تھی اور یہ عمارت اُسی سے منسوب ہے) '
شیر بیگ کا چوترا ' گولک کا چوترا ' روز بھائی پورہ '
کٹھہ گڑہ ' مغل پورا ' سبزی منڈی ' گھوڑے نخاس '
مٹھائی کا پل ' تیلی واڑہ ' نائی واڑہ ' روشن پورا ' پہاڑ
گنج ' جشن پورا ' امام کی گلی ' تمبا کوکی منڈی '
بلی ماروں کا محلہ ' مہادیو کا پیپل ' شاہ بولا کا بڑ '
دب گروں کا محلہ ' سعد اللہ خاں کا چوک ' خاص بازار '
فولاد خاں کا کوچہ ' چیلوں کا کوچہ ' نیا بانس ' کشمیری
دروازہ ' زینت بازی ' کنچنوں کی گلی ' دارا کا طبیلا '
عربوں کی سرا ' جے سنگھہ پورا ' تیکا ہزاری کا پھاٹک '
مصری خاں کا پھاٹک ' تول کا کٹرا ' بیگم کا باغ ' برجنا تھہ
کا کوچا ' گھاسی رام کا کُوچا ' مہاجنوں کا کوچا (اس کا
کا نام مہاجانیوں کا کوچا مشہور ہے) ' قدم شریف ' شاہ
مرداں ' ایک تنگی نہر ' ایمان کا کٹرہ (بعضوں کے نزدیک
رایمان کا کوچہ) ' سہر ندیوں کا محلا ' بجوازیوں کا کوچا '

لاھوریوں کا محلا ' گندی گلی ' پلنچ پیر کا تھان ' کوتھا پارچہ (اس کو موید پارچہ بھی کہتے ھیں اور عوام مجید پارچہ کہتے ھیں ) ' جمال اللہ خاں کا پھاٹک ' دربیہ ' دارالشفا ' روشن دولا کی مسجد (عوام کی زبان میں ) ' سید فیروز کا بنگلہ ' میوے کا کٹرہ ' کابلی دروازہ ' اجمیری دروازہ ' دلی دروازہ ' لال دروازہ ' براھی کا تھاں ' محبوب الہی ' چراغ دھلی ' خواجہ جی ' سید حسن رسول نما ' باقی باللہ ' ناچ کی منڈی ' شاہ بڑے کا تکیہ ' شاہ تسلیم کا تکیہ ' تال کٹورا ' جوگمایا ' کا لٹا ' بھیروں جی ' رنگی ھٹ ' محلدار خاں کا کٹرا ' پرانا قلعہ ' فیروز شاہ کی لات ' شیخ محمد کی پائیں ' کشن داس کا تلاؤ (تلاؤ کے بدلے تالاب کہنا محض تکلف ھے ) ' ھرن منارا ' قطب صاحب کی لات ' پتھورا کے محل ' ادھم کا گنبد ' بھول بھلیاں ' سلطان غازی ' جھرنا ' شاہ مرداں ' تغلق آباد ' صفدر جنگ کا مقبرہ ' ھمایوں کا مقبرہ ' خانخاناں کا مقبرہ ' گوکانوے کی ماتا ' فرید آباد کی براھی ' املی کا محلا ' چوڑی والوں کی گلی ' سیتا رام کا بازار ' ماھی داس کا کوچہ ' بھوجلا پہاڑی ' مٹیا محل ' پیرندی کا نالا ' پتھر کا کلواں ' بادل پورا ' بہادر پورا ' موتھہ کی مسجد ' اسد خاں کی بارہ دری ' خان دوراں کی حویلی '

امیر خاں کا بازار، قابل عطار خاں کا کوچا، جت پورا، سعادت خاں کا کوچہ، محتسب کی مسجد، کشمیری کٹرے کی مسجد، زینت المساجد، جما مسجد (جمعہ مسجد، اسے مسجد جامع بھی کہتے ہیں)، نواب بہادر کی مسجد، شاہ ابوالعدل، میرزا جانجاناں صاحب، خواجہ میر درد صاحب، مولوی نظر محمد مرحوم، مولوی فخرالدین صاحب، میاں سید خاں، دولہا بھتیارے کے محل، کھجور کی مسجد، نیچہ بندوں کا کوچہ، سبز ڈنواں، پلٹن کا کوچہ، ہیجڑوں کا کٹرا، دائی پورا —

مندرجۂ بالا دھلی کے محلوں اور بزرگوں کے نام ہیں ان کے سوا اور بھی بہت سے محلے اور بزرگ ہیں لیکن اختصار سے کام لیا گیا —

زبان دھلی کے محاورے

چوری کا گڑ میٹھا = مفت کے مال میں بہت مزا آتا ھے —

بازار کی مٹھائی = بازاری عورتیں -

قوال = نظام الدین اولیا کی درگاہ کے مطرب -

شیر مادر ــ جایز اور حلال چیز -

چوکھا = خوب -

جماکی = جو لڑکے تمبا کو وغیرہ کے واسطے اپنے مکتب کے میاں جی کو جمعرات کے دن دیتے ہیں -

پھیلک = باہم گتکے کی ورزش ، اسے لکڑی [اور پکھیتی] بھی کہتے ہیں -

ایکنگ = پھری کے بغیر صرف گتکے سے لکڑی کی ورزش -

دوانگ = پھری کے ساتھہ پھکیتی -

پھری = نمدے اور چمڑے کی بنی ہوئی ڈھال ، معمولی سپر سے چھوٹی -

پھڑی = پتھر اور اینٹوں کا ڈھیر -

پوری نہیں پڑتی = فایدہ نہیں ہوتا [ آمدنی میں خرچ پورا نہیں ہوتا ] —

حرامی پلا = بد طینت شخص ، پاک ذات کا لفظ بھی اسی معنی میں مستعمل ہے —

گودڑ خیل (یاے مجہول ) = کوئی گھٹیا اور نکمی چیز -

تیرے پدر کو خبر نہیں = تیرے فرشتوں کو معلوم نہیں ، تجھے کچھہ خبر نہیں —

آٹھوں گانٹھہ کمیت = پختہ کار آدمی -

پلچ عیب شرعی ، مادر پدر بیزار = عیبی اور ناہموار شخص -

ملہ سے تو پھوٹو = کچھہ بولو تو! -

جوڑی ہے برخوردار ہے = دونوں نالایق ہیں -

پانی پت کے رہنے والے ہیں = نرم اور میٹھے ہیں -

دائی نے سر پھول پان = بیچارے مسکین آدمی پر هر

تہمت تھپ جاتی ہے اور ہر بلا آتی ہے -

ھبیلے کی بلا بلدر کے سر بدنام آدمی کے سر ھی
تہمت جاتی ہے ' اور بشرح صدر —

مچھی = بوسہ (یہ لفظ اب متروک ہے) -

زیر مشق = کسی کا تابع یا پٹا ہوا -

دونوں ٹانگوں میں سر کردوں گا = تجھے سزا دوں گا -

بال چھتری = اورنگ زیب بادشاہ کی دستار —

پردہ = تانت کے تار جو ستار پر باندھیں -

سلدری = ستار کے لوھے کے تار —

رفو چکر میں آجانا = حیران ہونا -

لٹو ہوگیا = عاشق ہوگیا —

پانی پانی ہوگیا = عرق عرق ہوگیا ' پسیلے پسیلے ہوگیا
(اور ہوا) = بہت شرمندہ ہوا —

فجر کا بھولا شام کو گھر آوے تو اسے بھولا نہیں کہتے =
اگر کوئی نادانستہ برا کام کرے اور پھر اسے چھوڑ دے
تو گناھگار نہیں ٹھیرایا جاتا -

ہونٹوں کی مسی پونچھو = یہ فقرہ بانکوں کی بولی کا
ہے جو وہ اپنے نوجوان حریف سے کہتے ہیں -

بانکا ' غنڈہ = اس آدمی کو کہتے ہیں جو تیڑھے رستے چلے
اور کسی کو شجاعت میں اپنے برابر نہ سمجھے -

کڑوا = شجاع -

نُکیلا = خوش شکل -

نَکیلا = غیرت مند -

چال ڈھال = رفتار و گفتار -

دانت ہے = ارادہ یعنی خواہش ہے ، قتل اور غارت کے لئے بھی آتا ہے —

دودھ سے مکھی کی طرح نکالڈالنا = بالکل بے دخل کردینا -

دودھا دھاری = جو دودھ کے سوا کچھہ نہ کھائے پئے —

مونچھہ مروڑنا = اس کو راہ پر لانا جو واھی تباھی بولتا ھو —

گال کاٹ کھانا = منھہ مل ڈالنا ، گردن توڑ ڈالنا ، سر دبا ڈالنا ، کمر تکی کرڈالنا = ذلیل کرنا —

بھاری بھرکم = متین شخص -

منہ لگانا = مصاحب بنانا ۔

دم دینا = دھوکا دینا ۔

کھلے بندوں کام کرنا = بے تردد کام کرنا -

فلانے کے دشمنوں کی طبیعت کسلمند ہے = وہ خود بیمار ہے -

بے طرح = ایسی چیز جو کسی کی سمجھہ میں نہ آئے —

جانی ، جانی جیوڑے = معشوق کے خطاب —

گڑ کھانا گلگلوں سے پرھیز کرنا = ایک شخص کی دوستی

کا دم بھرنا لیکن اس کے باپ یا بیٹے کے نام سے کانوں
پر ہاتھ دھرنا--

۱ دریا میں رہنا اور مگر مچھ سے بیر = جس شخص کے گھر
میں رہنا اس شخص کے بیٹے یا مختار وغیرہ سے عداوت رکھنا۔

موتی اسامی = مالدار —

ہاتھیوں کے ساتھہ گنے چوسنا = زبردست آدمی سے همسری کرنا۔

باندی بلند وز = کلیز —

کیا کتا ہے = کیا پاجی ہے۔

۱ ایک پانچ کوڑیاں نیاز حضرت نظام الدین اولیاء کی =
دارالخلافه کے بعض فقیروں کا سوال -

نظر گزر = نظر بد--

دلی کا لڑکا ہے = دهلی کا رهنے والا ہے -

تھالی پھرتی ہے = آدمیوں کی اتنی بھیڑ ہے کہ بیان سے باھر-

کھونٹی مڑوڑی = سزادی ' گوشمالی کی -

تاج = توپی = (شہر کے آزادوں کی زبان میں )-

۲ اس کا پیالا هوا = وہ مر گیا ( یہ بھی آزادوں کی
زبان ہے ) -

ککڑی کے چور کو گردن نہیں مارتے = ایک گناہ
جو کسی سے بھول میں هو جائے تو کشتنی نہیں ہوتا -

بوتے ساقد = سہاقد - قد رعنا ' بعضے بوتا ساقد کہتے هیں-

تمہارے واسطے تو کنوؤں میں بانس ڈالے = تمہاری بہت تلاش ہوئی -

پلیری = چھوٹے پودے، نئی پود، وہ اسباب جو باپ دادا سے ترکہ میں ملا ہو -

چرخ چڑھانا = اپنے کو اعلیٰ درجے پر پہنچانا -

اُودبلاؤ = احمق -

جھاڑ جھنکار = بڑے اونچے اور گھن کے درخت -

اُونت = لمبیے قد کا آدمی —

شش و پنج میں پڑا ہے = سخت تردد میں ہے —

تھرکنا = بدن کے اعضا کو ہلانا -

مٹکنا = آنکھہ، بھوں اور دونوں کندھوں کو حرکت دینا -

ڈلو = کم عقل آدمی -

بورچی = باورچی -

بوندگیا = نظر سے دور گیا -

جی کابٹ جانا = پریشان خاطر ہونا -

چین چین کرتا ہے = بیجا شور کرتا ہے —

ننگا منگا = کپڑوں کے بغیر، برہنہ -

بائیں بکّل = دوپٹہ سے عورتوں کا جسم کو سجانا -

بوٹی بوٹی پھڑکتی ہے = بلند بلند سے نچّیاپن ظاہر ہوتا ہے -

میں نے اسے خوب جھاڑا = اُسے خوب ہی شرمندہ کیا -

ہمارا اُن کا ڈانڈا ملتا ہے = ہمارے اور ان کے پیدا ہونے اور رہنے کی جگہ پاس پاس ہے -

بارہ باٹ اٹھارہ پیلتے پھرا ہے = کار آزمودہ آدمی ہے -

دانت پر میل نہیں = نہایت بے مقدور ہے -

سیانا کوا گو کھاتا ہے = مکار آدمی لالچ سے مصیبت میں پھنس جاتا ہے -

کبوتر باز ' جوہری = مردم شناس -

قصباتی ' گنوار ' باہر بندو = احمق -

قسم کھانے کو جگہ رہی = دل تو اس کام کو نہیں چاہتا لیکن تکلف سے یاروں کے شریک ہوگیا -

لہولگا کے شہیدوں میں مل گیا = اس کام کی لیاقت ذرا نہ تھی صرف بزرگوں کا تتبع کیا -

غچی پارہ = چقری جو لڑکے کھیل کے لئے بناتے ہیں -

بڑا پتھر نہ اٹھہ سکے تو تیں سلام کر کے چھوڑ دیجیے = جو کام نہ ہوسکے اسے چھوڑ دیا جائے -

پتھراؤ کیا = سنگسار کیا -

چمار چودس = نالایقوں کا مجمع -

گھرول = ہجوم -

کلکلی بی بی = مسی بیچنے والی عورت -

کچ کچاہٹ ' مچ مچاہٹ = عاشق کی کمال خواہش

بوس و کنار کے لئے -

گدگداهٹ = بیقراری -

میلا هے = رنجیدہ هے -

سونے کے سہرے سے بیاہ هو = شادی کے لئے نیک دعا -

فلانے کے سر سہرا هے = اس کے نام فتح هے ' یہ کام اُسی سے هوگا -

مٹ گیا ' بیٹھہ گیا = تباہ هوگیا -

چمکا رهتا هے = بنا سنورا رهتا هے -

اُجلا رهتا هے = حسب صدر -

میلا رهتا هے = مفلس هے -

بھلے کو میں تمہارے پاس آیا تھا = اچھا هوا -

مفلس کا مال هے = شہر کے دلال اس صدا سے غریب آدمی کا مال بیچتے هیں تاکہ خریدار سستا سمجھہ کے مول لے لیں -

ان کی دم میں نمدا باند هو = ان سے کچھہ تعلق نہ رکھو -

گھوڑچڑھا = وہ شخص ملازم جس کی سواری کے لئے آقا کے هاں سے گھو مقرر هو ' شرط یہ هے کہ سپاهوں میں نوکر هو ' ورنہ یوں تو امیروں کے مصاحب بھی آقا کے گھوڑوں پر چڑھتے هیں -

پٹھا = پہلوانوں کا نیا شاگرد ' نوجواں شخص کو

بھی کہتے ہیں -

دنداں مصری = نازک بدن مرد ۔ ایک مٹھائی جو بچوں کے لئے بناتے ہیں -

رنڈی = کسبی عورت -

نایکہ = کسبی عورتوں کی مالک یا کار پرداز -

بجلتری محال، چکلہ = کسبی عورتوں کا محلہ -

زوت مارے جاتا ہے = منہہ سیئے اور سانس چرائے جاتا ہے [ تاکہ کوئی دیکھہ نہ لے ] -

کڑا کڑ بولتی ریوڑیاں ' یا غلا بیاں ' مکھڑا گلاب ریوڑیاں ' ( نیز ریوڑئیں ) = ریوڑی والوں کی آواز جو پھیری پھرتے ہیں -

شاہ مرداں کی للڑیاں = گاجریں -

برسے کا برساوے کا دمڑی سیر لگا ویگا = مینہہ کے شروع ہونے کے وقت لڑکے چیخ چیخ کر آواز لگاتے ہیں —

بہشت کا میوا = انار —

گھیرے کا انار = شہر کے قریب ایک جگہ کا نام گھیرا ہے -

بلدھیج = انتظام -

رگڑا جھگڑا = مناقشہ ۔

رگڑا = بھنگ گھوٹنا —

تیز ' گرم ' چالاک = شوخ چالاک اور تیز فہم شخص -

میر شکار = شکاری جانوروں کا محافظ جیسے باز' بحری' جرہ '
چرغ اور شاهین وغیرہ' مردم شناس آدمی کےلئے بهی آتا هے-
اٹهائی گیرا = چوری سے غافل آدمی کی چیز اٹها لیجانے والا-
صبح خیز یا= وہ چور جو سرائے میں مسافروں سے پہلے
جاگے اور ان کا اسباب لے کر چلتا بنے -
آدهی مرغی آدهی بٹیر = جس آدمی کی دو زبانیں
دو' اوصاف یا دو مسلک هوں' یعنی کبهی شیعہ اور کبهی
سنی' کبهی بڑ پن اور کبهی بچپن کا کام کرے' یا
آدهی عبارت هندی اور آدهی فارسی عربی وغیرہ بولے-
اهل سنت کا فرقہ تفضیلیہ جو علی علیہ السلام کو ابو بکر
اور عمر رضی اللہ علہما سے اچها جانتے هیں -
بڑے خزانے کی خیر = شاهی خزانے میں توفیر هو -
خزانہ کلاں = شہدوں کی اصطلاح میں بادشاہ هند
کے خزانے سے مراد هے -

**شہدہ** | شہدہ وہ شخص هے جو سر ننگا اور پیر ننگا هو اور لوگوں کا بوجه سر اور کندهے پر اٹهاے' یہ
الفاظ بے تکلف شہدوں کی زبان پر هوتے هیں:-
ابے' ارے' اوبے' بچا' ایسے تیسے' سالے وغیرہ -
شہدہ هر فرقے کے لوگوں کا کام کرتا هے اور مزدوری
کی اُجرت کے سوا اور کسی چیز سے واسطہ نہیں رکهتا'

اگر لاکھہ روپیے اشرفیاں یا جواھر کے عدد ایک سونے مکان میں رکھے ھوں اور شہدہ وھاں اکیلا جانکلے ' حالانکہ کوئی نگہبان بھی نہ ھو تو شہدہ کسی چیز کو ھاتھہ نہ لگاے گا - ان لوگوں کے جتھے شہر کی جامع مسجد کے قریب خصوصاً چاوڑی میں ملتے ھیں- بلکہ شہدہ کا کمال یہ ھے کہ اسے جامع مسجد کا شہدہ کہیں ' یعنی جما مجسد کا شہدہ - شہدوں کے نام بھی انوکھے ھوتے ھیں اور ان کا لہجہ بھی عجیب ھوتا ھے جیسے کرگج' جما ' بدھوا ' روشن چراگ ' مادا ' دھموا ' جھموا ' راجی خاں ' نہال بیگ ' میر آسوری ' خوجی کلاں ' شیخ رانجھے ' ابوالمالی ' دھول محمد ' کپور خاں ' وغیرہ - یہ ان حضرات کے نام ھوتے ھیں ' اب ان کی گفتگو کا طرز ملاحظہ ھو :-

شہدوں کی زبان

"ابے دیخ تو بچاآں نبی صاحب کی سوں کیسا سبجوں گا تھاری سب باتیں میں ھیں جانتاھوں مجھکو بھی نواب صاحب جانتے ھیں کل بھی جما بھٹیارے کی دکان پر مجھے دیخ کر ھلس دیا میں نے کہا اودولاخیر آپ بولے وابے بچا تیرے دموں پر لتھہ " -

یہاں تک شہدوں کی زبان اردو سے خصوصیت رکھتی

ھے ' یعنی شاہ جہان آباد کے شہدوں کے سوا اور کہیں کے شہدوں کا یہ لہجہ سننے میں نہیں آیا۔ جب کوئی شامت کا مارا اور آوارہ پنجابی ان کی منڈلی میں آ داخل ہوتا تو ھے اس کے لہجے کی یہ صورت ہوتی ھے :-

" ابے دیخ تاں بچا آھاں نبی صاحب کی کسم کیسا سمجھاںگا تُھاری سب باتاں میں ھیں جانڑتا ھاں مجھکو بھی نواب صاحب جانڑتے ھیں کل بھی جما بھٹیارے کی دکان کے اوپر مجھکو دیخ کے ھنس دیا میں نے کہا اودولھا کی خیر آپ بولے کہ واہ بے بچا تیرے دموں پر لتّھہ " —

اور فلک زدہ پوربی کا لہجہ ایسا ھے :

" ابے دیخ تو بچا آنہ نبی کی سوں کیسا سمجھونگا تُھاری سب باتیاں میں ھی جانتا ھوں مجھکو بھی نواب صاحب جانتے ھیں کل بھی جما بھٹیارے کی دکان پر مجھے دیخا کے ھنس دیا اور میں نے کہا اودولھا کی خیر آپ بولے کہ وا بے بچا تیری دموں پر لاتھہ " —

— * —

## دوسری فصل

## دھلی کی خواتین کی زبان اور محاورے

زبان کے طالبوں کو بتانا ہے کہ شاہ جہان آباد کی عورتوں کی زبان مردوں کے سوا سارے ہندوستان کی عورتوں کی زبان سے فصیح ہے - ان کی ایک اپنی ہی زبان اور اسلوب ہے - جو لفظ ان میں رواج پا گیا اردو ہو گیا خواہ وہ عربی ہو یا فارسی، سریانی ہو یا ترکی پنجابی ہو یا پوربی، مارواڑی ہو یا دکھنی، بندیل کھنڈی یا کہیں کا ہو —

رنگین اور ریختی

سعادت یار خاں 'رنگین' تخلص خلف طہماسپ خاں جو دوستداری کے شعار اور سپاہگری و شجاعت وغیرہ مردانہ اشغال میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے اس کو پردہ نشین مخدرات سے واسطہ رہا ہے- ایک جز اس نے اپنی تالیف کی ہوئی کتاب میں اُن کی زبان میں لکھا ہے بلکہ اسی زبان میں ایک دیوان بھی کہا ہے - وہ 'ریختی' کا مُوجد ہے اور اس دیوان کا نام بھی ریختی رکھا ہے - یہ سچ ہے کہ اس زبان (ریختی) میں ہندی شعر کا موجد خان مذکور ہے - راقم آثم یہ اصطلاحیں وہیں سے نقل کرتا ہے کیوں کہ موصوف میرے سچے اور مخلص دوستوں میں ہے اور راقم کو باوجود ہیچمدانی کے مسلم‌الثبوت اور گزشتہ اور حال کے شاعروں میں بہتر سمجھتا ہے - اس لیے

افسوس کی بات تھی اگر اس دوست کے ذکر خیر سے
یہ نادر کتاب خالی رہتی —

زنانہ محاورے

الوست = مست ، نشے میں چور —
ات گت = بے حد ، نہایت —

اُدھل گئی = بد کا رہو گئی —

اُشغلہ = طوفان ، بہتان —

آٹھ آٹھ آنسو روئی = زار زار روئی —

اوپروالا ھوا = نیا چاند نکلا (چاند کو اوپر والا بولتے ھیں)-

اُوپر والیاں = چیلیں —

اُجلی = دھوبن —

اچھوانی = چند دواؤں کا جوشاندہ جو وضع حمل کے بعد زچہ کو دیتے ھیں —

اھلی گہلی پھرتی ھے = اتھلاتی اور خوش خوش پھرتی ھے —

اڑ جاے = مر جاے —

آتوجی = پڑھانے والی ، اُستانی (خلیفہ ، خلیفہ جی بھی بولتے ھیں) —

ایک آنکھہ نہ بھایا = ذرا بھی نہ بھایا —

ان گنا مہینا = حمل کا آٹھواں مہینا —

ان گنا برس = آٹھواں برس —

اکل کھری = جو عورت اکیلی بیٹھی رہے اور عورتوں کی صحبت پسند نہ کرے —

الایچی، دگانہ، زناخی، دوست، سہ گانا، گوئیاں، واری، خاصی، پیاری = (ان کلموں کا مفہوم تو ایک ہے لیکن معنی کے مراتب میں فرق ہے) 'الایچی' دو عورتیں باہم الائچی کے دانے کھا کر ایک دوسرے کو یہ لقب دیتی ہیں۔ 'دوگانا' = دو عورتیں دوہرا بادام آپس میں کھا کر دوگانا ہو جاتی ہیں۔ 'زناخی' = جب دو عورتیں مرغ کے سینہ کی ہڈی جسے زناخ یا جناغ کہتے ہیں) باہم توڑیں۔ 'دوست'، 'واری'، 'خاصی' 'پیاری' = مثل سابق۔ 'سہ گانا' = دوگا کی دوست۔ 'گوئیاں' = یہ اهل پورب کی اصطلاح ہے اگرچہ اردو میں داخل نہیں اور بیگمات کے استعمال میں نہیں لیکن آج کل تمسخر کی طور پر بول دیتی ہیں۔ خلیفہ جی (پڑھانے والی)' واری' خاصی' پیاری = خان موصوف کی کتاب میں نہ تھے مناسب موقع سمجھ کر راقم نے بڑھا دئے۔

اردا بیگنی = ترکستان کی عورت جو بادشاہوں کے حرم کا انتظام رکھتی ہے' ہندی میں اسے ترکنی کہتے ہیں —

بستار کرتی ہے = بات کو طول دیتی ہے —

بیٹھک = عورتیں مکان کو فرش فروش سے آراستہ کرکے اور اچھے کپڑے اور زیور پہن کر شیخ سدو، میاں شاہ دریا، یا میاں زین خاں کو سر پر لاتی ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک عورت ڈھولک یا سرود کی آواز پر اپنا سر ہلاتی ہے، عورتیں سمجھتی ہیں کہ شیخ سدو یا اس کے بھائیوں میں سے کوئی جن کے نام اوپر دئے ہیں اُس کے سر پر آیا ہے۔ اور دنیا کے معاملوں اور اپنی اچھی بری باتوں کی نسبت اس سے سوال کرتی ہیں —

بوبو = وہ عورت جس نے ایک شخص کی ماں یا ساس کو پالا ہو۔ اس میں اور 'چھوچھو' میں یہ فرق ہے کہ چھوچھو وہ عورت ہے جس نے ایک شخص کو یا اس کی بیوی کو پالا ہو —

بتانا = وہ لوہے کا کڑا جس سے عورتوں کے ہاتھ میں میں چوڑیاں پہناتے ہیں —

بڑھاؤ پوشاک = پوشاک بدلو —

بڑارن = بڑ بولی بڑھیا —

بللی = بیوقوف عورت —

بڑما = وہ عورت جو اپنے کو خواہ مخواہ دوسری عورتوں سے بڑی سمجھے —

بسورتی ہے = رونی صورت بناتی ہے —

بھنڈ قدمی = نحس قدم عورت —

بھونگڑا = بھدی گندی چیز —

بڑمہی = سورنی —

بتولے نہ دے = دھوکا نہ دے —

بیر سے = ضد سے —

بیر دوڑاتی ہے = موکل دوڑاتی ہے —

بوقبند = بڑا بقچہ —

باجی = بیٹی ماں کو اس نام سے پکارتی ہے ' خاص کر پہلوٹی کی بیٹی جو شروع جوانی میں ہوئی ہو اور اس وجہ سے ماں بیٹیاں بہنیں معلوم ہوتی ہوں- اس صورت میں ماں کو باجی کہہ کر پکارنے کا دستور ہے —

بڑبھس لگا ہے = عورت کو بڑھاپے میں مسخرہ پن سوجھا ہے —

بھڈرک تمھاری بات میں نہیں = تمھارے کلام میں استقلال یا وثوق نہیں —

بیبختی = بدبخت —

بر کی ماری = جادو کردیا ' منتر پھونکا -

بیلی = بے مزا عورت -

بھستل = گندی عورت -

بڑھیل = بڑھیا اور بکلے والی عورت -

بخشو ہمیں = معاف کرو -

بھتہائی ہے = تھوڑی بات کو بڑھانے والی ہے، اصل میں پنجابی ہے لیکن اردو میں بھی مستعمل ہے -

پھا پھا ، فرہاد کُش = کُٹنی ، دلالہ -

پچ جانا = سوجن کا کم ہونا -

پھرول دیا = کھول دیا ، افشا کردیا، بکھیر دیا ، یہ بھی اہل پنجاب کی اصلاح ہے -

پڑیاں = دو قسم کی ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ شیرینی پر بی بی کی فاتحہ دلاکر بانٹ دیتے ہیں اور دوسرے سیندور اور عبیر کی پڑیاں اُن کے نام پر اڑا دیتے ہیں -

پھوٹ = تجھہ پر خدا کی لعنت -

پیچا = بلا -

پیلنڈیاں = بتیس دواؤں کو کُوٹ کر لڈو بناتے ہیں اور جاڑوں میں کھاتے ہیں -

پگڑی والا ، چیرے والا = حکیم سے مراد ہے -

پانوں بھاری ہے = حاملہ ہے -

پچھائے * = انگیا کی آستینوں کے پاس کے کوڑوں

* محاورۂ حال میں 'پچھوے' کہتے ہیں -

کو کہتے ہیں -

پیٹی = چھوٹی پٹاری ، صندوقچہ جیسی لمبی چیز کو بھی کہتے ہیں -

تو تو = زبان -

تھل بیٹھو = آرام کرو -

تھگلی = پیوند -

تار بتار کردیا = تار تار کردیا -

تھتکاریاں = بیڑیاں -

تلپٹ کردیا = برباد کردیا -

تیرے کارن تیرے باعث ، یہ لفظ بھی دوسری زبان (جگہ) کا ہے -

تگادر = بیگمات کی اصطلاح میں دایہ کے شوہر کو کہتے ہیں -

تخت کی رات = شب عروسی -

تہس نہس کیا - خاک میں ملادیا ہے -

توتیے جوڑتی ہے = چھوٹی تہمتیں باندھتی ہے -

لولی = محرم یعنی سینہ بند کی کٹوریوں کا کپڑا -

تھلدیاں نکلی ہیں = چیچک نکلی ہے -

جل جوگلی = چھل ، اور جونک -

جلے پانوں کی بلی = وہ عورت جو بے کام گھر

گھر پھرے -

چوا = دایہ کو بھی کہتے ھیں اور اس عورت کو بھی جو بجائے دایہ ھو -

جی بھاری نہ کر = مت رو -

چھلکا - کسی کے چہرے کے قریب آگ پہنچنا -

جھٹیل = بٹہ باز -

جھوسی ھے = بہت گرم ھے -

چنڈیا سے پرے سرک = میرے سر سے دور ھو -

چرپاک = زبان دراز [ آج کل چربانک کہتے ھیں ] -

چاؤ = ارمان -

چونڈا = سر -

چھٹیسی = بہت مکار اور عیارہ -

چواؤ = تکرار -

چوچل ھائی ھے = نخرے کرتی ھے -

حف = چشم بددور کے مقام پر مستعمل ھے -

خیلا = بدشعور ' بے سلیقہ عورت -

خشکہ کھاؤ = جاؤ ' اور خوش رھو -

دائی کو میری کوستی ھے = مجھے بد دعا دیتی ھے -

دن ٹل گئے = ماھواری کے ایام گزر گئے -

دو ملہھ ھنس لے = ذرا ھنس لے -

دھاولی کرتی ہے    دھوکا کرتی ہے -

دو جی سے ہے = حاملہ ہے -

ددا = وہ کنیز جس کی گود میں پرورش پائی ہو -

دال میں کچھ کالا ہے = یہ بات یا چیز قباحت سے خالی نہیں -

دونا = نیاز -

دوالیں = انگیا کی کٹوریوں کے نیچے کے ٹکڑے -

دوبھر = مشکل -

دور پار = خدا نہ کرے -

راج کرے یہ الفت = اس الفت کو آگ لگے -

رگیلی ہے = بدذات ہے -

رامے میلا کی چوڑیاں = اچھی چوڑیوں کی ایک قسم -

رسی = سانپ، سانپ کو 'ماموں' بھی کہتے ہیں -

زمین دیکھی ہے = قے کی ہے -

زمین کا پیوند ہو = خدا کرے مر جائے -

سکہ بٹھاتا ہے = حکم جاری کرتا ہے -

سناؤنی = کسی کے مرنے کی خبر، یہ اصل میں پنجاب کا محاورہ ہے، اب بیگمات کی زبان میں مستعمل ہے

[آج کل 'سنانی' بولتے ہیں]

ستھرائی = جھاڑو -

ستیا = غصہ میں لڑکی کو کہتے ھیں -

سہیلی = ھمعمر کنیز -

سنجوگ = ملاقات کا اتفاق -

سحنک = حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی نیاز کا کھانا -

سکھی = وہ عورت جو عمر' دولت اور حسب نسب میں اپنے برابر ھو -

سنکو = وہ عورت جو پردہ یا دیوار کے پیچھے سے دوسروں کی باتیں سنے -

شفتل = پلید اور بدکار عورت -

شطاح = حرام کار -

طبق = پریوں کی نیاز -

طیش میں ھے = بہت غصے میں ھے -

قدرے کی = ھرچند تردد کیا -

کرتوت = برا کام' جادو -

کٹر = سنگدل -

کُتھلی = کان کے اوپر کے سوراخ -

کوکھ کی ٹھنڈی ھے = اولاد والی ھے -

کھرکھوج ھے = بے نام و بے نشان ھوگئی ھے -

کاکا = وہ خواجہ سرا جس کی گود میں متکلم کا باپ پلا ھو -

کھڑا دونا دونگی = مشکل کُشا کی نیاز ھاتھوں
ھاتھہ دونگی -

کالے کوس ھیں = بہت فاصلہ پر ھے -

کاڑھا - چند دوائیں جو اسقاط حمل کے لیے دیں
[ لغوی معنی جوشاندہ ] -

کشتی = وہ پیالی جس میں سر میں لگانے کو پھلیل رکھیں -

کُہرام = سخت ماتم -

کیڑیاں لگائی ھیں = جوکیں لگائی ھیں -

گھر گھالے ھیں = گھر برباد کیے ھیں -

گرج کر بولی = خوفناک آواز سے بولی -

گھگھیاتی ھے = اتنی عاجزی کرتی ھے کہ کیا کہیں -

گاج = وہ کپڑا جو پورب یا چین سے آتا ھے ' یورپ میں
گھاس کو کہتے ھیں لیکن یہ درست نہیں -

گلٹھی ھے = بڑا دانہ جو گلے میں نکل آئے -

لکھا = غماز ' چغل خور -

لتھری = وہ عورت جو ادھر کی ادھر لگائے یعنی یہاں
کی بات وھاں جا کہے اور وھاں کی یہاں آ کہے -

لبزو = بیہودہ باتیں کرنے والی -

لو = کان کی لو ' بنا گوش -

لہو پانی ایک کیا = بہت غم و غصہ کیا -

لوتھا ھے = مستقذا ھے -

مانگ سے ٹھنڈی ھے = سہاگن ھے -

مان کرتی ھے = غرور کرتی ھے -

ملیا میٹھ = برباد -

منھ پھوڑ کر کہا = بے شرم ھو کر کہا -

میلے سر ھے = حایض ھے -

مت اس کی ماری گئی = اس کی عقل جاتی رھی یہ بھی پنجابیوں کا محاورہ ھے -

منھ بھرائی = رشوت -

مغز کے کیڑے نہ اُڑا = میرا سر نہ پھرا -

مرداری = چھپکلی -

نوج ' نج = خدا نہ کرے ' نج پنجابی ھے ' اردو میں کم بولا جاتا ھے ' نوج کثیرالاستعمال ھے -

ننا نویا = پچھلپائیاں ' چڑیلیں -

ناگن = بالوں کی وہ بھوری جو چوٹی کے نیچے گدی پر ھو -

نکہ کی چوڑی = چوڑیوں کی ایک عمدہ قسم -

ناک چوٹی گرفتار ھے = نہایت آن شان اور غرور والی ھے -

ناک چلے چبوائے = بہت آزار پہنچایا ۔ مرد بھی اسی

معنی میں بولتے ہیں -

ناک نہ رہی = غیرت نہ رہی -

ننگی شمشیر ہوں = بے محابا اور صاف گو ہوں -

ہر گاہ = ہرگز -

ہوکھا ہے = بیجا ہوس ہے [ اب ' ہوکا ' بولتے ہیں ]

ہولا جولی نہ کر = گھبرا نہیں -

ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی ہے = بیکار بیٹھی ہے -

یہ کس کا موت ہے = کس کا نطفہ ہے -

میاں شیخ سدو ' میاں زین خاں ' میاں صدر جہاں ' نھنے میاں ' چہل تن' میاں شاہ دریا ' میاں شاہ سکندر اور سات پریاں یعنی لال پری زرد پری ' سبز پری سیاہ پری ' آسمان پری ' دریا پری ' نور پری ' ان پر عورتیں اعتقاد رکھتی ہیں اور میاں شاہ دریا اور میاں شاہ سکندر اور ان ساتوں پریوں کو بھائی بہن بتاتی ہیں اور یہ اعتقاد ہے کہ خدا نے ان کو حضرت زہرا علیہا السلام کی خدمت اور ان کے ساتھ کھیلنے کے لیے بھیجا تھا ' یہ سب ان کے غلام اور کنیزیں ہیں —

یہاں تک جو محاورے درج ہوے وہ اور ان کے معنی سعادت یار خاں رنگین کے لکھے ہوے ہیں اب میں اپنی طرف سے لکھتا ہوں ' یہاں کسبی اور گھریلو کی قید نہیں

لگائی گئی ' یہاں صرف زنانی بولی سے مطلب ھے -

نگوڑا ناتھا = بیکس ' بے سوو پا [ جس کا عزیز اقارب کوئی نہ ھو ] -

خدا سمجھے = خدا سزا دے ' بدعا بھی ھے اور خوش ھونے کے وقت بھی مستعمل ھے -

اُسے علی کی مار = اس کی کمر ٹوٹے ' بد دعا ھے —

تم صدقے گئے تھے ' تم صدقے کیوں نہ ھوے = بے تکلفی میں دوست سے نفرت کا اظہار ' الفت کے اظہار میں بھی بہ طور استعارہ عنادیہ مستعمل ھے -

ھمارا حلوہ کھاؤ ' ھماری بوٹی کھاؤ ' ھمارا لہو پیو ' ھمارا مردہ دیکھو ' ھمیں پیٹو ' ھمیں ھے کرو ' ھمیں گاڑو ' ھمارا جنازہ دیکھو = دوسرے کو قسم دیتے وقت کہتے ھیں - مثلاً ھمیں ھے کرو جو یہاں سے جاؤ وغیرہ -

مقابا = ایک چیز جس میں آئینہ اور مسی وغیرہ رکھیں -

نبختی = کم نصیب عورت -

کیوں میرے لال = میرے پیارے یا میری جان کیوں ' زیادہ تر لڑکوں کے لئے مستعمل ھے -

جھانی = کنیز - یہ ڈومنیوں کی اصطلاح ھے اگرچہ پنجابی ھے لیکن دھلی میں مروج ھے اس وجہ سے کہ

اردو میں اور کوئی لفظ لونڈی کے سوا نہیں اور یہ خانگیوں کا لفظ ہے —

مجرا = شادی وغیرہ میں کسبی عورت کا ناچ گانے کے لئے جانا —

دادا = بزرگوں کے نام اور عورتوں کا نسب بیان کرنے والا —

کسبی = رنڈی ہو یا ڈومنی یا کلنچنی ہو، پنجابی ہو یا باگڑنی —

روٹی = وہ کھانا یا مٹھائی جو کنچن لوگ اپنے ہاں کسی کے مرجانے پر اپنی برادری میں بانٹتے ہیں —

گھونگرو کے شریک رہنا = اہل رقص کی برادری کے سوا آپس کی شراکت —

مسی = کسبی کا اول دن مسی لگانا، اس موقع پر کسبی کو عروسانہ پوشاک پہنا کر نچواتے ہیں اور برادری کو ناچنے گانے اور کھانے کی دعوت ہوتی ہے —

کہروا = ایک قسم کا ناچ -

ویرملو = ایک قدیم ناچ -

تھوکر = ناچتے ہوے پانو کی جنبش -

—— *** ——

# باب چہارم

## صرف کا بیان

### پہلی فصل، فعل کے صیغے

**فعل کی تین قسمیں**

فعل تین قسم ہے، 'ماضی' یعنی جو گذر چکا، 'حال' جو گذر رہا ہے یعنی موجودہ زمانے سے متعلق ہے اور 'مستقبل' جو آنیوالے زمانے سے متعلق ہو۔

**فعل کے صیغے**

ہر فعل کے بارہ صیغے ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے چار صیغے غایب کے، یعنی واحد مذکر اور جمع مذکر کے دو، اور اسی طرح واحد مونث اور جمع مونث کے دو اور اسی طریق پر چار حاضر کےاور چار متکلم کے *۔

مخفی نہ رہے کہ فارسی میں مذکر مونث اور تثنیہ و جمع کی تمیز نہیں، ہندی میں تثنیہ اور جمع کی تو

---

* 'غایب' وہ جس کی بات کی جاے، 'حاضر' وہ جس سے بات کی جاے۔ 'متکلم' وہ جو بات کرے۔ 'واحد' ایک کو کہتے ہیں اور 'جمع' ایک سے زیادہ کو۔ مصنف نے اس جگہ کئی بار "تثنیہ و جمع" لکھا ہے۔ تثنیہ کا نام لینا ہی بے سود ہے جب کہ اردو میں جو صیغہ ہزار کے لئے استعمال ہوتا ہے وہی دو کے لئے۔ (مترجم)۔

تمیز نہیں لیکن مذکر مونث کا فرق ہے -

اردو میں مصدر سے ماضی بنانا

مصدر سے ماضی بنانے کا قاعدہ یہ ہے ' ہندی میں مصدر کی علامت 'نا' (نون الف) ہے ' جیسے آنا ' جانا - اس علامت مصدری یعنی 'نا' کو دور کرو اور اس پر 'یا' (ی الف) زیادہ کرو ' کبھی صرف 'الف' بڑھایا جاتا ہے - آنا ' لانا ' پانا ' فرمانا ' مارنا ' مرنا ' بیٹھنا ' اٹھنا ' کھینچنا ' جڑنا ' ملنا ' پالنا ' رکھنا ' ناچنا ' ہلنا '- ان مصدروں سے ماضی کے یہ یہ صیغے بنے :- آیا ' لایا ' پایا ' فرمایا ' مارا ' مرا ( فصیح مُوا ) ' بیٹھا ' اٹھا ' کھینچا ' جڑا ' ملا ' پالا ' رکھا ' ناچا ' ہلا -

اگر علامت مصدر اڑانے کے بعد آخر میں الف رہے تو اس کی ماضی 'الف' اور 'ی' سے بنے گی [ جیسے 'کھانا' سے 'کھایا' ] ورنہ صرف الف سے جس کی مثالیں اوپردی گئیں ' 'جانا' مصدر سے ماضی میں 'جایا' نہیں بلکہ 'گیا' بنتا ہے اور یہ خلاف قیاس ' اسی طرح 'مرنا' سے 'موا' —

پنجابی میں

پنجابی میں 'نا' علامت مصدر سے پہلے 'واو بڑھا دیتے ہیں جیسے 'جاونا' 'آونا' لیکن یہ ایزادی وہاں کرتے ہیں جہاں مصدر کی علامت

دور کرنے کے بعد آخر میں الف رہ جاے ' ہر جگہ نہیں -

برج بھاشا میں

برج کی زبان میں مصدر کی علامت آخر میں ' نون ' اور ' واو ' ہے - جیسے کھانو ' مرنو ' جھلو ' اٹھلو ' بیٹھنو ' پیلو ' اس زبان میں ماضی اس طرح بنتی ہے کہ ' نو ' علامت مصدر کے حذف کے بعد ' یو ' ( ی اور واو مجہول ) بڑھادیتے ہیں ' جیسے آیو ' پایو ' چھپایو ' مرو ' جیو ' اٹھو ' بیٹھیو ' پیو ' گیو ' ( یہ ' گیو ' بھی ' گیا ' کی طرح خلاف قیاس ہے ' ' جایو ' موافق قیاس تھا ) —

کایتھوں کی زبان میں

کایتھوں کی زبان میں مصدر کی علامت ' ون ' ( ' واو اور نون ) یا فقط ' نون غنہ ' اور ' ڑ ' ( راء ثقیلہ ) ہے ' جیسے ' کھاون ' ' پیون ' یا کھاونڑ ' ' پیونڑ ' - اور ان کے ہاں اکثر فعل متعدی میں علامت ماضی کے بعد ' گیرا ' آتا ہے جیسے مارگیرا ' توڑ گیرا ' اور اسی فعل میں ' دینا ' ( یاے معروف ) بھی ماضی کی علامت ہے ' جیسے تولدینا ' پھیلک دینا -

پورب کی زبان میں

پورب کی زبان میں مصدر کی علامت فقط ہمزہ اور یاء مجہول ہے جیسے کھاے ' پئے ' آے ' جاے - مثال ' روتی ' کھاے بن کس کس رہے کاں بلیے ( کھانے کے بغیر رہنے کا اتفاق کیونکر ہوگا ) - اس زبان

میں ماضی اس طرح بلتی ہے کہ مصدر کی علامت حذف کر کے ھمزہ مکسور اور سین ساکن بڑھا دیتے ھیں، جیسے آئس، جائس، کئس - کبھی ایسا بھی کرتے ھیں کہ علامت مصدر کے حذف کے بعد اگر آخر میں الف نہ رھا ھو تو 'سین' بڑھاتے ھیں اور اس کے ما قبل کو مکسور کر دیتے ھیں، جیسے کہس، دھہس، اٹھس، مرس- اس زبان میں 'واو' اور 'الف' بھی ماضی کی علامت ھے، جیسے آوا، کھاوا، لاوا، پاوا —

اس بیان کی غرض یہ تھی کہ ملک ھندوستان میں مصادر کے اختلاف کی وجہ سے صیغوں کا اختلاف بہت ھے - راقم کا مقصود اردو کے صیغوں کا ذکر کرنا ھے - غیر اردو لفظوں کے صیغہ غایب حال و مستقبل اور حاضر اور متکلم کا قیاس اس کے مصدر اور ماضی پر کرنا چاھئے —

## دوسری فصل - اردو کی تعریف

**ماضی کی گردان** | 'آیا' ایک مرد آیا - 'آئے' دو یا بہت سے مرد آئے - 'آئی' ایک عورت آئی - 'آئیں' دو یا بہت عورتیں آئیں - آیا' متکلم مفرد مذکر (میں ایک آیا)- 'آئے' متکلم جمع (ھم کئی آئے) - 'آئی میں' متکلم مفرد مونث - 'آئیں ھم' متکلم جمع مونث - 'آئیں' کی جگہ 'آئیاں' بھی بولتے

هیں - 'آیا تو' حاضر مفرد مذکر- 'آئے تم' حاضر جمع مذکر - 'آئی تو' حاضر مفرد مونث 'آئیں تم' حاضر جمع مونث -

**حال** صیغہ حال اس طرح بنتا ہے کہ مصدر کی علامت حذف کرنے کے بعد 'تا' (ت 'الف) اور ہندی کا حرف رابطہ یعنی 'ہے' بڑھا دیتے ہیں - مثال 'آتا ہے' مفرد مذکر غایب - 'آتے ہیں' جمع غایب مذکر - 'آتی ہے' مفرد غایب مونث - 'آتی ہیں' جمع غایب مونث - 'آتا ہے تو' مفرد مذکر حاضر - 'آتے ہو تم' جمع مذکر حاضر - 'آتی ہے تو' مفرد مونث حاضر - 'آتی ہو تم' جمع مونث حاضر - 'آتا ہوں میں' متکلم مفرد مذکر - 'آتے ہیں ہم' جمع متکلم مذکر 'آتی ہوں میں' متکلم مفود مونث - 'آتی ہیں ہم' جمع متکلم مونث.

**صیغہ استقبال** (۱) مفرد مذکر غایب کا صیغہ استقبال اس طرح بناتے ہیں کہ علامات مصدری کے حذف کرنے کے بعد اگر آخر میں الف رہا ہو تو 'ویگا' (واؤ' یاء مجہول' گ' ا) زیادہ کرتے ہیں - جیسے 'آوے گا' (مفرد مذکر غایب) 'آویں گے' جمع مذکر غایب - 'آویگا' کے آخری الف کو یاء معروف سے بدل کر مفرد مونث غایب بنا لیتے ہیں جیسے

'آویگی' اور جمع مونث' غایب آویں گی' - 'آویگا' کے پہلے 'تو' (واؤ معروف) مفرد مذکر حاضر کی علامت ھے - جیسے 'آویگا تو' یا 'تو آویگا' - 'آوگے' (همزہ واؤ مجھول) 'تم' کے ساتھہ تثنیہ اور جمع کی علامت ھے - مثال 'تم آوگے یا آؤگے تم - اور 'آوے گی' کے بعد 'تو' مفرد مونث حاضر کی علامت ھے جیسے 'آوے گی تو' 'آوگی تم' (اس کی جمع) - 'آونگا میں' مفرد مذکر متکلم - 'آویں گے هم' (یائے مجھول کے ساتھہ) 'اس کی جمع - 'آؤں گی' (لفظ 'میں' کے ساتھہ اور بغیر) 'متکلم مفرد مونث کی علامت ھے - 'آویں گی هم' (علامت کے آخر یاء معروف) اس کی جمع —

(۲) جب مصدر کی علامت حذف کرنے کے بعد آخری حرف الف نہ رھے تو آخری حرف کو پیش دے کر 'واؤ' اور 'نون غنہ' علامت استقبال یعنی 'گا' سے پہلے بڑھا دیتے ھیں' جیسے 'اٹھوں گا' 'کہوں گا' 'رھوں گا' - [اٹھے گا' اٹھے گی' 'اٹھیں گے' 'اٹھیں گی' وغیرہ ]

| صیغہ حال کی شکلیں جو اس ترجمہ کے وقت متروک ھیں | دھلی کے رھنے والوں میں سے بعضے جو اپنے کو دوسروں |
|---|---|

سے زیادہ فصیح سمجھتے ھیں حال غایب کے چار صیغوں

کو 'کرے ھے' 'کرے ھیں' بولتے ھیں' یہ صیغے مذکر اور مونث دونوں کے لیے آتے ھیں - اور 'تو کیا کرے ھے' 'تم کیا کرو ھو' یہ دو صیغے مذکر و مونث حاضر جمع اور مفرد دونوں کے لیے - گویا اصل میں مجموعی طور پر چار صیغے ان کی زبان پر ھیں - اور کہتے ھیں 'میں کیا کروں ھوں' 'ھم کیا کریں ھیں' یہ دو صیغے بھی چار صیغوں کی جگہ متکلم مذکر و مونث اور مفرد و جمع دونوں کے لیے آتے ھیں - اس صورت میں بارہ صیغوں کی جگہ صرف چھہ صیغے کافی ھوتے ھیں - لیکن فصیحوں کے زبان آشنا وھی بارہ صیغے ھیں [ جن کی تفصیل آگے آ چکی ھے ] -

جس مصدر میں علامت مصدری کے حذف کے بعد 'الف' یا 'ہ' یا 'ی' (یاء معروف) باقی رھے تو بعضے اصحاب صیغہ حال میں 'ے' کے پہلے 'واؤ' بڑھا دیتے ھیں' مثال' آوے ھے' کہوے ھے' لیوے ھے' رھوے ھے' نہ کہ آئے ھے' کہے ھے' لے ھے' رھے ھے - یہ واؤ کی زیادتی اگرچہ اردو داں شاہ جہان آبادیوں کی زبان ھے لیکن واؤ کے بغیر زیادہ فصیح ھے' بہ استثنا 'آوے ھے' کے اگرچہ اس کے بدلے بھی آئے ھے کہہ سکتے ھیں لیکن 'واؤ' کے ساتھ

بھی ہرج نہیں - 'رھے' ,اور 'کہے' بھی صیغۂ حال میں فصاحت سے دور ھے لیکن حرف شرط کے ساتھہ فصحا کا روز مرہ ھے' جیسے اس عبارت میں' "اگر تو رھے تو میں بھی رھوں" - صاف ظاھر ھے کہ مذکورۂ عبارت اس عبارت سے بہتر ھے یعنی "اگر تو رھوے تو میں بھی رھوں" - اور بعض موقعوں میں 'ھوے' کی جگہ 'ھو' اور 'لیو' کی جگہ 'لو' اصل سے زیادہ فصیح ھے' جیسے' "اگر تو بھی وھاں ھو تو اچھا ھم بھی آویں" - نہ کہ "اگر تو بھی وھاں ھو وے تو اچھا ھم بھی آویں" - یہ مثال مفرد کی ھے جمع کی مثال یہ ھے :- اگر تم بھی وھاں ھو تو بہتر ھے ھم بھی آویں —

بعضے 'واؤ' کے بدلے الف کے بعد 'ے' کی صورت میں ھمزہ بڑھاتے ھیں اور 'جاوے' کو 'جائے' 'جاویں' کو 'جائیں' کہتے ھیں اور 'صدائے' [ایک صدا] کا قافیہ 'جائے' [اردو صیغہ] اور 'دعائیں' کا قافیہ 'جائیں' باندھتے ھیں دونوں کی مثالیں ذیل میں دیکھو :—

کیا قہر ھے تو نعش پہ بھی اس کے نہ آئے

گر کشتہ شود در رہ تو بے سر و پائے

اگر تنہا تجھے ہم دیکھہ پائیں
تمنا ہے کہ لیں تیری بلائیں

دوسرے شعر میں 'لیویں' کی جگہ 'لیں' باندھا ہے جو زیادہ فصیح ہے' اسی طرح 'لیوے' سے 'لے' بہتر ہے اور 'جاے' (ے کے ساتھہ بغیر ہمزہ کے) اور 'جائیں' (ہمزہ مکسور اور نون غنہ بغیر ے) بھی فصحا کا مستعمل ہے - مثال

عشق بتاں میں اپنا نکالیں گے نام ہم
جی جائے یا نہ جائے کریں گے یہ کام ہم

---

بود بہ دیدۂ من ایکہ جاے تو بہتر
مری نظر سے پرے تو نہ جاے تو بہتر

---

ہے دل میں تیرے مکھڑے کی لیں ہم بلائیں آج
گو اس میں اپنے جی سے گزر کیوں نہ جائیں آج

**فعل منفی** یہ لفظ نثر میں بھی مروج ہیں نظم ہی پر موقوف نہیں - جو مثالیں دی گئیں وہ فعل مثبت کی ہیں' حروف نفی مقرر ہیں - ماضی اور مستقبل کے لیے 'نون' مفتوح مع 'ہ' کے - بغیر 'ہ' کے بھی کتابت میں مروج ہے —

مثال ماضی منفی

| | واحد غایب | جمع غایب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مذکر | نہ آیا | نہ آئے | تونہ آیا | تم نہ آئے | میں نہ آیا | ہم نہ آئے |
| مونث | نہ آئی | نہ آئیں | تو نہ آئی | تم نہ آئیں | میں نہ آئی | ہم نہ آئیں |

مثال مستقبل

| | واحد غایب | جمع غایب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مذکر | نہ آویگا | نہ آویلگے | تو نہ آویگا | تم نہ آؤگے | میں نہ آؤنگا | ہم نہ آویلگے |
| مونث | نہ آویگی | نہ آویلگی | تو نہ آویگی | تم نہ آؤگی | میں نہ آؤنگی | ہمنہ آویلگی |

## مثال نفی حال

اس فعل میں " آتا ہے " میں سے " ہے " حذف کرکے شروع میں " نہیں " بڑھا دیتے ہیں —

| | واحد غایب | جمع غایب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مذکر | نہیں آتا | نہیں آتے | تو نہیں آتا | تم نہیں آتے | میں نہیں آتا | ہم نہیں آتے |
| مونث | نہیں آتی | نہیں آتیں | تو نہیں آتی | تم نہیں آتیں | میں نہیں آتی | ہم نہیں آتیں |

افعال کے فصیح اور غیر فصیح استعمال

بعضے جو ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں 'کہتے ہو' کی جگہہ 'کہتا ہے' بولتے ہیں - اسی طرح سب مصدروں میں یہ صیغہ اسی طرح استعمال کرتے ہیں - مثال 'آیتا ہے' 'جایتا ہے' 'اُڑایتا ہے' رہیتا ہے - لیکن اردو کے فصحا کے نزدیک یہ لفظ مہمل ہیں اور جو شخص ان کو استعمال کرتے ہیں اُن کو پرانے دقیانوسی اور ان کی زبان کو سوقیانہ خیال کرتے ہیں -

اکثر اصحاب آویگا کی جگہہ 'آئیگا' کہتے ہیں' جمع کے صیغے: مونث' حاضر مفرد مذکر و مونث اور جمع متکلم میں اُسی طریق پر بولتے ہیں - اس تبدیلی میں فصیحوں کا اتفاق ہے لیکن بعضے اصحاب کو اختلاف ہے - اور اکثر اردو داں مستقبل منفی کے صیغے میں بجائے نفی کے جس کا ذکر اوپر آچکا 'آنیکا' اور 'آنیکے' تمام صیغوں میں استعمال کرتے ہیں - جیسے 'نہیں آنے کا' نہیں آنے کے' (مذکر غایب مفرد و جمع) 'نہیں آنے کی' 'نہیں آنے کیں' (مونث غایب مفرد و جمع) - 'نہیں آنے کا تو' - 'نہیں آنے کے تم' (حاضر مذکر مفرد ' جمع) 'نہیں آنے کی تو' 'نہیں آنے کی تم' (حاضر مفرد 'جمع مونث) - 'میں نہیں آنے کا' 'ہم نہیں آنے کے' (مذکر متکلم

مفرد و جمع ) ' میں نہیں آنے کی ' ' ہم نہیں آنے کیں ( مونث متکلم مفرد و جمع ) - صیغہ فعل پر حاضر اور متکلم کی ضمیر کو مقدم لانا بولنے والے کی پسند پر ھے ' اگر بعد میں ضمیر لاے تو بھی مضایقہ نہیں —

' نہیں ' کا صحیح تلفظ

' نہیں ' کا لفظ ' چنیں ' کے وزن کا ھے ' اکثر اصحاب ' ی ' اور ' نون ' کو ' ہ ' میں غائب کرکے اس کلمہ کو جو کتابت میں چو حرفی اور تلفظ میں سہ حرفی ھے دو حرفی ادا ادا کرتے ھیں ' لیکن چونکہ بیشتر فصیح لوگ اس سے پرھیز کرتے ھیں اس لئے اس استعمال کو اردو میں داخل کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا -

ماضی میں انحاقی اور امدادی ٹکڑے

کبھی صیغہ ماضی میں مصدر کی علامت ' نا ' اُڑانے کے بعد ' دیا ' لگا دیتے ھیں ' جیسے پھینک دیا ' ڈال دیا ' بڑھا دیا ' وغیرہ - یہ مرکب صیغہ فعل کی تکمیل پر دلالت کرتا ھے جو بات پھینکا ' ڈالا ' بڑھایا میں نہیں - چنانچہ اس جملہ میں کہ " فلانے نے جس وقت کہ کوٹھے پر سے روپیہ پھینکا میں نے زمین پر گرنے نہ دیا ھاتھہ میں لیا " پھینک دیا کہنا درست نہیں - جب کہ اس جملہ میں " زید نے مارے غصہ کے عمرو کو مجلس سے اٹھا دیا "

'اٹھایا' کہنا ٹھیک نہیں بلکہ 'اٹھا دیا' کہنا ہی درست ہے -

کبھی مصدر کی علامت کے حذف کے بعد ڈالا (دال ہندی) بڑھاتے ہیں اور بعض مصدر تو ایسے ہیں کہ ان کا کوئی صیغہ اس کے بغیر پورے معنی نہیں دیتا اور بعضے ایسے ہیں جن کے ساتھ اس کا الحاق بے معنی ہے - 'ڈالا' بھی 'دیا' کی طرح فعل کی تکمیل پر دلالت کرتا ہے [کبھی امتداد زمانہ کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے] - مثال' "میرا مٹکا زید نے توڑ ڈالا" یعنی مدت ہوئی کہ توڑ چکا ہے - اس مقام میں 'توڑا' فصیح نہیں -

کبھی 'لیا' لگاتے ہیں یہ بھی فعل کی تمامی کے معنی دیتا ہے' جیسے لکھ لیا' مانگ لیا -

یہ صیغے جن کا ذکر اوپر آیا ہے فعل مضارع میں بھی آتے ہیں لیکن حال میں شروع فعل اور مستقبل میں فعل شروع کرنے کے ارادہ پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ حال اور استقبال کا قاعدہ ہے -

'بیٹھا' اور 'اٹھا' بھی فعل کے تمام ہونے کے معنی پیدا کرتے ہیں - مثلاً "فلانی رنڈی ناچنے سے ہاتھ دھو بیٹھی" - 'اٹھی' بھی یہی معنی دیتا - 'اٹھا' اکثر اپنے معنی کا ہی مظہر ہے' جیسے "فلانا سو شعر مجلس میں کہہ اٹھا"

یعنی اس وقت اٹھا جب سو شعر کہہ چکا - چونکہ اس کے دو معنی پیدا ہوتے ہیں اس لئے مذکورہ مضمون سے مطابقت نہیں کھاتا —

' پڑا ' یہ خبر دیتا ہے کہ ایک فعل کے ہوتے ہی ایسا ہو گیا - مثال "زید سے میں نے جس وقت کہا کہ عمرو جو کہے سو کرو مجھ سے الجھ پڑا" یعنی یہ سنتے ہی لڑنے لگا —

**امر بنانے کا قاعدہ**

امر حاضر مفرد مذکر ہو یا مونث اردو میں صرف مصدر کی علامت گرا دینے سے بنجاتا ہے ' جیسے ' کرنا ' سے ' کر ' - اور اس پر واؤ مجہول بڑھانے سے مذکر اور مونث دونوں کی جمع بن جاتی ہے ' جیسے ' کرو ' - لیکن جب امر مفرد کے آخر میں ' واؤ ' یا ' ے ' (یاء مجہول ) ہو تو جمع میں ' واؤ ' ہمزہ سے بدلتا ہے اور ' ے ' اڑ جاتی ہے جیسے ' بو ' ' بوؤ ' - ' سو ' ' سوؤ ' - ' لے ' ' لو ' - ' دے ' ' دو - لیکن یاے معروف قایم رہتی ہے جیسے ' سی ' ' سیو ' ' پی ' ' پیو ' —

کبھی امر حاضر مفرد پر ہمزہ اور یاے مجہول زیادہ کر کے جمع بناتے ہیں جیسے ' اٹھئے ' - کبھی ہمزہ سے پہلے جیم مکسور بھی بڑھاتے ہیں ' * جیسے ' کیجئے ' لیجئے '

* جیم کی یہ ایزادی صرف فعل متعدی میں ہوتی ہے - ( مترجیم )

دیجئے - 'کیجئے' اصل میں 'کرئیے' تھا' جیم مسکور ہمزہ پر بڑھا کر 'ر' کو یاے معروف سے بدلا' جیسے ماضی میں 'کرا' کا 'کیا' بنا لیا - کاف کو زیر اس لیے دیا کہ ساکن 'ی' کے پہلے کاف مفتوح ثقالت پیدا کرتا تھا' اور جیم کے بعد ہمزہ کا حذف هندی میں جایز بلکہ زیادہ فصیح ہے - کیجئے' لیجئے' دیجئے - امر اور نہی میں ماضی کے صیغوں کے لفظ بھی خاص موقعوں پر بڑھا دیتے هیں' جیسے 'پھینک دیے' وغیرہ -

**نہی** | امر کے پہلے نون مفتوح لگا کر نہی بناتے هیں' جیسے' 'نکر' جمع اور تذکیر و تانیث کے وهی قاعدے نہی میں چلتے هیں جو امر میں - شاہ جہان آباد کے مکتب کے ملا اور بعضے هندو 'مت' حرف نہی استعمال کرتے هیں' جیسے' 'مت جا' - بعضے یہ کرتے هیں کہ نون مفتوح پر جو نفی کا حرف هو 'متی' کا اور اضافہ کرتے هیں - یعنی 'تو متی نجا' یہ [ذبل منفی] مزید پارچہ کے دلالوں کی اولاد کی زبان هے جو پیدا تو دهلی میں هوے مگر ان کے ماں باپ پنجابی هیں - مغلپورہ کے بعض رهنے والے بھی نہی کو اسی طرح ادا کرتے هیں -

**اسم فاعل** | اسم فاعل کا صیغہ مصدر کے آخری 'الف' کو یاے مجہول سے بدل کر 'والا' بڑھانے

سے بنتا ھے، جیسے 'کرنے والا' - جمع میں 'والا' کے آخری الف کو یاے مجہول سے بدلتے ھیں، مثال 'کرنے والے' مونث میں 'والا' کی جگھہ 'والی' (یاء معروف) اور جمع مونث میں 'والیاں' بڑھاتے ھیں، مثال' جانے والی' جانے والیاں -

قدیم شہر کے رھنے والے 'والا' کی جگھہ 'ھارا' والے کی جگھہ 'ھارے' مذکر میں اور 'والی' کی جگھہ 'ھاری' اور 'والیاں' کی جگھہ 'ھاریاں' مونث میں بڑھاتے ھیں - لیکن فصحا کی یہ زبان نہیں' مگر بعضے الفاظ میں مصدر سے یاء امالہ اور 'ھارا' اور 'ھارے' سے الف اور یاء امالہ اور 'ھاری' سے یاء معروف اور ھاریاں سے 'یاں' دور جو رہ جاے وہ فصیح اور مقبول شمار ھوتا ھے' مثلاً' ھونہار -

**جوگا' صفت مشبہ میں**

لفظ "جوگا" کے ساتھہ صفت مشبہ کبھی کبھی غیر فصیحوں کے استعمال میں دیکھا جاتا ھے مگر فصیحوں کا روز مرہ زیادہ تر "لایق" کے ساتھہ ھے' وہ مرنے جوگا' مرنے جوگے' مرنے جوگی' مرنے جوگیاں بولتے ھیں اور یہ "مرنے کے لائق" بولتے ھیں -

**صفت مشبہ کی تذکیر و تانیث**

صفت مشبہ اور مبالغہ کے بعض صیغے جلسیت میں یکساں ھوتے ھیں' جیسے

'ملہال' یہ گھوڑا یا کتا ملہال ہے' یہ گھوڑی ملہال ہے - بعض صورتوں میں فرق ہوتا ہے' جیسے' پیاسا' پیاسی - بھوکا' بھوکی - رنگیلا' رنگیلی - نکیلا' نکیلی - بھلا' بھلی - چھلا' چھلی - سگھڑ اور پھوڑ معنوی تانیث ہے [اس کا مذکر نہیں]' یہ مثالیں صفت مشبہ کی ہوئیں۔

مبالغہ میں مذکر اور مونث کی ایک ہی شکل ہوتی ہے جیسے بھگو' کایک' ھلسوڑ' لڑاک' ترو' بھگوڑا' یہ صفت مشبہ بھی ہیں -

اسم تفضیل ان لفظوں سے پیدا ہوتا ہے :- کہیں' سوا' بھی' زیادہ - جیسے 'تیرا قد سرو سے کہیں اچھا ہے' یا یوں کہو' سوا اچھا ہے' یا' زیادہ اچھا ہے' یا' سرو سے بھی اچھا ہے۔

**اسم مفعول** | اسم مفعول ماضی کے بعد 'ھوا' لگانے سے بنتا ہے' جیسے مارا ہوا' پھلسا ہوا - جو یہ خیال کرتے ہیں کہ 'ھوا' کے بدلے 'گیا' بھی آسکتا ہے غلطی پر ہیں' کیونکہ ماضی کے بعد گیا ماضی مجہول کی علامت ہے' مفعول کی نہیں - دوسری وجہ یہ ہے کہ ہندی میں معتل' مہموز' اور مضاعف بھی مروج ہیں لیکن 'واؤ' کی مثال جو معتل الف ہے یعنی ایسا لفظ جو واؤ سے شروع ہوتا ہو اردو میں شاذ ہے' کبھی سننے میں نہیں آیا لیکن پنجابیوں اور دوسروں کی زبان سے

سلی گئی - جیسے 'ویکھا' (واؤ سے) 'دیکھا' (دال سے) کے بدلے - لیکن اجوف واؤ جس کو 'معتل العین' کہتے ہیں یعنی وہ لفظ جس کا درمیانی حرف واؤ ہو خواہ دوسرا یا تیسرا یا چوتھا، کیونکہ دوسرے حرف ہی کو درمیانی حرف (وسطی) کہا عربی زبان میں ثلاثی مجرد کا قاعدہ ہے جوہر زبان پر عاید نہیں ہوسکتا- اردو میں یہ اکثر مستعمل ہے، جیسے توڑا، چیرا، پھیلنا، دیکھا، نوچا، گاڑا، پھاڑا، کاتا، مارا وغیرہ - اجوف واؤ کی مثال میں اجوف 'ی' اور 'الف' کی مثالیں بھی لکھ دی ہیں- معتل لام جو ناقص 'واؤ' اور ناقص 'ي' یا ناقص الف کی شکل میں هندي میں مستعمل ہے اردو میں بھی موجود ہے اور ہر خاص و عام کے روز مرہ میں داخل ہے - اگرچہ 'ف'، 'عین'، 'لام' کلمہ ثلاثی میں عربی زبان کے صرفیوں کی اصطلاح کے مطابق ہے لیکن چونکہ هندی میں ان کی تقلید مد نظر ہے ہم ہر کلمہ کے اول حرف کو 'فاکلمہ' اور دوسرے حرف کو 'عین کلمہ' نام دیتے ہیں - یہاں تک ہم صرفیوں کے ساتھ چلتے ہیں - اور آخری حرف کو خواہ وہ شمار میں تیسرا ہو یا چوتھا یا پانچواں یا اس

بھی زیادہ ' 'لام کلمہ' قرار دیتے ھیں * - اور حذف کئے ہوے حرفوں کو شمار میں نہیں لیتے۔ جیسے 'کندوری' (وزن صبوری) - یہ ایک قسم کی ترکاری ھے - اس لفظ کے چھہ حرف ھیں - نون مخلہ جو 'کاف' میں غایب ہوگیا گنتی میں نہیں آتا - غرضکہ 'مہموزالفا' † زبان هندی میں بہت آتا ھے ' جیسے اتھا ' اجڑا ' اکھڑا ' اور 'مہموزالعین' کم آتا ھے ' اور اُس میں بھی 'الف' 'واؤ' سے بدلا ہوا ہوتا ھے ' جیسے کنوا (جس سے پانی نکالیں) - بوا (بہن کا خطاب)- 'مہموزاللام' سننے میں نہیں آیا —

'مضاعف' کی دو قسمیں ھیں' چو حرفی یا پنج حرفی کلمہ- چو حرفی کلمہ میں دراصل دوسرا اور تیسرا حرف ایک

---

* عربی کے صرفیوں نے لفظ 'فعل' اور اس کے مشتقوں سے مختلف صیغوں وغیرہ کے وزن قرار دیے ھیں - لفظ فعل کے تین حرف ھیں ف ' ع' ل - انہیں سے اصطلاح فا کلمہ' عین کلمہ اور لام کلمہ مصطلح ہوا - عربی میں کلمہ کا یہ تجزیہ ثلاثی یعنی تین حرف والے کلموں پر عاید ھے' سید انشا 'لام' کے آخری حرف ہونے کی قید کو ڈھیلا کر کے اسے هندی الفاظ پر عاید کرتے ھیں - (مترجم) -

† 'مہموز الفا' اس لفظ کو کہتے ھیں جس کے شروع میں 'الف' ہو - (مترجم) -

ھی جلس کا ھوتا ھے جیسے رکھا ' اس لفظ میں عربی مضاعف کے خلاف کہیں بھی دو کاف الگ الگ نہیں بولے جاتے - اصل اور نقل دونوں پلنچ حرفی کے برابر ھیں جیسے چھلا - یا یہ کہ کلمہ کے پہلے دو حرف باقی کے دو حرفوں کے مشابہ ھوں [وھی دوبارہ آے ھوں] جیسے ململ ' ٹھک ٹھک ' کلکل ' ڈھب ڈھب - ھندی میں کوئی ثلائی یعنی دوحرفی سے کم نہیں ھوتا جیسے 'یہ' 'وہ' - اور کوئی لفظ سداسی یعنی چھہ حرفوں سے زیادہ کا نہیں ھوتا جیسے اٹکانا - املا میں اگر بڑھا کر لکھہ دیا جاے تو اس کی سند نہیں - ورنہ پھر ' رکھا ' کو بھی پلنچ حرفی کہنا چاھئیے کیوں کہ تلفظ کے اعتبار سے 'ہ' کے بغیر چار حرف ھوے جب 'ہ' کو اس میں شامل کیا تو پانچ ھوگئے اس وجہ سے تلفظ معتبر ھے نہ کہ املا -

جس کلمہ کے اول اور آخر میں حرف علت یعنی 'واؤ' یا 'الف' ھو تو اسے 'لفیف' کہتے ھیں - اس کی دو قسمیں ھیں 'مقرون' اور 'مفروق' - مقرون وہ ھے کہ دونوں حروف علت پاس پاس ھوں یعنی بیچ میں کسی اور حرف کے آجانے سے فاصلہ نہ واقع ھوجاے جیسے 'وو' (دونوں واؤ) اور 'او' یا 'گیا' - مفروق وہ لفظ ھے جس میں حروف علت کے درمیان کوئی اور

حرف آگیا ہو جیسے 'وُھی' —

**فعل تحریصی** اُردو میں ایک فعل اور بھی ہے جسے فصحا اکثر استعمال کرتے ہیں۔ راقم نے اس کا نام فعل تحریصی رکھا ہے۔ اسے فعل ضروری بھی کہہ سکتے ہیں۔ مثال ' "کیا چاہئے"۔ یہ امر کی جگہ اور ضرورت پر مشتمل ہے۔ اگر حاضر سے خطاب ہوتو امر حاضر ہے اور اگر غایب سے متعلق ہوتو امر غایب ہے اور اگر متکلم کی طرف اشارہ ہو تو اُس کی خواھش کی ترغیب کی تعبیر کرتا ہے —

**ماضی قریب** 'ہے' 'ھیں' 'ھو' 'ھوں' حال کے زمانہ میں ماضی کے فعل کے وجود پر دلالت کرتے ھیں [یعنی جو فعل ابھی یعنی حال ھی میں ختم ھوچکا ھو] جیسے آیا ہے' آے ھیں' آئی ہے' آئیں ھیں' تو آیا ہے' تم آے ھو' تو آئی ہے' تم آئی ھو' میں آیا ھوں' ھم آے ھیں' میں آئی ھوں' ھم آئیں ھیں —

**ماضی بعید** 'تھا' اور اس جیسے ملحقات اس گزشتہ فعل پر دلالت کرتے ھیں جس کا وجود زمانۂ حال میں ثابت نہ ھو [یعنی جس فعل کو ختم ھوے کچھہ مدت گزر چکی ھو]—

## مثال ماضی

| | واحد غایب | جمع غایب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مذکر | آیا تھا | آے تھے | تو آیا تھا | تم آے تھے | میں آیا تھا | ہم آے تھے |
| مونث | آئی تھی | آئیں تھیں | تو آئی تھی | تم آئیں تھیں | میں آئی تھی | ہم آئیں تھیں |

بعضے باشندگان اُردو جو 'ہے' اور 'تھا' کو فعل سے پہلے لاتے ہیں، ایسا کرنا نہایت معیوب اور حسن تلفظ کے منافی ہے - مثال 'فلانا نہیں ہے آیا' یا 'نہیں تھا آیا' - [مطلب یہ کہ ماضی قریب اور ماضی بعید کے ارکان میں تعقید لفظی سخت مذموم اور ممنوع ہے] —

ماضی استمراری | ماضی کی قسم سے ایک اور فعل بھی ہے جو فاعل سے ایک فعل کے چند بار صادر ہونے پر دلالت کرتا ہے [یہ نفس معنی میں ماضی بعید یعنی آیا تھا سے امتیاز رکھتا ہے] - مثال، آتا تھا، آتی تھی - مخفی نہ رہے کہ یہ جملہ :- "فلانا تمام عمر میں کل فرنگی کی چھاونی گیا تھا" 'یہ نہیں ظاہر کرتا کہ وہ تمام عمر میں اس سے پہلے بھی وہاں گیا تھا، جب کہ یہ جملہ :- "فلانا اکثر فرنگی کی چھاؤنی جاتا تھا" 'اُس کے مکرر جانے پر دلالت کرتا ہے —

یا اس سے اتفاق کے معنی پاے جاتے ہیں - مثال، "فلانا کل فرنگی کی چھاونی جاتا تھا" یا "ہمارے دروازے کے سامنے سے جاتا تھا" یعنی میں نے اتفاتات [اتفاق ؟] سے اس کا چھاونی جانا کل دیکھا، یا اُس کا میرے دروازے کے سامنے سے گزرنا اتفاقیہ ہوا —

مثال ماضی

| | واحد غایب | جمع غایب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مذکر | آیا تھا | آے تھے | تو آیا تھا | تم آے تھے | میں آیا تھا | ہم آے تھے |
| مونث | آئی تھی | آئیں تھیں | تو آئی تھی | تم آئیں تھیں | میں آئی تھی | ہم آئیں تھیں |

بعضے باشندگان اُردو جو 'ھے' اور 'تھا' کو فعل سے پہلے لاتے ھیں' ایسا کرنا نہایت معیوب اور حسن تلفظ کے منافی ھے - مثال 'فلانا نہیں ھے آیا'' یا 'نہیں تھا آیا' - [مطلب یہ کہ ماضی قریب اور ماضی بعید کے ارکان میں تعقید لفظی سخت مذموم اور ممنوع ھے] —

**ماضی استمراری** | ماضی کی قسم سے ایک اور فعل بھی ھے جو فاعل سے ایک فعل کے چند بار صادر ھونے پر دلالت کرتا ھے [یہ نفس معنی میں ماضی بعید یعنی آیا تھا سے امتیاز رکھتا ھے] - مثال 'آتا تھا' آتی تھی - مخفی نہ رھے کہ یہ جملہ :- '' فلانا تمام عمر میں کل فرنگی کی چھاونی گیا تھا '' 'یہ نہیں ظاھر کرتا کہ وہ تمام عمر میں اس سے پہلے بھی وھاں گیا تھا' جب کہ یہ جملہ :- '' فلانا اکثر فرنگی کی چھاؤنی جاتا تھا '' 'اُس کے مکرر جانے پر دلالت کرتا ھے —

یا اس سے اتفاق کے معنی پاے جاتے ھیں - مثال' '' فلانا کل فرنگی کی چھاونی جاتا تھا'' یا '' ھمارے دروازے کے سامنے سے جاتا تھا'' یعنی میں نے اتفاقات [اتفاق ؟] سے اس کا چھاونی جانا کل دیکھا' یا اُس کا میرے دروازے کے سامنے سے گزرنا اتفاقیہ ھوا —

**ماضی شرطی و تمنی**

فعل ماضی 'تھا' کے بغیر شرط اور تمنا کے لئے آتا ھے - شرط اور جزا دونوں کی مثال ' خدا اگر ھمیں بھی دولت دیتا تو کیا دوستوں سے سلوک کرتے - یہ مثال شرط اور جزا کی ھے - تمنی کی یہ مثال ھے :- کاش یہ شخص یمین الدولہ کے پاس گیا ہوتا کہ اماثل واقران اُس کے جاہ و دولت کو دیکھہ کر آتش رشک سے کباب ہوتے —

**فعل لازم و متعدی**

فعل لازم ہوگا یا متعدی - لازم وہ ھے جو مفعول کو نہ چاھے - جیسے ' زید آیا ' زید گیا ' عمرو مُوا ' خوب ھوا - متعدی وہ فعل ھے جو مفعول کو چاھے - جیسے ' زید نے مارا عمرو کو - یہ متعدی بہ یک مفعول ھوا - متعدی بہ دو مفعول کی مثال یہ ھے - :- پلایا زید نے عمرو کو پانی ' یا ' دکھایا زید نے عمرو کو بکر کا بیٹا - ' کو ' جو مفعول کی علامت ھے ایک مفعول کے ساتھہ کافی ھے ' اگر دونوں کے ساتھہ استعمال ھو تو عبارت سقیم ھو جاے گی اگرچہ قواعد کی رو سے صحیح ھوگی - مثال ' عمرو نے بکر کے بیٹے کو زید کو دکھایا —

**تعدیہ** | [ تعدیۂ فعل کے معنی ہیں فعل لازم کو متعدی بنانا ]
تعدیہ فعل بعض مصدروں میں علامت مصدر کے ما قبل الف بڑھانے سے حاصل ہوتا ہے ' جیسے اٹھنا سے اٹھانا ' بعض صورتوں میں 'الف' اور 'لام' کے بڑھانے سے ' جیسے کھلنا سے کھلانا - کہانا درست نہیں - یہ مغل پورہ والوں کی زبان ہے - کبھی متعدی اس طرح بناتے ہیں کہ فعل لازم کا دوسرا حرف اگر یائے مجہول * ہو تو اسے اُڑا کر 'لام' اور 'الف' یا فقط 'الف' بڑھاتے ہیں - جیسے دیکھنا سے دکھانا اور دکھلانا ' بیٹھنا سے بٹھانا اور بٹھلانا - 'بٹھانا' ہندؤں اور مغل پورہ کے باشندوں کی زبان ہے - کہیں 'واؤ' اور 'الف' کی زیادتی سے متعدی بناتے ہیں جیسے: کُھلنا سے کھولنا † - بعض مصدروں

* فاضل مصنف نے یہاں یائے کے ساتھہ مجہول کی قید غالباً سہو سے لگادی - کیونکہ دوسرا حرف 'ی' ہو خواہ مجہول یا معروف یا مفتوح' تعدیہ کا قاعدہ ایک ہی رہیگا - جیسے سیکھنا (یائے معروف) سے سکھانا اور سکھلانا - بیٹھنا (یائے فتوح) سے بٹھانا اور بٹھلانا - آگے چل کر مصنف خود تشریح کرتا ہے جس سے اس مقام میں یائے کے ساتھہ مجہول کی قید جو شبہ پیدا کرتی ہے خود حشو ثابت ہوتی ہے —

( مترجم )

† مترجم مستہام کہتا ہے کہ عام قاعدہ تعدیہ کا یہ ہے کہ کسرہ کے اشباع سے "ے" اور ضمہ کے اشباع سے "و" اور فتحہ کے اشباع سے الف مصدر لازم کے اول حرف کے بعد بڑھانا ' مثال ' بھچنا - بھیچنا - کھلنا ' کھولنا - مرنا ' مارنا - ( مترجم )

میں 'لام'، 'واؤ' اور 'الف'، یا 'لام' اور 'الف' کی زیادت سے حرف کے حذف کے بعد بناتے ہیں۔ مثال دینا، دلوانا، دلانا۔ سینا، سلوانا، سلانا۔ 'ی' گزشتہ قاعدے کے مطابق حذف ہو گئی، بلکہ ان تمام مصدروں میں جن میں دوسرا حرف 'الف' یا 'واؤ یا 'ی' ہو تعدیہ کی صورت میں حذف ہو جاتا ہے اور 'واؤ' اور 'الف' جو تعدیہ کی علامت ہے اضافے کئے جاتے ہیں۔ مثال' پالنا، پلوانا۔ پھیلکنا، پھکوانا۔ پھونکنا، پھلکوانا۔ ناچنا نچوانا۔ گانا، گوانا۔ ماننا، ملوانا۔ جھانکنا، جھلکوانا۔ تانکنا، تلکوانا وغیرہ —

بعضے متعدی مصدر خلاف قیاس بنتے ہیں جیسے اکھڑنا، اکھیڑنا اور اکھاڑنا موافق قیاس اکھڑانا ہونا چاھئے تھا۔

**تعدیہ کے بعد صیغۂ ماضی وغیرہ**

متعدی بنائے ہوے مصدروں کی ماضی حال اور استقبال کے صیغوں کو ان مصدروں کے صیغوں پر قیاس کرنا چاھئے جن میں مصدر کی علامت دور کرنے کے بعد 'الف' رھے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاھئے کہ جن مصدروں میں علامت مصدری کے حذف کے بعد 'ی' باقی رھے تو اس 'ی' کو حذف کر کے اس کا تعدیہ 'الف' اور لام سے درست ہوگا۔

اۏر فعلوں کے صیغے | ایک اور فعل بھی فارسی اور ھندی میں ھے کہ اس کا تمام ھونا اس کے بعد کی عبارت پر موقوف ھوتا ھے۔ مثال فارسی "فلانے را طلبیدہ سرگوشی باید کرد"۔ مثال ھندی "فلانے کو بلا کر سرگوشی کیا چاھئے"۔ 'کر' یا 'کے' اِس فعل کی علامت ھے۔ اکثر امر کے بعد یاے مجہول سے یا فقط امر سے یہ مطلب نکل آتا ھے۔ مثال، مجھے چھوڑ کر کہاں جاتے ھو، اور مجھے چھوڑے کہاں جاتے ھو، اور مجھے چھوڑ کہاں جاتے ھو۔

امر کے آخر "تے ھی" (پہلی یاے مجہول دوسری معروف) فوراً کے معنی پر دلالت کرتا ھے۔ مثال، میرے آتے ھی تم اُتھہ گئے، یعنی جونہی میں آیا تم اُتھہ گئے۔

بعضے "کیا چاھئے" کی جگہ "کرنا چاھئے" بولتے ھیں۔یہ وہ لوگ ھیں جن کے والدین کشمیر سے آکر شاہ جہان آباد میں بسے ھیں اور ان کی پیدایش کا اتفاق شاہ جہان آباد میں ھوا ھے—

امر غایب کی صورت یہ ھے، مثال، فلانے سے کہدو کہ وھاں جاوے، یا کہو یہیں پر رھے۔نہی غایب میں 'جاوے' اور 'رھے' کے بدلے 'نجاوے' اور 'نہ رھے' آتھا۔

ایک صیغہ بھی ھے [امر کا] جو معنی میں فعل

مستقبل مفرد و جمع کے (تعظیم کی رو سے) مشابہ ھے اور فعل ماضی کے ماقبل 'چاھئے' کے معنی میں اور استقبال کے صیغہ مع متکلم مع الغیر کے معنی میں آتا ھے، مثال، "آپ آئیے گا یا نہیں" یا "آپ مقرر آئےگا" یا "اگر حق تعالیٰ فضل کرے تو یہاں مسجد بنائیے گا کہ پھر آپ بھی دیکھہ کر لوٹ جائیں"۔

**فعل مجہول** یہ مثالیں جو لکھی گئیں فعل معروف کی ھیں، اب فعل مجہول کا بیان کیا جاتا ھے - معروف وہ فعل ھے جو فاعل سے منسوب ھو، مجہول وہ فعل ھے جو مفعول سے منسوب ھو، جیسے زید نے مارا، اور زید مارا گیا--

| | واحد غایب | جمع غایب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مذکر | مارا گیا | مارے گئے | تو مارا گیا | تم مارے گئے | میں مارا گیا | هم مارے گئے |
| مونث | ماری گئی | ماری گئیں | تو ماری گئی | تم ماری گئیں | میں ماری گئی | هم ماری گئیں |

مضارع حال کے صیغے

| | واحد غایب | جمع غایب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مذکر | مارا جاتا هے | مارے جاتے هیں | تو مارا جاتا هے | تم مارے جاتے هو | میں مارا جاتا هوں | هم مارے جاتے هیں |
| مؤنث | ماری جاتی هے | ماری جاتی هیں | تو ماری جاتی هے | تم ماری جاتی هو | میں ماری جاتی هوں | هم ماری جاتی هیں |

## مستقبل کے صیغے

| | واحد غایب | جمع غایب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مذکر | مارا جائے گا | مارے جائیں گے | تو مارا جائے گا | تم مارے جاؤگے | میں مارا جاؤں گا | ہم مارے جائنگے |
| مونث | ماری جائے گی | ماری جائیں گی | تو ماری جاے گی | تم ماری جاؤگی | میں ماری جاؤنگی | ہم ماری جائینگی |

امر حاضر

| | واحد غایب | جمع غایب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|---|---|---|---|---|---|---|
| مذکر | | | مارا جا | مارے جاؤ | | |
| مونث | | | ماری جا | ماری جاؤ | | |

## تیسری فصل

## حرفوں اور حرکات کی مخالفت اور موافقت

ایک حرف یا حرکت کے اپنی جگھہ پر درست آنے کو موافقت اور اس کے برعکس کو مخالفت کہتے ہیں-

**حروف موافقہ** حروف موافقہ یہ ہیں ، 'پ' ، 'ک' مثال ڈھانکنا ، ڈھانپنا - 'لام' ، 'ر' مثال تلوار ، تروار ['تروار' اب اردو میں نہیں آتا ہندی میں آتا ہے ] ، روپہلا ، روپہرا - 'م' ، 'ب' ( اگر 'ب' کے پہلے نون غنہ ہو ) ، مثال ، تھانبنا ، تھامنا - قاف ، کاف مثال' نور کا بکا ، نور کا بقا - چاکو' چاقو - کور فرنگی' قور فرنگی - کدم ، قدم ( درخت کا نام ) - 'ہ' ، 'الف' ( تمام عربی اور فارسی الفاظ میں ) ، ستارہ ، ستارا - ہالہ ، ہالا - 'کاف' ، 'غ' مثال چٹکارا ، چٹخارا - 'ر' ، 'ڑ' مثال ، اردو ، اڑدو - 'نون' ، 'ڑ' ( اگر ماقبل 'نون غنہ ہو ) ، مثال " کانا ، کانڑا - 'د' ، 'ت' مثال ، تدبیر ، تتبیر - 'ل' نون' مثال' لون ، نون ( نمک ) - 'س' ، 'ج' مثال ' مجھہ سے ' مس سے - 'نون' 'س ، مثال ، اُس نے ، اُن نے - 'س' ، 'ب ، مثال ، بیٹا ، سیٹا ( عورتوں کی زبان ) - 'نون' ، 'ت' مثال

اِتفا، اِتّا - 'گ'، 'واؤ'، مثال، دوگنا ' دونا - 'دال' 'ب'، مثال کدھو، کبھو ('ہ' کے ساتھہ اور اس کے بغیر) کبھی، کدھی (یہاں 'ی' اور واؤ 'ہ' کے ساتھہ مخلوط ہوگئے) - 'ر' 'ے'، مثال، جاکر' جاکے - ، نون' 'د'، مثال فن' فند - ' الف' 'ی' مثال ' دس بار' دس بیر (قدمائے اردو کی زبان) - 'ب' 'پھہ' مثال دس بیر' دس پھیر - 'ز' 'س' مثال' ہرگز' ہرگس (اگرچہ بعض دھلی والے بھی یہ لفظ بول جاتے ھیں لیکن غیر فصیح ھے' غالباً یہ اھل مغل پورہ کی صحبت کا فیضان ھے) - 'م' 'پ' مثال' طملچہ' طپلچہ - 'س' چھہ' مثال' پچھتا نا' یستانا' پچھتولیہ' پستولیہ - 'کھہ'، 'پ' مثال' اکھاڑنا' اپاڑنا (اُگنے والی چیزوں کے لئے جن کی جڑ ہوتی ھے) - 'ٹھہ' 'ک' مثال'' کلا' 'ٹھلا' (یہ دونوں لفظ ساتھہ مستعمل ھوتے ھیں الگ الگ سننے میں نہیں آئے) * 'ت' 'ب' مثال' تالا' بالا - 'ت' 'ب' مثال تانا' بانا [جو ڈورے ایک تھان وغیرہ میں طولاً پڑے ھوں تانا کہلاتے ھیں اور جو عرضاً پڑے ھوں بانا' دونوں الگ الگ مستقل لفظ ھیں موافقت یا بدل

* کلا یقیناً علحدہ بھی استعمال ھوتا ھے' کلا چلے ستر بلا ٹلے' ھاں ٹھلا الگ نہیں بولا جاتا کیونکہ یہ کلا کا تابع مہمل ھے - (مترجم)

کی ذیل میں نہیں آتے ] - اگر کوئی یہ کہے کہ تین لفظ جو اوپر آئے اُن میں تینوں جگہہ دوسرا لفظ اول لفظ کا مہمل ہے تو یہ غلطی ہے کیونکہ ہندی میں مہمل با معنی لفظ کے اول حرف کو واؤ سے بدل کر بنتا ہے جیسے گھوڑا ووڑا ' لوٹا ووٹا ' آگ واگ ' گیہوں ویہوں ' چلنا ونا ' پانی وانی [ یہ کلیہ نہیں کہا جا سکتا ' ' ٹال مٹول بھی تو ہندی ہی ہے ] فارسی میں با معنی لفظ کے اول حرف کو 'م' سے بدلنے سے بنتا ہے ' مثال اسپ مسپ - فیل ' میل - اُشتر ' متر —

نقل ہے کہ جاڑے کی ایک رات ایک نوجوان ہندوستانی اپنے ایک ایرانی دوست کے گھر گیا ' جب شام ہوئی تو مغل نے کہا - " حالا شما تشریف بہ برید من تو شک ولحاف دیگر ندارم ' مجبور دریک لحاف خوابیدن ضرور خواهد افتاد و الا سردی مردی خواهد شد " ؛ ہندوستانی نے جواب دیا " باشد جائے اندیشہ نیست در چادر مادر شما خواهم خوابید " —

پنجابی میں حرف اول کی جگہہ ' الف ' آتا ہے جیسے کوٹھا ' اوٹھا - فیل ایل —

مختصر یہ کہ 'ڈ' ' ڑ ' سے بدلجاتا ہے ' مثال ' کھانڈ ' کھانڑ - ' ت ' ' تھ ' سے مثال بھٹی ' بھٹھی - ' ب ' ' بھ '

سے ' مثال ' بل بے جما تیری دھج ' بھل بے جما تیری دھبج - ' عین ' ' م ' سے ' مثال ' جمعا ' جما - چنانچہ بعضے اس عبارت " جمعہ کے دن عید ہوئی " کو " جمے کے دن عید ہوگی " کہتے ہیں ' لیکن " جمے کے دن " زیادہ فصیح ہے اگرچہ لغت میں غلط ہے ' اس کی وجہ یہ کہ اردو میں بلکہ ہر زبان میں استعمال مستند ہوتا ہے ' اصل لفظ چاہے کچھہ ہو اور اُسے غلط بھی نہیں بتاتے - ' بھہ ' (سین کے بعد اور نوں سے مخلوط ) ' ' مھہ ' (سین کے بعد) ' مثال سمھال ' سنبھال - ' کھہ ' ' خ ' مثال ' کمر کھہ ' کمرخ - سیکھہ ' سیخ ' ہر چند کم کم اور کبھی کبھی استعمال ہوتا ہے - ' گ ' ' م ' (لیکن دونوں الگ الگ استعمال میں نہیں آتے گول مول [ گول یقیناً علحدہ مستعمل ہوتا ہے ' مول یہاں قیمت کے معنی میں نہیں بلکہ مہمل ہے ] - ' چھہ ' ' ب ' مثال ' چھل بل - ' گھہ ' ' گ ' مثال ' تانگن تانگھن —

مخالفت حروف

' گاف ' اور ' جیم ' میں مخالفت حروف ہے [ یہ آپس میں بدلے نہیں جاسکتے ] مثال بھاگا ' بھاجا - بھیگا ' بھیجا - ظاہر ہے کہ ' بھاگا ' اور ' بھیگا ' تو اردو ہے لیکن ' بھاجا ' اور ' بھیجا ' اردو نہیں اگرچہ یہ ہندی میں صحیح ہے ' کیونکہ اہل

هنذ سواے شاہ جہان آباد کے فصیح مسلمانوں کے ایسے لفظ بولتے هیں - اور اختلاف 'ی' 'واؤ' کا ھے 'کہیں' تو دھلی کی زبان ھے اور 'کہوں' اکبر آباد کی - 'میچنا' 'موچنا' (آنکھہ بند کرنا) 'موچنا' پورب کی زبان ھے - 'لام' 'س' مثال 'نکلا' نکسا' - 'نکسا' پھر فصیحوں اور هندؤں کی زبان ھے' اور 'نکلا' فصحا کی زبان ھے -

اور خلاف 'کاف' اور 'جیم' کا ھے- کیوں کہ 'بکوانا' تو اُردو ھے اور 'بچوانا' اس کے مخالف ھے - 'ک' اور 'چ' کا بدلہ بھی اُردو کے روز مرہ سے مخالفت رکھتا ھے - جیسے 'کیچڑ' کو 'چیکڑ' کہنا جیسا کہ اکثر اهل هنود بولتے هیں —

**حرکات موافق** یعنی حرکات کا آپس میں بدل جانا' جیسے هلنا (بالکسر) اور 'هلنا' (بالفتحہ) - یہ دونوں تلفظ فصیحوں کی زبان سے سنے گئے * 'گِھسنا' اور 'گَھسنا' میں اول اکثر استعمال هوتا ھے اور دوسرا شاذ و نادر † - 'رلنا' کا زبر اور پیش بھی آپس میں بدلتے هیں - (فلانا خاک میں رلگیا) دوم (پیش) سے

* اب اردو میں بالکسر هی فصیح ھے - پرانا لہجہ صرف 'هلچل' میں باقی رہ گیا - (مترجم)

† حسب صدر - (مترجم)

اول (زبر) بہتر ہے - 'متی' (بالفتحہ) اور 'متی' (بالکسر) دونوں فصیح ہیں - 'مصلا' کا پیش اور زبر (سہرندیوں کا مصلا، بجواریوں کا مصلا) - اور 'نکسک' (سراپا) کا زیر (کسرہ) اور زبر (فتحہ) دونوں ہم معنی - اور 'ھرن' کا فتحہ اور کسرہ' ان سب الفاظ میں حرکات کی موافقت ہے یعنی متبادل ہیں - مچ (بالکسر) مچ (بالضم) جیسے مجھہ سے کیوں خفا ہو—

**حرکات مخالف** | 'چھپنا' اور 'چھپنا' میں کسرہ اور ضمہ کی مخالفت ہے' فصیح بالکسر ہے -
اور ضمہ کے ساتھہ اھل مغل پورہ کا لہجہ ہے - اھل اُردو کی زبان نہیں 'کھلانا' کا کسرہ' فتحہ کے ساتھہ پورب کے زمینداروں کی زبان ہے اور ضمہ کے ساتھہ پنجاب والوں یا بعضے مغل پورہ والوں کی زبان ہے - اور کلمہ 'یہ' (اشارہ قریب) میں بالکسر تو اُردو ہے لیکن بالضم سادات بارھہ کی زبان ہے اور بالفتحہ دھلی کے اطراف میں بولتے ہیں - کلمہ 'وہ' (اشارہ بعید) بالکسر پورب کے فضیلت پناھوں اور شاہ جہان آباد کے مکتبی ملاؤں کی زبان ہے - اور فتحہ سے مزید پارچہ کے دلالوں اور بعضے مسلمانوں کی بھی زبان پر ہے جو بحث سے خارج ہیں - اور ضمہ کے ساتھہ اُردو دانوں

کی زبان ہے —

'یہ' اور 'وہ' کے ساتھہ یہ بھی اکثر ہوتا ہے کہ اول کی 'ہ' کو 'ی' سے بدل کر 'یے' اور دوم کی 'ہ' کو 'واؤ' سے بدل کر 'وو' بنا لیتے ہیں - یہ تبدیلی شہر کے فصحا کے اختیار میں ہے —

'کو' (علامت مفعول) واؤ مجہول کے ساتھہ تو فصیح اردو ہے - مگر واؤ معروف کے ساتھہ باہر والوں یا شہر کے پرا تم بوڑھوں کی زبان ہے —

'آیسی' بالفتحہ اردو ہے اور بالکسر بیرونیوں کی زبان ہے —

'قسم' بالفتحہ دهلی کی زبان ہے اور بالکسر فرخ آباد اور مئو کے افغانوں کی زبان —

'میں' - (حرف ظرف) ' بالکسر اهل اردو کی زبان ہے اور بالفتحہ اٹاوہ اور اُس کے گرد و نواح کے لوگوں کی-

'میں' (علامت مفرد متکلم) بالفتحہ شہر کے فصحا کی زبان ہے اور بالکسر دوآبہ گنجم * کے لوگوں کی —

---

* وہ رقبہ جو گنگا اور جمنا کے درمیان واقع ہے اس کے لئے میں نے یہ نام یعنی دوآبہ گنجم وضع کیا ہے - (مترجم)

'پلنگ' (جس پر سوتے ہیں) بالفتحہ فصیحوں کی زبان ہے اور بالکسر دہاتی بولتے ہیں —

شیخ - بالفتحہ شہر کے قابل لوگ بولتے ہیں اور عوام بالکسر —

مغل - غین کے ضمہ کے ساتھہ پوربیوں کا مستعمل ہے اور اُس کے فتحہ کے ساتھہ کہ لفظ صحیح ہے اور اسی طرح شاہ جہان آباد والوں کے استعمال میں ہے فصیح ہے اور احتمال ہے کہ لغت کی رو سے بھی غلط نہیں —

حاشیہ - بعض نسخوں میں یہ عبارت اس طرح درج ہے :- و ضمۂ غین مغل کہ لفظ صحیح الاصل یہی ہے پوربیوں میں مستعمل ہے اور اس کا فتحہ کہ لفظ غلط اور شاہ جہان آباد والوں کی زبان ہے فصیح ہے —

ہلتھڑی (بالفتحہ اور نون غنہ' ہاتھی کی مادہ) میواتیوں کی زبان ہے - 'ہِتھنی' (بالکسر) پوربیوں کی زبان ہے' اور ہتھنی (بالفتحہ) فصیح اردو ہے —

مسّر (سین مشدد مفتوح' برہمن کا لقب) دہلی کا تلفظ ہے' سین مضموم کے ساتھہ پوربیوں کا تلفظ ہے- بعضے دہلی میں شین معجمہ مشدد کے ساتھہ بھی بولتے ہیں-

تم - (بالضم) دہلی کی بولی ہے اور بالفتحہ (تم) تھانیسر' اندری اور کڑھام کا لہجہ ہے -

تلک (بالفتحہ) فصیح دھلویوں کی زبان ھے اور تُلک (بالضم) اھل مغل پورہ کا لہجہ ھے -

## چوتھی فصل
### بعض حرفوں کا لفظ سے گرجانا

جاننا چاھئے کہ لفظوں سے حرفوں کا گرنا دو قسم کا ھے، ایک وہ کہ فصحا نے حرف یا حرفوں کے حذف کے بعد لفظ کو رواج دیا ھے اور دوسرے وہ کہ بعض لوگ بات کرتے وقت جلدی کی وجہ سے کسی حرف کو ارادے کے بغیر گرادیتے ھیں اور ان کی زبان سے بھلا معلوم ھوتا ھے-

اول قسم | 'واو' اور 'یاے مجہول' کا گرانا 'ھووے' 'نہ ھووے' سے' مثال :-

" آپ فلانے شخص کو تعزیہ خانے میں بہت بلاتے ھیں ایسا نہ ھو کہ کوئی تبرّا کرے اور اس کی خاطر آزردہ ھو" -

اس عبارت کے بیچ میں 'نہ ھو' اور آخر میں 'ھو' بجاے 'ھووے' کے آیا ھے' ورنہ لغت میں 'ھو' امر کا صیغہ ھے اور 'نھو' نہی کا صیغہ ھے -

'آکر' 'جاکر' 'آکے' 'جاکے' جیسے فعلوں سے 'کر'

اور 'کے' کا گرانا' مثال:

"فلانا ہماری باتیں سن مرزا حسن علی پاس
جا سب کہہ دیتا ہے اور وہاں کی باتیں
یہاں آ بیان کرتا ہے"۔

اس عبارت میں 'سنکر' یا 'سنکے' کی جگھہ 'سن' اور 'جاکر' یا 'جاکے' کی جگھہ 'جا' اور 'آکر' یا آکے' کی جگھہ 'آ' آیا ہے۔

'دیوانہ پن' کی 'ہ' گراکر دیوان پن مستعمل ہے۔

'لڑکا پن' سے الف گراکر لڑکپن ('ڑ' مفتوح 'کاف' ساکن) کہتے ہیں۔

اسی طرح 'شہداپن' سے الف گراکر 'شہدپن' کہتے ہیں۔

اکثر مصدروں اور مضارع اور امر و نہی کے صیغوں سے 'واو' گرادیتے ہیں۔ جیسے 'کھاونا' جاونا' آونا' پیونا اور کھاوتا ہے' پیوتا ہے' جاوتا ہے' آوتا ہے' اور 'آوو' جاوو' نہ آوو' نہ جاوو۔ آج کل مسلمانوں میں بوڑھے پراتم اور ہندوؤں میں بیشتر اس طرح بولتے ہیں۔ اور محمد تقی میر سلمہ اللہ شعر میں بھی ایسی شکل استعمال کرگئے ہیں' یہ شاید حفظ وزن کی نظر سے ہوا ہو یا اکبر آباد میں اس کا مضایقہ نہیں۔

'والا' (صاحب' مالک' باشندہ) کا آخر کا الف'

لیکن یہ ہر کہیں نہیں بلکہ صرف دو جگہہ حذف کیا جاتا ھے، جیسے 'دلّی وال' یعنی دھلی کا رھنے والا جو اصل میں دلّی والا تھا، اور 'کوٹھی وال' جو اصل میں کوٹھی والا تھا یعنی مالدار، ھندی خزانہ والا۔

'لاگا' کا پہلا الف، مثال فلانا دیوار سے لاگا کھڑا ھے' 'لگا کھڑا ھے' فصیح ھے، 'تلک' کا لام یعنی "اب تلک" کی جگہ "اب تک" - لیکن دونوں اردو میں آتے ھیں۔

'ایدھر' 'کیدھر' 'اودھر' 'پور' کی 'ی' اور 'واو' جیسے شہزاد پور' شاہ جہان پور۔ کتابت میں ضمہ کی رعایت سے واو اور کسرہ کی رعایت سے 'ی' لکھدیتے ھیں اور بعضے نہیں لکھتے' صحیح وہ ھیں جو نہیں لکھتے' کیونکہ اگر ترکی کے قاعدے کے مطابق حرف مضموم کے بعد 'واو' اور حرف مکسور کے بعد 'ی' لکھنا ضروری ھے تو حرف مفتوح کے بعد 'الف' بھی لکھنا چاھئے' اور ایسا نہیں ھوتا، چنانچہ 'رھا' 'کہا' 'چلا' کو بخلاف ترکی راھا' کاھا۔ چالا ھندی میں نہیں لکھتے' ترکی میں 'ایمدی' کو الف مکسور کے ساتھہ عروض کی رو سے فعلن کے وزن پر 'ی' کے ساتھہ اور 'اوغلان' کو فعلن کے وزن پر واو کے ساتھہ لکھتے ھیں - ضمہ کے بعد واو اور کسرہ کے بعد 'ی' اور فتحہ کے بعد 'الف' اسی مثال میں آتا ھے۔

اس کے سوا ہندی میں ترکی کی ٹانگ توڑنے کے کیا معنی؟ اور حرکت کی رعایت حرف کی ایزادی کی حقیقت یہ ہے کہ ترکی زبان کے فصحا اس مزید حرف کا اعلان تلفظ میں نہیں کرتے [جیسے اردو والے جب اُس کو 'اوس' لکھتے تھے تو بولنے میں واو کا اعلان نہیں ہوتا تھا، تلفظ دونوں صورتوں میں ایک ہی رہتا تھا] حالانکہ وہ کتابت میں موجود ہے - اگر 'اوغلان' بروزن فاعلان موزوں کریں اور 'قاچار' کو پاداش کے وزن پر شعر میں باندھیں تو جایز ہے' لیکن 'اُس' کو جو گُل کے وزن پر ہے حور کے وزن پر موزوں نہیں کرسکتے - اور 'رہا' کو جو فعل کے وزن پر ہے اگر فعلن کے وزن پر 'راہا' نہیں کہہ سکتے' نہ 'مانا' کو فاعلن کے وزن پر بندہ سکتے ہیں' اور یہ بھی ظاہر ہے کہ 'اس' (اشارہ قریب) میں یاء نہیں لکھتے جب کہ 'اُس' میں واو لکھتے ہیں' اس بیچارے نے کیا قصور کیا ہے کہ بغیر یاء کے لکھتے ہیں - اِدھر میں جو یاء نہیں لکھتے اس کی وجہ یہی ہے کہ حرکت کے بعد حرف بڑھانا ضرور نہیں - اس گفتگو سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ 'اُس' اور ایسے تمام ہندی لفظوں میں جن میں ضمہ بغیر واو کے آواز دیتا ہے واو کا لکھنا صحیح نہیں -

ایسا ہی حال 'ی' کا ہے' جس حرف کے بعد تلفظ میں اس کا اظہار ہو تو کتابت میں بھی درست ہے ورنہ غلط - اسی وجہ سے حرف مضموم جو واؤ سے مخلوط ہوگیا اور مکسور جو 'ی' سے مخلوط ہو گیا ہو اور مفتوح جو الف سے مخلوط ہو گیا ہو اُردو کے حروف تہجی میں شامل نہیں کئے گئے ورنہ اس زبان کے حروف تہجی بانوے شمار میں آتے —

اور 'میلھہ' (دل کے وزن پر) اور 'کونجڑا' (فعلن کے وزن پر) جن کا 'ی' اور واؤ کے ساتھہ لکھنے کا رواج ہے ان میں 'ی' اور 'واؤ' ضروری نہیں -

بانوے حروف کا ذکر ابھی آیا ہے' ان کا حساب اس طرح ہے کہ چھیاسی حرف جِن کی تفصیل سابق میں آچکی ہے ان کے علاوہ دلالوں کی زبان کے دو حرف یعنی 'ز' اور نون مخلوط جیسے زنکار (چھار کے وزن پر)' اور 'شین' 'نون' سے ملا ہو جیسے شلگرف (مسطر کے وزن پر)' 'واؤ' لفظ 'اُس' میں اور 'یاء' 'اِس' میں' اور 'الف' 'راعا' میں' یہ کُل ہوے اکیانوے - دوسری صاف 'جانمّد' (تشدید میم) اور نورمّد بجاے جان محمد و نور محمد ہے - اور 'صامرا' بجاے 'صاحب میرا' اور 'بھئی' بجاے بھائی اور باؤجی بجاے باواجی

اور 'جنور' بجاے جانور اور 'شجنا باد' بجاے شاہ جہان آباد اور روشن دولا بجاے روشن الدولہ -

---

پانچویں فصل ' مصدروں کا بیان

یاد رکھنا چاھئے کہ جس لفظ کے آخر 'نا' ھو اور اس سے ماضی ' حال ' استقبال اور امرونہی کے صیغے بن سکیں وہ مصدر ھے ' اور جس لفظ کے آخر 'نا' ھو مگر اس سے صیغے مشتق نہ ھو سکیں وہ مصدر نہیں ھوتا خواہ مصدر کے معنی دیتا بھی ھو - غرض کہ پہلے کو مصدر اور دوسرے کو حاصل مصدر کہیں گے -

**مصدر کی قسمیں**

صیغوں کے ذکر میں مصدر کی کیفیت کچھہ آ چکی ھے ' لیکن اس کی تحقیق اس نہج پر ھے کہ مصدر تین قسموں پر منقسم ھے (۱) جو فعل اُس سے بنے وہ صرف فاعل کو چاھے ' اسے لازم کہتے ھیں - (۲) جب فعل کسی کے ھاتھہ سے دوسرے پر واقع ھو یا کسی کے ایما سے کسی کے ھاتھہ سے کسی پر واقع ھو اُسے متعدی کہتے ھیں - (۳) لازم کی ایک اور قِسم بھی ھے یعنی لازم سے متعدی کے معنی پیدا ھوں - لازم کی مثال :- آیا زید ' گیا زید - متعدی اول کی مثال :- مارا زید نے عمرو کو - متعدی ثانی کی مثال :-

مروایا زید نے عمرو کو بکر سے - تیسرے متعدی کی مثال جس کے معنی لازم سے پیدا ہوں :- آیا زید ساتھ عمرو کے ' یعنی لایا عمرو زید کو -

مصدر متعدّی کا واؤ

اس سے سمجھدار سمجھ سکتا ہے کہ جب کوئی کام کسی کے ایماء سے کسی کے ہاتھ سے کسی پر واقع ہو تو اس کے مصدر میں الف پر واؤ مقدم ہوگا' اور یہ واؤ کسی جگہ بھی حذف نہیں ہو سکتا بعض لوگ جو اسے حذف کردیتے ہیں وہ فصیح نہیں ہیں اور ان کی اردو دانی ناقص ہے' جیسے 'کرانا' بمعنی کروانا 'کھانا' بمعنی کھوانا - اگر چہ 'کھوانا' کے مقابلہ میں 'کھلانا' کا استعمال زیادہ ہے لیکن وہ بھی صحیح اور فصیح ہے —

حروف کی تقدیم و تاخیر

بعض الفاظ میں حرفوں کو آگے پیچھے کردیا ہے ' جیسے' دابنا ' دبانا - اُلیڈنا ' اُنڈیلنا -

متعدی بنانے کا جو قاعدہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں وہ متعدی ثانی کا ہے متعدی اول کا نہیں' کیونکہ متعدی اول اس قاعدہ کے خلاف بہت پایا جاتا ہے -

حاصل مصدر

حاصل مصدر کی کئی قسمیں ہیں (۱) تکرار سے' جیسے آتے آتے' جاتے جاتے' کہتے

کھتے ' اتھتے اتھتے (سب میں یاء مجہول) - ان کے معنی ھیں آنے تک جانے تک ' کھلے تک ' اتھلے تک - ' میرے آتے ' کے معنی ھوے میرے آنے تک - ' تک ' یہ معنی خود بخود پیدا ھو جاتے ھیں - اور ' آتے ' وغیرہ حاصل مصدر ھو جاتے ھیں اور ' تک ' کی ضرورت نہیں رھتی -

(۲) ' مری ' بمعنی ' مرنا ' - اور ' رھاؤ ' ' چڑھاؤ ' ' اتار ' کے معنی ھیں رھنا ' سوار ھونا ' نیچے آنا -

(۳) امر کے اکثر صیغوں کا بھی یہی حال ھے ' جیسے ' ناچ ' ' پہنچ ' ' سمجھہ ' ' کھینچ ' ' اکڑ ' ' رھایش ' (رھنا) -

(۴) ' دیوان پن ' مرادف ھے ' دیوانگی ' کا جو فارسی کا حاصل مصدر ھے -

(۵) ' چالا ' (چلنا) اور ' چل چلاؤ ' (وھی معنی) ' ' کس کساؤ ' وغیرہ ان جیسے بہت سے لفظ ھیں [ جو حاصل مصدر کے معنی دیتے ھیں ]

(۶) ' گُلاپا ' (گول ھونا) ' ' گھلاوت ' ' ' سجاوت ' بمعنی کسی چیز کا پانی میں مخلوط یا حل ھو جانا اور محبوب سے اختلاط کا لطف ' زیبا ھونا - اور ' مچ مچاھٹ ' (دل میں خواھش کا اظہار کرنا) ' ' لڑگٹ ' (مقابل ھونا) -

(۷) ' سج ' (زیبایش) ' ' دھج ' (انداز زیبائی سے مراد

ہے)' 'ڈھب' بنیاد ڈالنا [کسی کام یا بات کی]'
'کرتب' (کردار) 'کرتوت' (کردار) ' 'نباہ'
(پورا کرنا)' یہ سب حاصل مصدر ہیں -

(۸) بعضے مصدر دو لفظوں سے مل کر ایک ہی معنی دیتے
ہیں' جیسے' دوڑ دھپار' ریل پیل' جھانک تاک'
دیکھا داکھی -

(۹) کبھی مبالغہ کے لئے بیچ میں الف اتصال لاکر ایک
لفظ کو دوبار بولتے ہیں جیسے دوڑا دوڑ' بھاگا
بھاگ - یہ الف مختلف حروف کے الفاظ میں بعضوں
کے نزدیک صحیح ہے اور بعضوں کے نزدیک غلط' جیسے
'ریلا پیل' - یہ لفظ راقم کے شعر میں آیا ہے —

— * —

# باب پنجم

## نحو

— * —

### پہلی فصل
### اسم کے بیان میں

**بول** | بک [سنسکرت واکیہ' بولنا' لفظ] کی دو قسمیں ہیں با معنی اور بیمعنی - بیمعنی بحث سے خارج

ھے ' مطلب با معنی سے ھے ' اور اسے ھم ' بول ' سے تعبیر کرتے ھیں —

**فعل** | چونکہ ' بک ' با معنی بھی ھے اور بےمعنی بھی اور ' بول ' وضع کئے ھوے مفرد لفظ کا نام ھے پس بول ' تین زمانوں یعنی ماضی ' حال یا استقبال میں سے کسی ایک زمانے میں شامل ھوگا اور اس کو فعل کہیں گے ' جیسے آیا ھے ' آتا ھے ' آوے گا -

**اسم** | یا ایسا نہیں ھوگا [ کسی زمانے پر مشتمل نہیں ھوگا ] تو اسے اسم کہیں گے ' جیسے ' سورج ' چاند- یہ دونوں معنی میں اپنی ذات پر دلالت کرتے ھیں اور مستقل ھیں -

**حرف** | بول کی ایک قسم اور ھے جو اپنی ذات میں مستقل نہیں اور غیر کے واسطہ سے معنی پر دلالت کرے ' اس کو ' حرف ' کہتے ھیں - جیسے ' پر ' سے - مثال کوٹھے پر ھم سے چڑھا نہیں جاتا - حرف ربط کلام کے لئے عبارتوں میں بہت آتا ھے ' ممکن ھے کہ کوئی عبارت اس سے خالی بھی ھو جیسے ' زید آیا ' کوٹھا گرا -

**اسم کی قسمیں** | اسم کی یہ قسمیں ھیں :- جامد ' مشتق ' تام ' ناقص ' مفرد ' مجموع ' مونث ' مذکر ' فاعل ' مفعول ' مبتدا ' خبر ' موصوف '

صفت، بدل، مکرر، مستثنیٰ، تمیز، مضاف، مضاف الیہ، حال، ذوالحال۔

**فعل کی قسمیں** | فعل کی بھی دو قسمیں ہیں تام، ناقص۔

**حرف کی قسمیں** | حرف کی بھی متعدد قسمیں ہیں جو اپنی جگہہ پر آئیں گی۔

**بات** | دو بولوں کے مجموعے کو 'بات' کہتے ہیں عربی میں جس کا نام کلام ہے۔ اس میں شرط یہ ہے کہ اسے سن کر سامع کو انتظار نہ رہے، اور یہ فعل اور فاعل، مبتدا اور خبر ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

**جامد** | اسم جامد اُس اسم کو کہتے ہیں جو کسی مصدر سے مشتق نہ ہوا ہو اور نہ اس سے کوئی کلمہ مشتق ہوسکے، جیسے، زید، عمرو، گھوڑا، ہاتھی۔

**مشتق** | وہ بول یا کلمہ ہے جو مصدر سے نکلا ہو، جیسے بہلو، بھگوڑا، ہنسوڑ، گاہک، بجویا۔ اسی قسم میں اسم فاعل اور اسم مفعول داخل ہیں۔

اسم تام و ناقص کا بیان بعد میں آے گا جن کا انحصار علم پر ہے، مثال گل محمد، کلو۔

——:*:——

## دوسری فصل

## مفرد اور جمع

**مفرد اور جمع** | مثال مفرد :- گھوڑا ' اُونٹ ' گاجر ' مولی- جمع کے کئی قاعدے ہیں -

(۱) جب مفرد اسم کے آخر میں الف ہو تو [اور وہ اسم مذکر ہو تو] الف کو یاء مجہول سے بدلتے ہیں ' جیسے پیڑا ' پیڑے کھاے - رنگترا ' رنگترے بھیجے - خربوزا ' خربوزے میٹھے نکلے - کیلا ' کیلے بنگالے میں اچھے ہوتے ہیں - چھہارا ' چھہارے اچھے نہیں ہیں - گرم گرم اندرسے کھایا چاہیے - دلی کے کھیرے یاد آتے ہیں - چار نیچے اور پانچ حقے بھائی صاحب نے منگواے ہیں - گھوڑے بھکّر سے آے ہیں ' جناب عالی نے سو چھتے رمنے میں چھڑواے ہیں - ممولے بول رہے ہیں ' پپیہے برسات میں غضب کرتے ہیں -

(۲) جب مفرد کے آخر یاء معروف ہو مگر مذکر حیوان کا نام نہ ہو جیسے ہاتھی ' نہ علم ہو جیسے دلّی اور نہ اس میں یاء زاید ہو جیسے جوگی ' بیراگی ' سنیاسی ' پنجابی ' پوربی - مثال :- مُولی ' مُولیاں- پوری ' پوریاں - کچوری ' کچوریاں - کلی ' کلیاں-

جلیبی ' جلیبیاں - چارپائی ' چارپائیاں - انبرتی
انبرتیاں - چوکی ' چوکیاں - دری ' دریاں - شطرنجی '
شطرنجیاں - گولی ' گولیاں - بولی ' بولیاں - جھولی '
جھولیاں - کوڑی ' کوڑیاں - گالی ' گالیاں -

ہم نے یہ قاعدہ اردو الفاظ سے متعلق بیان کیا ہے اور زبانوں کے الفاظ سے سروکار نہیں - اگر لفظ ' کھٹیا ' کی جمع پر وہ قاعدہ جو ' پیڑا ' ( خطوں میں پیڑہ لکھدیتے ہیں ) کے لئے آگے لکھا ہے عاید نہ ہو تو ہمارا اصول ناقص نہیں ٹھہرتا کیونکہ یہ لفظ اردو نہیں اور اس کے سوا جو لفظ مذکر نہیں جیسے انگیا ( عورتوں کا سینہ بند ) اس کی جمع تانیث کی وجہ سے اس قاعدے کے تحت درست نہ ہوگی بلکہ فصحا کے نزدیک یہ لفظ مفرد اور جمع میں یکساں رہے گا ' اسی لئے اس بیان کے شروع ہی میں تذکیر کی قید لگادی ہے -

(۳) جس لفظ مونث کے آخر یاء معروف کے سوا کوئی اردو کا حرف ہو اس کی جمع یاء مجہول اور نون غنہ سے بنے گی ' جیسے نائکائیں ' مائیں ' باتیں چیتیں ' گھاتیں ' میخیں ' چیلیں ' یادیں ' گاجریں ' پشوازیں ' ہوسیں ' بلد شیں ' وراثیں ' رقاصیں ' مرتافیں ' متکاطیں ' طماعیں ' کمظرفیں ' بد طریقیں ' نازکیں '

بدرگھیں، محرمیں، ازاریں، کھڑاویں، بے راھیں —

(۴) جس مذکر لفظ کے آخر الف اور یاء معروف نہ هو وہ مفرد اور جمع میں ایک هی رھے گا، جیسے پانچ لڈو، دس کدو، دو پلاؤ، چار سالن، آتھ تربوز، پندرہ شلغم، سات بیگن، بیس کچالو، بارہ رتالو —

ان کی مثالیں جن کی جمع مونث یاء مجہول اور نون غنہ سے بنتی هے : - آپ کی یادیں بہت رھیں، بی گما نے سات پشوازیں اور نئی سلوائی هیں، یہ بندشیں جو آپ نے باندھی هیں سو هم سب سمجھتے هیں، اور رقاصیں جب آویں گی تو سب کے دل مل جاویں گے، مرتاضیں سب آرزو عتبات کی رکھتی هیں، محتاطیں کب هندو کی دوکان کی چیز اپنے بچوں کو کھانے دیتی هیں، کمظرفیں دم بدم اپنی دوپٹے کی تمامی هی دکھایا کرتی هیں، بد طریقیں بھلے آدمی کے گھر میں آنے کے لایق نہیں هوتیں، نازکیں موتیوں کو کب خیال میں لاتی هیں، بدرگیں ماباپ کے اختیار سے باهر هوتی هیں - یہ جمع کی شکلیں جو ابھی لکھی گئیں ان کلموں پر بھی عاید هیں جو مفرد اور جمع میں ایک هی رھتے هیں جیسے لڈو، ایسا نہ هو تو واؤ مجہول اور نون غنہ جمع میں آتا هے - اس کے کئی موقعے هیں مثلاً متعدی یا 'کو' علامت مفعول

کی صورت میں یا حرف سے تعلق کی صورت میں،
مثال :- مولیوں نے آج ہمیں بہت بیمزہ کیا، مولیوں
کو ترشوایا، مولیوں کے پتے ہمیں دیجئے، مولیوں سے
معدہ خراب ہوتا ہے - یہی حال گاجر، لڈو وغیرہ الفاظ
کا ہے - اور ہاتھی، جوگی اور ان کی مانند اور الفاظ
بھی اسی ذیل میں آتے ہیں، مثالیں :- جوگیوں نے
آج شہر گھیر لیا ہے، مست ہاتھیوں نے بڑی دھوم مچائی
ہے، جوگیوں کو مار کر نکال دو، مست ہاتھیوں کو چرائی
پر لے جاؤ، جوگیوں کا یہاں کیا کام ہے، مست ہاتھیوں
کا رہنا شہر میں اچھا نہیں، جوگیوں سے خدا پناہ میں
رکھے، مست ہاتھیوں سے بھاگا چاہئے —

مفعول علامت ( کو ) کے بغیر لانا بھی درست ہے،
جیسے، مولیاں تراشو، گاجریں لاؤ، لڈو کھاؤ، لیکن ہاتھی،
جوگی اور اسی طرح کے اور اسموں کے ساتھ یہ سلوک
پسندیدہ اور اردو کا روز مرہ نہیں —

اور جس لفظ کی جمع اردو میں مفرد کے خلاف ہو
اس کا مفرد لانا درست نہیں سوائے اس کے کہ وہ
کسی فرد واحد کی تمیز کرنے والا ہو، مثال :- ایک
گھوڑا، ایک مولی، ایک گاجر، اور دو گھوڑا، تین گھوڑا،
دو مولی، تین گاجر کہنا صحیح نہیں، بلکہ لہ اور پورب

والے اس طرح بولتے ہیں لیکن شاہ جہان آباد میں کوئی اس طرح نہیں کہتا - اس طرح کہنا صحیح ہے :- دو گھوڑے ' تین گھوڑے ' دو مولیاں ' تین مولیاں ' دو گاجریں ' تین گاجریں —

ایک عزیز مثنوی میں مرزا رفیع (سودا) سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے :-

تم اپنے پیول معلی کو نکالو
مرے ہاتھی سے دو ٹکر لڑالو

اس شعر میں دو ٹکر' صحیح نہیں ' دو ٹکّریں ' چاھئے - ' ایک ٹکّر' کہتا تو ٹھیک تھا ( ایک' میں ' ی ' داخل نہیں تلفظ ' اک ' ہے ) ' لیکن اسے تو دو ٹکّروں کی خواهش ہے -

جو لفظ مفرد اور جمع میں یکساں ہو جیسے ہاتھی جوگی ' لڈو ' ان میں تعدّد کا امتیاز فرق نہیں پیدا کرتا جیسے ' ایک ہاتھی ' دو ہاتھی ' تین ہاتھی ' ایک جوگی ' دو جوگی ' تین جوگی ' ایک لڈو ' دو لڈو ' تین لڈو -

— ※ —

## تیسری فصل

## تذکیر و تانیث

مذکر اور مونث کی کئی قسمیں ہیں ' حقیقی ' سماعی ' تقدیری —

**مونث حقیقی** مونث حقیقی وہ ھے کہ اس کی تکر کا جاندار مذکر موجود ھو- انسانوں میں اس کی علامتیں اور القاب ھوتے ھیں جیسے، بیگم، خانم، بی بی، بی جی، بہو، ھمشیرہ، امّا، باجی، پھوپھی، خالا، ممانی، اّنّا، ددا، چھو چھو وغیرہ- بعضے الفاظ ایک حرف یا حرکت کے بدلنے سے مذکر اور مونث بناتے ھیں، مثال، پیارا، پیاری، پہلا مذکر ھے اور دوسرا مونث- اسی طرح پنجابی، میواتی، بنگالی، مارواڑی، سے پنجابن، میواتن، بنگالن اور مارواڑن مونث بنے- یہ کلیہ نہیں ھے بلکہ اکثر ایسا ھوتا ھے کہ مذکر کی یاے معروف کی جگہ نون مونث پر دلالت کرتا ھے، چونکہ پوربی سے پوربن بنانا درست نہیں اس لئے یہاں نون کے بعد یاے معروف اور بڑھاتے ھیں یعنی پوربنی بناتے ھیں، اس لفظ میں 'ر' کے سکون کے ساتھہ 'پور' 'خور' کے وزن پر ھے، 'ب' پر پیش ھے نون کے نیچے زیر اور یاے معروف ھے- اس طرح خراسانی، صفاھانی، شیرازی وغیرہ فارسی اور عربی الفاظ میں مونث 'یاء' اور 'نون' سے نہیں بناتا بخلاف مذکر کے الف کو یاء سے تبدیل کرنے سے جو مونث کی علامت ھے جیسے پیارا، پیاری جس کا ذکر آگے آیا اور کھٹا، کھٹی- کڑوا کڑوی- مٹکا، مٹکی وغیرہ- اور شیرازن اور اس جیسے

الفاظ کا نون فصحا کی زبان نہیں اگرچہ پنجابن اور بنگالن کے قیاس پر صحیح ہے بلکہ شیرازی کا اطلاق مذکر اور مونث دونوں پر روا ہے - مثال یہ مغل شیرازی ہے ' یہ مغلانی شیرازی ہے* -

کبھی یاء تانیث الف تذکیر کے مقابل ہوتی ہے ' جیسے' پٹھان ' پٹھانی - برہمن ' برہمنی -

کبھی مذکر کے آخر الف ' ن ' اور یائے معروف کی زیادتی سے مونث بناتے ہیں ' جیسے :- مغل ' مغلانی سید ' سیدانی -

کبھی مذکر کے آخر سے یاے معروف اُڑا کر الف ' نون ' اور یائے معروف زیادہ کرتے ہیں ' جیسے' کھتّری' کھترانی ت کی تشدید تخفیف میں لا کر جیسے 'سیدانی' میں یاء مشدّد کو مخفف کر دیا اور نون لچھمی میں خلاف قیاس ہے اور ڈومنی میں مناسب ہے کیونکہ اس کا مذکر ڈوم ہے نہ کہ ڈوما کہ اس کا مونث ڈومی بنتا - اور مانموں کا مونث 'ممانی' بہ نظر چچی اور پھپی کے خلاف قیاس ہے کیونکہ 'مانموں'

---

* پالتو کبوتروں کی ایک قسم شیرازی کہلاتی ہے ' اس کی مادہ کو دھلی میں شیرازن کہتے ہیں ' شاید اس خیال سے مصنف نے انسانوں کے لئے یہ لفظ روا نہ رکھا ہو - ( مترجم )-

اصل میں ' ماما ' تھا ' اہل ہند نے ' عمو ' کے نمونے پر ' ماما ' کے آخری الف کو واو سے بدلا اور نون غنہ کثرت استعمال سے آگیا - اور اہل ہند سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے والدین مغل ہوں ' اور یہ تبدیل پرانی ہے ' امیر خسرو کے شعر میں بھی ماموں اور ممانی پایا گیا † -

اگر ایک لفظ واو معروف پر ختم ہو تو مذکر ہوگا اور وہی لفظ واو مجہول پر ختم ہو تو مونث ہوگا جیسے کُلّو مذکر ہے اور کلّو ( کالی عورت یا عورت کا نام ) مونث ہے —

بعضے اسم تذکیر و تانیث میں مشترک ہوتے ہیں - جیسے قطبن ' مرادن ' جمیعت ' کہ ان کی اصل مذکر میں قطب الدین ' مراد علی ' اور جمیعت تھی اور مونث میں قطبی بیگم ' بی مراد بخش اور بی جمیعت ہو گئے - اور امیر بخش ' پیر بخش ' نور بخش ' کریم بخش ' حسن

---

† ماما اور چاچا یہ دو رشتوں کے نام پہلے سے رائج تھے - ' ماما ' کو ماموں اس لیے بنایا گیا کہ فارسی میں 'ماما' گھر کی خادمہ کو کہتے ہیں' ماں کے بھائی کو خادمہ کا نام دینا مناسب نہ تھا ' اسی رعایت سے مامی میں بھی تبدیلی ہوئی ' چونکہ شمالی ہند کے لہجے میں آخر کلمہ کے حروف علت کے بعد نون غنہ ناخواندہ مہمان کی طرح آموجود ہوتا ہے اس لئے چاں چاں ( فل فیازا ) سے بچانے کو نصحا چچا کہنے لگے ' جس کی تانیث چاچی کی جگہہ سہل قاعدے کے تحت چچی بنی - (مترجم)

بخش ، حسین بخش ، مرتضیٰ بخش وغیرہ مذکر اور مونث
میں مشترک ہیں - اور ترخیم [ کلمہ کا آخری حرف
۴ گرادینا] اگر واو مجہول کے ساتھہ ہو تو تانیث پر دال
ہوگی جیسے امیرو ، جب کہ بغیر واو کے مذکر ہوگا ،
جیسے ' امیر وغیرہ ، پیر بخش کے مذکر اور مونث میں
الف بمنزلہ واو مجہول کے ہے ( علامت مذکر ) - جیسے ،
پیرو ، پیرا ، نور بخش بھی پیر بخش کے قاعدے کے نیچے
آتا ہے ، لیکن امیر بخش اور نور بخش میں مونث نون
۵ سے بھی بدلتا ہے ، جیسے ، امیرن ، نورن - لیکن ' پیرن '
صحیح نہیں اور سننے میں بھی نہیں آیا ، کریم بخش
سے کریمو اور کریمن اکثر سننے میں آتا ہے - اور امام بخش
سے امامو ( واؤ مجہول ) اکثر اور امامن کم بولتے ہیں -
اور حسن بخش سے حسنو واو معروف کے ساتھہ مشہور ہے
اور واو مجہول سے نہیں سنا گیا - اور حسین بخش سے
حسینی ( یاء معروف ) مذکر اور مونث میں مشترک ہے -
۶ مرتضیٰ بخش کی ترخیم نا معلوم ہے ، یہ نام کسبی عورتوں
کے ہیں شریف عورتوں کے نہیں - شرفا کی خواتین کی
کنیزوں کے نام ایسے ہوتے ہیں :- صنوبر ، یاسمن ،
گل‌اندام ، رائے بیل ، موگرا ، چنبیلی ، سیوتی ، موتیا ،
نرگس ، سوسن ، ہمیشہ بہار ، صبح دولت —

نام کے سوا لقب غیر معتبر چیز ھے ' جیسے کلو ' چھپیا ' بدّو ' ننھی وغیرہ - کیونکہ شرفا کی عورتیں اور کسبیاں دونوں اپنی لڑکیوں کو اس لقب سے پکارتی ھیں - شریفوں میں یہ دستور نہیں کہ صاحبزادیوں کے نام تو رکھیں ظہورالنسا ' نورالنسا اور ان کو پکاریں ظہورن اور نورن کے لقب سے —

**مونث سماعی** * مصنف کہتا ہے کہ مونث سماعی کی علامت آخر میں یاء معروف ھے اور یہ کُلیہ ھے کہ جس کلمہ کے آخر یاء معروف ھو وہ اصلی مونث ھے ' اس میں مستثنیات یہ ھیں :-

(۱) یاء نسبتی یا بمعنی فاعل جیسے پنجابی ' پوربی ' ساتھی ' روگی ' بھوگی ' جوگی ' مالی ' بمعنی رفاقت کرنے والا ' بیمار ' کھانے والا ' ھنود کا عابد ' اور باغ کا رکھہ رکھاؤ کرنے والا —

---

* واضح ھو کہ مصنف نے مونثات سماعی کو اپنے بیان کی طرح کتاب میں بے ترتیب اور پراگندہ لکھا تھا چونکہ اردو میں یہ بحث نہایت اھم ھے اس لئے اس کو حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق مرتب کر کے چھاپا گیا تاکہ الفاظ آسانی سے مل سکیں ' اور بعض لفظوں کے معنی بھی لکھہ دئے ھیں - (نوٹ طبع اول مرشدآباد و طبع ثانی انجمن ترقی اردو)

(ب) جب یاء معروف علمؔ کا جز ہو' جیسے ہاتھی۔
(ج) یا انسان کے لقب کا آخر کلمہ ہو' جیسے چودھری۔
(د) یا صفت ہو' جیسے - بھاری - چونکہ صفت جنسیت میں موصوف کی تابع ہوتی ہے اس لئے مذکر کے ساتھہ مذکر اور مونث کے ساتھہ مونث استعمال ہونی چاہئے جیسے ' یہ پتھر بہت بھاری تھا ' یہ گٹھری بہت بھاری تھی -

مثال مونث کی جس کے آخر یاء معروف ہو :-
مولی ' بتّی ' مسی ' ترئی ' کنڈوری' بوتی' چوکی ' اساوری ' ساڑی ' پوری ' انگلی ' چھلنی ' چنگاری ' جالی' بالی ' نالی ' وغیرہ —

' دہی ' پنجاب اور پورب میں مونث بولا جاتا ہے اور اردو میں دونوں طرح —

'موتی' کی تانیث محض قیاسی ہے' اس کی تذکیر نرالی طور پر مشہور ہے' یہی حال 'پانی' اور گھی کا ہے' 'گھی' اصل میں 'گھیو' تھا' [ گھی دراصل سنسکرت میں' گھرت' تھا اور مذکر تھا' مختلف انقلابات سہتے سہتے گھی بنا' مگر جنس وہی قایم رہی ]-

دوسرے مونثات سماعی بہ کثرت ہیں جو ذیل میں باترتیب درج کئے جاتے ہیں —

## الف

آب و تاب ' آبرو ' آتش ' آتشک ' آخور ' آرزو ' آس ' آستین ' آفت ' آگ ' آمد ! آمد آمد ' آمد و رفت ' آنچ ' آنکھ ' آواز ' آیت ( بخلاف آیہ ) ' ابتدا ' اجل ' اجواین ' اچکن ' اُچھل کود ' ادا ' ازدحام ' [ اب مذکر بولا جاتا ھے ] ' آزار [ بہ شرح صدر ] ' اساس ' اسپک ( خور جهن مشترک ) ' اطلاع ' اطلس ( ازروے تحقیق ) ' افیون ( نیز افیم جو افیون کا دوسرا نام ھے ) ' الخالق ' اکڑ ' اکسیر ' انبوہ [ اب مذکر بولا جاتا ھے ] ' انتہا ' انشا ' انگشتری ' انگلیت ( جسامت ) ' انگھوٹھی ' انگیا ' اوجھل ' اوس -

## ب

بات ' باد فرنگ ؛ بادیاں ' بال ( گیہوں اور جو کی ) کودوں ( ایک قسم کا غلہ ) ' باگ ' بانگ ' بانک ' بانھہ ' باؤ [ ھوا ' اب متروک ] ' باہ ' بحر ( کشتیاں ' یہ لفظ قدیم اردو نہیں لیکن اھل دھلی پورب میں استعمال کرتے ھیں ) ' بخشش ' بد ا مشہور بیماری ' بدھیا ( آختہ بیل ) ' برف ' برق ' بڑھیا ' بساط ' بسم اللہ ' بغل ' بکل ' بلا ' بنات ( اردو میں بانات کو کہتے ھیں ) ' بندش ' بندوق ' بنیاد ' بو ' بو باس ' بود و باش ' بوجھہ ' بوند ' بہار '

بھاگڑ ' بھوک ' بھنک (خفیف سی آواز) ' بھنگ ' بھوکھ ' بھول چوک ' بھوں ' بھیڑ (انبوہ) ' بھیر (فوج کے همراهی) بیت (ایک شعر) ' بیٹھک (ایک قسم کی ورزش ' اور عورتوں کی اوهام پرستی جس کی تشریح زنانہ محاوروں کی ذیل میں آچکی هے) —

## پ

پاپوش ' پازیب ' پاکھر (گھوڑے کی زرہ) ' پاکی (طہارت کی) ' پال (ایک قسم کا چھوٹا خیمہ) (مشترک) [اب یقیناً مونث] ' پخت ' پخت و پز ' پشواز ' پکار ' پکڑ ' پکھاوج ' پلٹن (یہ لفظ قدیم اردو نہیں اهل دهلی پورب میں استعمال کرتے هیں) ' پلک ' پوَن (هوا) ' پونچھ ' پھبن ' پھکڑ ' پھوٹ (نفاق ' ایک قسم کا گھٹیا خربوزہ) ' پیاز ' پیاس ' پیپ ' پیٹھ (دونوں معنی میں یعنی پشت اور گانو کا بازار) ' پیچا (اُلو کی ایک قسم اور عورتوں کی اصطلاح میں بمعنی بلا) ' پیزار ' پیشانی ' پیش قبض (اکثر مونث) ' پیک (پان کی) ' پینس ' پیلک ' پیچش —

## ت

تاب (طاقت اور چمک) ' تاک (دیکھنا) ' تاکید ' تانت ' تپ ' تپ دق ' تپش ' تحریر ' تدبیر ' ترازو '

تراش، تربت، ترہ تیزک [ غلط العام تارا تہزا، اور مذکر ]، تسخیر، تصویر، تقدیر، تقریر، تقصیر، تکرار، تُکّل، تگ و دو، تلوار، تمنا؛ تمیز، تنبیہ، تواضع، توپ، توجہ، تھاپ [ مٹھن ساز پر ہاتھہ کی ضرب ]، تھاہ (دریا وغیرہ کے پانی کی تہ)، تہلیت -

ٹ

ٹکّر، ٹوم، ٹِھلیا، ٹھوکر، ٹیس، ٹھپ ( مہاجنوں )، ٹیپ (آواز) -

ج

جامن؛ جاگیر، جان ( اردو میں مونث، ریختہ گویوں نے مذکر باندھا ہے )، جائداد، جبین، جدول، جڑ، جست و خیز، جستجو، جگت، جگمگاہٹ، جلا، جلد، جمنا، جمیرات، جلس، جوت ( شعاع )، جوار، جوارش جھاڑو، جھالر، جھانجھہ، جھپک، جھل ( عورتوں کا باہم رشک )، جھلک، جھول، جیب -

چ

چادر، چارہ سازی، چال، چاہ [ خواہش ]، چاء، چپت ( دھول )، چپکن، چتون، چٹ ( زخم آتشک وداغ )، چڑ ( نفرت کا موجب )، چڑیل، چق؛ چُل ( ہر معلی

میں ) ' چلم ' چلمن ' چمکاهٹ ' چلک ( پتنگ کی ایک قسم ' اگرچہ بعضوں کے نزدیک مذکر بھی ہے لیکن فصحا مونث بولتے ھیں ) ' چوپڑ ' چوٹ ' چونچ ' چُوک ( قصور ) ' چوکھٹ ' چھاچھہ ' چھانو ' چھب ' چھت ' چھکڑ ' چھل (مزاح ) ' چھوت ( نجاست ) ' چھوٹ ' چھلٹ ( بوند ' ایک قسم کا کپڑا ) چھز ' چیستاں -

## ح

حکمت ' حمایل ' حنا ' حیا ' حیات -

## خ

خاتم ' خارش' خاک' خاکستر' خبر' خدا ترسی' خراش ' خرد ' خزاں ' خطا ' خلخال خَلق ' خندق ' خواهش ' خیر ( عربی ) —

## د

دارہ ' دانست ' درز ' دریافت ' دستار ' دستک ' دعا ' دکان ' دم ( فریب ) ' دُم ' دنیا ' دوا ' دواءالمسک' دوات ' دوبھر ' دوخت ' دون ( نون کا اعلان ' سرود کی آواز ) ' دھپ ' دھج ' دھرم ( تضعیف ) ' دھکا پیل ' دھلیز' دھوپ' دھول ' دھول ( خاک ) ' دھوم' دید' دیر ' دیوار —

## ڈ

ڈاب (کمر بند پر کمر بند)، (ڈاٹ شیشہ کے منھہ بند کرنے کی چیز)، ڈاک (بمعنی چہار)، ڈبیا، ڈاڑہ (آواز سے رونا)، ڈگ (قدم)، ڈھاک (رعب اور نیز شور و غل [اب یہ لفظ اس معنی میں دال هندی سے نہیں بلکہ دال مہملہ سے مروج ھے]، ڈھال، ڈھیل، ڈینگ (شیخی، لاف، یہ جدید لفظ ھے اور عوام اردو کی زبان ھے)—

## ر

راب (کچی کھانڈ)، رات، راس (گھوڑے کی باگ)، راکھہ، رال (نفط اور منھہ کا لعاب)، راہ، رائی، رچ (خواهش)، رسوت (ایک دوا)، رشوت، رغبت، رفتار، رقم، رکاب، رنگت، رونق، ریاست، ریل پیل -

## ز

زبان، زرریزی، زرہ، زکوٰۃ، زلف، زمین، زنجبیل، زنجیر، زندگی، زیر بریاں (پلاؤ کی ایک قسم)—

## س

ساگون، ساکھہ (اعتبار)، سالگرہ، سانبھر، سب [؟] - سبیل (طریقہ، محرم کے دنوں میں خدا کے نام پر

پانی پلانا )، سپر، سچ، سخاوت، سُدھ ( ہوش )، سرسوں، سرنگ، سطر، سفیل ( دراصل فصیل ہے )، سکت ( طاقت )، سکوڑ، سلونو، سمت، سھلک، سلجاف، سنگت، سوجن، سوجھہ، سورت ( قرآن کی بخلاف سورہ )، سوزش، سوسن، سوگند، سوں ( واؤ معروف قسم )، سونٹھہ، سونڈ ( ھاتھی کی )، سونف، سیدہ ( خط کی راستی )، سیف، سیم ( سیم کے بیج کے خلاف ) —

## ش

شاخ ( ڈالی )، شام، شاہ نواز خانی ( لباس کی ایک قسم )، شب، شبنم ( ململ کی ایک قسم اور لغوی معنی میں بھی )، شبیہ ( تصویر )، شراب، شرح، شرط، شرم، شطرنج، شعاع، شفا، شکر، شلک، شمشیر، شمع، شناخت، شہرت، شیر برنج، شیر مال --

## ص

صبا، صبح، صف، صفا، صلح —

## ض

ضریح —

## ط

طرف، طرز، طرز بیاں ( بمعنی مصطلح ) —

## ظ

ظہور برکات (بمعنی مصطلح حروف تہجی میں) —

## ع

عادت، عطا، عقل، عید —

## غ

غذا، غزل، غلام گردش، غلیل، غور —

## ف

فتوت، فرد (اکیلا ایک شعر)، فکر، فوج، فہمید-

## ق

قبا، قبر، قبلہ نما، قتل عام (مشہور مونث ہے لیکن ریختہ کے شاعر مذکر بھی باندھتے ہیں) [اب قتل اور قتل عام مذکر ہی مستعمل ہیں]، قدرت، قدغن [اب مذکر]، قطع پارچہ، قسم (بالکسر)، قسم (بہ فتحتین)، قلم تراش، قنات، قندیل، قوت، قوم، قیمت —

## ک

کان (معدن)، کاوش، کپت (نفاق، اُردو میں کم اِستعمال ہوتا ہے)، کتاب، کچنال، کربلا (جہاں تعزیے دفن کرتے ہیں)، کز (جو کبوتروں کو کھلاتے ہیں)-

کساوت ، کسوت ، کشش ، کشمش ، کفش ، کمر ، کمرکھہ ، کدک ، کوچ (واؤ معروف ، پہیا) ، کور (جو ہاتھی کی عماری اور دوسری چیزوں کے گرد تانکیں) ، کوک (واؤ معروف) ، کوکھہ (واؤ مجہول) ، کونبھل ، کھپریل ، کھجلی ، کھر (بالکسر) ، کھڑاؤں ، کھلاوت ، کھیر ، کھل (لوہے کی چھوٹی میخ) ، کیچڑ ، کیمیا -

## گ

گاجر ، گات (عورتوں کا سینہ) ، گانٹھہ ، گت ، گجگاہ (ہاتھی کی) ، گدھیا ، گرد ، گردن ، گرہ ، گز گزی ، گزک ، گفتگو گفتار ، گلدھک ، گوت ، گود ، گودی ، گور ، گوگرد ، گولک ، گھاس ، گھٹا (ابر) ، گیند --

## ل

لاکھہ ، لاگ ، لیک ، لت (عادت) ، لٹ (بالوں کی) ، لٹھیا ، لڑ ، لعن ، لوت ، لوٹ مار ، لوح ، لہر ، لید ، لوزم -

## م

مال (چرخے کی) ، مانگ ، مبارک باد ، مثل ، مجلس ، مچپچاہت ، مدرم (انگیا کا ایک پارچہ) ، محبت ، محنت ، مخمل ، مدح ، مد ، مدد ، مرقد * (مشترک) ، مسجد ، مسرت ،

* اب صرف مذکر استعمال ہوتا ہے یہ کلیہ ہو گیا ہے کہ عربی کے ظرف مکان جو چار حرفی ہوں اور جن کا پہلا اور تیسرا حرف مفتوح ہو مذکر آتے ہیں جیسے مکتب ، محبس ، مہبط ، مقتل وغیرہ (مترجم)

مسطر [ اب مذکر ہے ]، مشق، مشک ( بالضم)، مشک ( بالفتحہ، مشکیزہ )، مصری، مصیبت، معاش، معجون، مقراض، مکو، ملک [ بالکسر ]، ملل، ملذ یر، ملزل، ملفی، مہلدی (بالکسر)، موج، موچ، موچھ، مور چھلاں (گانے کی اصطلاح)، موت مہار، مہر ( محبت )، مہر ( خاتم )، مہلال، مہم، مہل ( بالفتحہ، چرک )، مہلا، مہلت -

ن

ناف، ناک، ناو، نبات، نبض، نکھہ، نذر، نرخ، نرد، نرگس، نشست، نشست و برخاست، نصیحت، نظر، نقب، نکسک، نگاہ، نمش، نوبت، نوش دارو، نوک، نہایت، نہر، نیاز نیت، نیم، نیلا -

واو

وبا، ورزش، وضع، وعظ ( مشترک )، وفا، وفات -

ہ

ھانک، ہجوم [ اب مذکر ]، ہتر، ہلجان، ہل چل، ہمت، ہوا، ہوس، ہیکل -

ی

یاد، یاس، یال، یم -

**مونث سماعی کے کلیہ قاعدے**

ان سماعی مونثوں کے علاوہ ایک کُلیہ قاعدہ یہ ہے کہ جس لفظ کے آخر یاء ہو وہ ہمیشہ مونث ہوگا، اس کے مستثنیات کا ذکر آگے آچکا ہے۔

اِسی طرح جس لفظ کے آخر 'ت'، 'ت' یا 'ک' 'ھو' یا آخر میں 'ش' ہو جس کا ما قبل مکسور یا مفتوح ہو وہ مونث ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ حاصل مصدر کے معنی دیتا ہو۔

باز، باشہ، شکرہ وغیرہ تمام شکاری جانوروں کے نام مادہ ہونے کے باوجود مذکر آتے ہیں۔

'بدھیا' اگرچہ بیل ہے مگر استعمال میں مونث ہے۔

عربی کے تمام مصدر جن کے آخر 'ت' ہو اور تمام مصدر جو باب تفعیل سے ہوں ہندی میں ہیشہ مونث آتے ہیں۔

**مونث تقدیری**

مونث تقدیری * وہ ہے جس کی تانیث سماعی نہ ہو بلکہ اس میں تانیث کی تقدیر ہو، جیسے عربی میں 'دار' اور 'ارض' جن کی تصغیر 'دویرہ' اور اریضہ آتی ہے، ان کی اصل 'دارہ' اور 'ارضہ' اندازہ کرتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان خاص یعنی شاہ جہان آباد میں بعضے لفظوں کی تانیث مترادف لفظوں کے اندازہ اور حروف کی مناسبت کے لحاظ سے ہے، مثال 'آنکھ' سے (کہ اس کی اصل انکھڑی مادہ ہے) 'کھال' سے (جس کی اصل کھلڑی ہے) اندازہ کرنا۔

* تقدیر کے معنی ہیں اندازہ کرنا (مترجم)۔

**تصغیر کی تانیث**

سماعت کے سوا تصغیر بھی ہندی میں تانیث پر دلالت کرتی ہے۔ تانیث اور تصغیر دونوں کی علامت 'ڑ' اور 'یاء معروف' ہے لفظ مذکر کے بعد، جیسے، پلنگ، پلنگڑی۔ لعل، لعلڑی۔ کبھی کبھی حرکات اور حرفوں کے تغیر سے بھی ایسا ہوتا ہے، جیسے، جھبیا، گڑیا، تھلیا۔ چونکہ ہندی میں تصغیر کا صیغہ مذکر کو مونث بنا دیتا ہے اور اُس مذکر میں 'ڑ' نہیں پائی جاتی سواے 'ڈوم' اور 'ڈومڑا' کے۔

**مشترک الفاظ**

مشترک الفاظ بھی بہت ہیں، جیسے، پیکان، جان، پال، وعظ، دہی، اسپک، قرآن، سخن، قلم، اوج، بجر (کشتیاں)، گیہوں وغیرہ۔ ان کی تحقیق اس طرح ہے کہ 'پیکاں' کو 'بھال' کے قیاس پر اردو کے عوام مونث بولتے ہیں جب کہ فصحا ہمیشہ مذکر استعمال کرتے ہیں۔ 'وعظ' کو بیشتر فصحا مونث اور چلد شخص مذکر بولتے ہیں۔ 'دہی' پنجاب اور پورب میں مونث اور شاہ جہان آباد میں اکثر مذکر اور کمتر مونث ہے۔ 'اسپک' مثل 'پال' کے غالب التذکیر ہے۔ اسی طرح 'قرآن' جسے کچھ لوگ 'حمایل' کے قیاس پر مونث جانتے ہیں مگر فصیحوں کے استعمال میں مذکر ہے۔ اور 'سخن' بمعنی 'بات' بعضوں کے

نزدیک مونث ہے - 'قلم' کمتر مونث اور اکثر مذکر بولا جاتا ہے - 'اوج' اور 'بحر' کا بھی یہی حال ہے یعنی بعضے مونث اور بعضے مذکر بولتے ہیں - 'گیہوں' بقالوں کی زبان میں اکثر مونث اور کمتر مذکر ہے لیکن فصحا کی زبان سے مذکر سننے میں آیا -

**تانیث معلوی** ان تانیثوں کے سوا ایک اور تانیث ہوتی ہے جس کو تانیث معلوی کہتے ہیں - اس کے مقابل مذکر نہیں ہوتا * -

—*—

## چوتھی فصل

### اسم فاعل

**فاعل کی قسمیں** فاعل کی کئی قسمیں ہیں، 'اصل' ہوگا یا 'غیر اصل' - اصالت اسم جامد کے سوا اور کسی میں نہیں پائی جاتی، جیسے زید آیا، اور جملہ فعلیہ تمام ہوگیا - یا فاعل غیر اصل ہوگا اور وہ اسم فاعل، صفت مشبہ، مبالغہ اور اسم مفعول ہے - مثال، "پارسال مرنے والا بھی کیا خوب اساوری

---

* جیسے چیل، مینا وغیرہ کہ مذکر اور مونث دونوں کے لئے یہی ایک لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور ہمیشہ صیغۂ تانیث میں - اسی طرح مذکر معلوی ہے - جیسے کوا، اُلو، خرگوش وغیرہ - (مترجم) -

گایا ھے "- یعنی فلاں گویے نے جسے تم جانتے ھو اور جس نے اس سال قضا کی ھے پچھلے سال کیا اچھی اساوری گائی تھی - یہ مثال اسم فاعل کی ھے - صفت مشبہ کی مثال یہ ھے :- "ھمارا مارا ھوا ھم سے پھر کیا مقابلہ کرتا ھے"- یعنی فلاں شخص جس کو ھم نے کئی بار مارا ھے ھم سے مقابلہ کیا کرے گا - یا "بھگوڑا آیا ھے یا بھگو آیا ھے"- یعنی فلاں شخص آیا ھے جس کی عادت تم جانتے ھو بھاگ جانے کی ھے اسی طرح 'ھنسوڑ' بمعنی بہت ھنسنے والا - 'روؤ' بہت رونے والا - 'دبیل' تابع 'مریل' وہ شخص جسے جو چاھے پیٹ دے - 'گاںیک' گانے والا- 'چکریا' چاکری پیشہ - لڑاک' بہت لڑنے والا - 'مچکر' بمعنی گردش کرنے والا - یہ اسم فاعل کا صیغہ نہیں ھوسکتا کیونکہ باب تفعیل کے اسم فاعل کے وزن پر اس کا 'کاف' مکسور چاھیے لیکن یہ لفظ 'کاف' مفتوح سے مشہور ھے' اور مفعول کے معنی کی اس میں گنجایش نہیں' اور اگر اس معنی میں بھی ٹھیک اُترے تو بھی عربی پر ھندی کے قیاس کی کیا ضرورت ھے - 'کھلاڑ' 'کھلنڈرا' دونوں کے معنی کھیلنے والا [کھلاڑ' بالخصوص عورت کے لئے اور دوسرا مرد کے لئے آتا ھے]- نکیلا' رسیلا' رنگیلا' سجیلا' ھٹیلا' روبیں' مرجھوڑا' جھلا'

اُچکا، وغیرہ - صرف میں ان صیغوں کے ذکر نہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ ہر لفظ سے نہیں بن سکتے اور صرف کے بیان میں کلیہ قاعدے ہی مد نظر ہوا کرتے ہیں۔ مثال 'مرنے والا' کہ اسم فاعل کا صیغہ ہے جو ہر صیغہ سے بن سکتا ہے - جیسے کھنے والا' جانے والا' آنے والا' اٹھنے والا' بیٹھنے والا' رونے والا' ھنسنے والا - جن صیغوں کا اوپر ذکر آیا ان میں ایسا نہیں ہو سکتا' چنانچہ' بھگوڑا' اور 'بھگو' کے قیاس پر 'ھنسو' اور 'ھنسوڑا' - 'پوچھو'' 'پھچوڑا' بمعنی ھنسنے والا اور پوچھنے والا صحیح نہ ہوگا - اسی طرح 'دبیل' کے قیاس پر بھگیل' ھنسیل' پچھیل' بمعنی بھاگنے والا' ھنسنے والا' اور پوچھنے والا' کہنا درست نہ ہوگا - اور بھاگک' ھنسک' پوچھک' دبک کہنا 'گایک' کے قیاس پر صحیح نہیں - ایسا ہی حال اور الفاظ کا ہے ــ

مفعول کی مثال :- ماری گئی آج لڑتی ہے - یہاں اصالت کے اعتبار سے وہی اسم ہے' چونکہ اس جملہ کے "بھگوڑا آیا ہے" یہ معنی ہیں کہ زید جس کا دستور بھاگ جانا ہے آیا ہے - اور یہ کہ "مرنے والا بھی پارسال کیا خوب اساوری گا گیا" اس کی خبر دیتا ہے کہ عمرو نامی گویا جو اس سال مرا ہے پچھلے سال کیا

اچھی استوری کا کیا تھا - اور " ماری گئی آج لڑتی ہے " کے معنی یہ ہیں کہ وہ کلیڑ جسے میں نے اب سے پہلے پیٹتا تھا آج لڑتی ہے —

— * —

## پانچویں فصل

### اسم مصدر اور حاصل بالمصدر

اسم مصدر اور حاصل مصدر بھی اسم جامد میں داخل ہیں ' اس کی دلیل یہ ہے کہ مشتق وہ ہے جو مصدر سے نکلے اور مصدر مصدر سے نہیں نکلتا اور اوزان مزید فیہ جو ثلاثی مجرد سے حاصل ہوتے ہیں عربی سے مخصوص ہیں —

مصدر اور حاصل بالمصدر کی مثال :- گانا تمام ہوا ' مری پڑی ہے —

— • —

## چھٹی فصل

### فعل لازم و متعدی

**فعل لازم** فعل یا لازم ہوگا یا متعدی ' لازم وہ ہے جو مفعول کو نہ چاہے اور صرف فاعل سے مطلب پورا ہو جائے ' جیسے زید آیا ' زید گیا ' زید اٹھا ' زید بیٹھا ' زید موا ' خوب ہوا ' عمرو بولا ' بکر چونکا ' خالد بھاگا ' مینھہ برسا ' فوج پہلنچی ' تلوار ٹوٹی ' کھیرپل

گری ' کلنجوں ہلسی ' کلیجا رویا ' کپڑا پھٹا ' خربوزہ کٹا ' سیاہی کاغذ سے پھوٹی ' کیاری بنی ' کونپل نکلی ' کاغذ بنا ' ڈلی کھلی ' موم پگھلا —

**فعل متعدی**

فعل متعدی وہ ہے جو مفعول کو بھی چاہے - اس کی علامت فاعل کے بعد نون اور یاء مجہول (نے) ہے - اور بعضوں کے نزدیک نون ' یاء اور نون غنہ (نیں) ہے لیکن آخری نون کے بغیر بہتر ہے ' مثال ' زید نے مارا عمرو کو ' بکر نے کاتا خربوزہ کو ' عمرو نے بیچا کاغذ کو ' اور توڑا ' پھاڑا ' چیرا ' پٹکا ' پچھاڑا ' رکھا ' دیکھا ' کھایا ' چکھا ' پڑھا ' لکھا ' اُکھاڑا ' بویا ' پھینکا ' جھاڑا ' چھانا ' پکایا ' پکارا ' ملایا ' اور بلایا ' یہ سب فعل متعدی ہیں - مارا زید عمرو کو ' غلط ہے ' مارا زید نے عمرو کو صحیح ہے - توڑا زید ہانڈی کو ' غلط ہے ' توڑا زید نے ہانڈی کو صحیح ہے - اور ہم کہا ' تم کہا ' ہم کہا ' تم کیا ' ہم دیا تم دیا ' غلط ہے ' اور ہم نے کہا ' تم نے کہا ' ہم نے دیا ' تم نے دیا اصل اردو ہے -

افعال لازم میں 'نے' کا استعمال غلط ہے - ' زید آیا ' صحیح ' ' زید نے آیا غلط - ' زید موا ' صحیح ' زید نے موا ' غلط - اور میں نے کہا ' کے بدلے ' میں

کہا ' فصحا نہیں بولتے ۔ پرانے شہر کے رہنے والے دقیانوسی بوڑھے ایسا بولتے ہیں -

" نے " جو فعل متعدی پر دلالت کرتا ہے تمام فعلوں میں صیغہ ماضی سے مخصوص ہے مگر ' لایا ' مستثنی ہے - ' لایا ' ظاہر میں متعدی ہے لیکن اصل میں لازم - کہتے ہیں زید لایا عمر کو - یہ جملہ اصل میں ہے زید لے آیا عمرو کو ' اور ' بولنا ' میں خلاف قیاس ہے -

**حال اور مستقبل** لازم اور متعدی دونوں کے حال اور استقبال کی ایک ہی صورت ہوتی ہے ' مثال ' زید آتا ہے ( لازم ) ' زید توڑتا ہے ' زید چھانتا ہے ( متعدی ) - اور زید جاوے گا ' عمرو آوے گا ( لازم ) - زید پکڑوے گا ' زید کہے گا ( متعدی ) -

**مبتدا ' خبر** ایک اور اسم فاعل کے مشابہ ہے جسے مبتدا کہتے ہیں اور ایک چیز فعل کے مشابہ ہے جسے خبر کہتے ہیں ' مبتدا اکثر معرفہ ہوتا ہے اور خبر اکثر نکرہ - معرفہ ایک معین چیز کو کہتے ہیں جیسے زید ' عمرو ' اور نکرہ غیر معین کو جیسے آدمی وغیرہ - مبتدا اور خبر کی مثال :- زید ہلسوز ہے ' اس میں ' زید ' مبتدا ہے اور ' ہلسوز ہے ' خبر ' یہ صحیح ہے - اور یہ کہنا کہ ' آدمی ہلسوز ہے ' اس میں سوال

کی جگہ باقی رہتی ہے اور کلام تمام نہیں ہوتا [ کیونکہ یہ بدیہی صداقت ہے کہ ہر آدمی ھلسور نہیں ہوتا ] - مبتدا اور خبر میں فعل اور فاعل کی طرح بات کا تمام ہونا شرط ہے - اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ خبر اکثر مشتقات سے ہوتی ہے اور کمتر غیر مشتقات سے ' جیسے علی ہمارے امام ہیں ' آدم ہمارا باپ ہے - یہاں کہنے والے کو اختیار ہے کہ جسے چاہے مبتدا بنادے - اگر یوں کہے ہمارے امام علی ہیں ' تو ہمارے ' امام ' مبتدا ہوگا اور ' علی ہیں ' خبر اور اسی طرح ہمارا باپ آدم ہے ' میں ' ہمارا باپ ' مبتدا اور ' آدم ہے ' خبر -

ناچار ' بیمقدور ' بے کس ' بے سامان ' بے حیا ' بے غیرت ' نا آشنا ' بھی مشتق کلمے ہیں کیونکہ ان کے معنی حسب ذیل ہیں ' مجبور ' نادار ' جس کا کوئی نہ ہو ' جس کے پاس کچھ نہ ہو ' حیا نہ رکھنے والا ' غیرت نہ رکھنے والا ' آشنائی نہ رکھنے والا - اور نکرہ بھی جب موصوف ہو یا خصوصیت رکھتا ہو معرفہ ہو جاتا ہے ' مثال :- " نماز گزار غلام بے نماز میاں سے بہتر ہے " ' صفت نماز گزار نے غلام کو جو نکرہ تھا خاص یعنی معرفہ کر دیا - یا ' کوئی شخص تجھ سے بہتر نہیں ' اس عبارت میں کوئی شخص عام تھا لفظ ' نہیں ' نے اسے مخصوص کر

دیا یعنی جو دنیا میں ہے تجھہ سے بہتر نہیں -

**معرفہ** معرفہ کی کئی قسمیں ہیں (۱) ' علم جیسے زید ' عمرو ' (۲) ضمیر ' جیسے میں ' ہم ' تو ' تم ' وہ - میں مجبور ہوں ' اس میں ' میں ' مبتدا ' مجبور ہوں ' خبر - اسی طرح تو مجبور ہے ' وہ مجبور ہے وغیرہ - (۳) ''مبہمات' اس کی دو قسمیں ہیں ' 'اسم اشارہ' اور ' موصولات ' اسم اشارہ ' جیسے ' یہ بہت قابل ہے ' یہ ' مبتدا قابل ' ہے ' خبر - موصولات جیسے ' جو ' جو کوئی ' جونسا ' جو کچھہ - مثالیں ' جو ہمارا یار ہے وہ سب سے اچھا ہے ' جو کوئی ہمارا یار ہے وہ سب سے بہتر ہے' جونسا ہمارا یار ہے وہ سب سے اچھا ہے ' جو کچھہ تم کہو وہی ٹھیک ہے —

بعضے بجاے جو کچھہ ' سو جو کچھہ بولتے ہیں ' یہ اُن لوگوں کی زبان ہے جو چالیس برس کے ہوکر بھی انا جان سے شفقت مادری کے طالب ہیں [ پہلے بولتے تھے اب متروک ہے ] ' مثال ' سو کچھہ تم کہو وہی ٹھیک ہے ' سو تم کہو مبتدا ' وہی ٹھیک ہے خبر ' اور ان کے کلام میں 'وہی' کی جگہ ' سوئی اور ' سوہی' بھی آتا ہے اور ' جو کُچھہ ' کی جگہ ' جو ' بھی بولتے ہیں ' اور ' سو کچھہ ' بولنے والے حضرات

اس کو بھی ' سو ' بنادیتے ھیں - مثال ' سو تم کہو وھی تھیک ھے - اور یہی اصحاب ' جونسا ' کو ' کونسا ' ' جہاں ' کو ' کہاں ' اور ' جب کو ' کب ' بول جاتے ھیں - مثال ' کونسا ھمارا یار ھے وھی سب سے اچھا ھے ' کب تم کہو تب ھم چلیں ' کہاں شرف جہاں کی مسجد ھے وھیں ھماری حویلی ھے - اور ' جیسا ' کو ' کیسا ' کہہ دیتے ھیں جیسے ' بڑے بول کو ایسا اتھالیتے ھیں کیسے کوئی چوھے کی دم پکڑ کے اتھالیتا ھے ' یعنی جیسے کوئی ... —

(۴) منادیٰ ' مثال ' او بھائی ' او جانے والے ' بھیا ھوت ' جانے والے ھوت —

(۵) جب کئی میں سے ایک کو مضاف بنالیا جاے ' مثال ' زید کا غلام عمرو کے غلام سے اچھا ھے ' میرا غلام تیرے غلام سے اچھا ھے ' اُس شخص کا بیتا زید کے باپ سے بہتر ھے ' جو ھمارا یار ھے اس کا غلام بھی سب سے بہتر ھے - ' جو ' کی جگہ ' جو کوئی ' بھی استعمال کرتے ھیں —

— * —

## ساتویں فصل ' اسم مفعول

سم مفعول تین قسموں پر منقسم ھے - مفعول مطلق '

مفعول بہ ' مفعول لہ ـــ

**مفعول بہ** | مفعول بہ وہ ہے جس پر فعل واقع ہو ' مفعول بہ کی علامت ' کو ' ( واؤ مجہول ) ہے جو اس کے بعد ہی مذکور ہوتی ہے - مثال :- زید نے عمرو کو مارا ' اور ' نے ' علامت فاعل بھی آتی ہے - مثال :- زید نے پہلوان کشتی میں پچھاڑا - لیکن فعل کے دو مفعول ہوں تو ایک علامت مفعول کا حذف کر دینا فصیح ہوتا ہے - مگر جب ایک ہی مفعول ہو تو علامت قایم رکھنی چاہئے ' مثلاً :- ' زید نے گھوڑا دیا عمرو کو ' یہ کہنا اس سے بہتر ہے کہ کہیں " زید نے عمرو مارا " -

**مفعول مطلق** | مفعول مطلق وہ ہے کہ ہر فعل کے بعد اس کا مصدر مذکور ہو - اس کی کئی قسم میں ہیں - (۱) اسی فعل کا مصدر آئے جو مذکور ہوا (۲) اس مصدر کا مترادف کوئی مصدر (۳) تشبیہ کی رو سے کسی چیز کی طرف مضاف ہو - (۴) تعدد فعل پر دال ہو - (۵) اس معنی میں مصدر کا آنا کہ کسی شخص کو ایسے فعل کا حکم دیا جاے جو اس مصدر سے نکلا ہو - جیسے ' گانا گایا ' مفعول بہ کی علامت کے بغیر اور ' گانے کو گایا ' مفعول بہ کی علامت کے ساتھ - اب بالترتیب مثالیں دی جاتی ہیں - مثال (۱) ' بولنا بکی ' - مثال

(۲) ' بولنے کو بکی ' - لیکن یہ ترکیبیں یعنی بولنا بکی یا بولنے کو بکی فصحا استعمال نہیں کرتے - مثال (۳) آج میں بھی قاری صاحب کا بیٹھنا بیٹھا - اس میں علامت مفعول کا حذف بہتر ہے - ' قاری صاحب کے بیٹھنے کو بیٹھا ' اچھا نہیں معلوم ہوتا - مثال (۴) بیٹھا میں دو بیٹھک یا تین بیٹھک - حاصل مصدر بھی مصدر کے کلموں میں سے ہے یعنی اس مقام پر بیٹھک بہ معنی بیٹھنا اُردو میں مروج ہے - مثال ۵) میاں شکر کچھہ گانا ' میاں شکر کچھہ گانا گاؤ —

**مفعول بہ اور صیغہ ماضی**

مفعول بہ اگر علامت مفعولی کے ساتھہ آئے تو اس کا فعل ماضی ہمیشہ مذکر ہوگا - خواہ فاعل مذکر ہو یا مونث' مثال' زید نے سپیاری کو کھایا - بی بنو نے الایچی کو کھایا - اگر علامت کو اُڑا دیں تو فعل مفعول بہ کا تابع ہوگا - اس لئے مفعول بہ کی جنس پر غور کرنا چاہئے اگر وہ مونث ہوگا تو فعل ماضی بھی مونث ہوگا اور اگر مذکر ہوگا تو وہ بھی مونث ہوگا فاعل کی جنس خواہ کچھہ ہی ہو- مثال :- زید نے پیڑا کھایا ' زید نے برفی کھائی ' بی گنا نے لڈو کھایا ' بی گنا نے کالپی کی مصری کھائی اسی طرح — رباب بجایا ' بین بجائی ' میر ملو نے پتنگ اُڑیا اور تکل اُڑائی - اور بی فجا نے پتنگ ہاتھہ میں لیا اور تکل ہاتھہ میں لی —

**مفعول له** | مفعول له وہ ھے جس میں مفعول پر فعل کے واقع ہونے کا سبب بتایا جائے' مثال' تیرے بھلے کو میں کہتا ھوں' یعنی تیرے بھلے کے واسطے میں کہتا ھوں - میں تیرے پڑھنے کو تجھے مارتا ھوں - اور کبھی فعل کی تحریص ھوتی ھے' جس کا ذکر پہنچ آچکا - اور کبھی فعل کے ترک کا حکم لگایا جاتا ھے' مثال' تیرے بیجا پھرنے کو میں روکتا ھوں' یعنی تیری برائی تیرے بیجا پھرنے کی وجہ سے کرتا ھوں بہتر ھے کہ تو اس سے باز آئے —

— * —

## آٹھویں فصل

### مضاف مضاف الیہ

اردو میں مضاف مضاف الیہ کے بعد آیا کرتا ھے' اس کے برعکس صحیح نہیں نہ فصیح ھے - اضافت کی علامت مذکر کی صورت میں ' کا ' اور مونث کی صورت میں ' کی ' (یاء معروف) ھے جو مضاف الیہ کے بعد آتی ھے [ علامت مذکور کی جنس مضاف کی جنس کے تابع ھوتی ھے ] مثال' زید کا بیٹا' بیٹا زید کا' زید کی بیٹی' بیٹی زید کی —

ضمیر متکلم اور ضمیر حاضر میں اضافت ' کا ' اور ' کی ' کی محتاج نہیں' ان کی عوض ' را ' ' ری ' آتا ھے'

جیسے ' میرا بیٹا ' میری بیٹی ' ہمارا بیٹا ' ہماری بیٹی ' تیرا بیٹا ' تیری بیٹی ' تمہارا بیٹا ' تمہاری بیٹی —

میرا ' میری ' تیرا ' تیری ' کو بغیر حرف دوم (ے) کے اور محض اول حرف کے کسرہ سے بھی لاتے ہیں ' جیسے ' مری ' ' تری ' یہ بھی فصیح ہے - ضمیر واحد غائب میں ' کا ' ' کی ' لانا چاہئے ' جیسے اس کا ' ان کا ؛ اور اُنہوں کا بیٹا اگرچہ لاہور کی زبان ہے لیکن اردو میں بھی مروج ہے - اسی طرح اس کی بیٹی ' ان کی بیٹی - ' انھوں کی ' بھی ' انھوں کا ' کی طرح اردو میں رائج ہے لیکن اردو نہیں —

**ٹکسالی اردو**

اور کسی لفظ کے اردو نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ اردو میں حروف کی کمی بیشی سے وہ خراد پر نہیں چڑھا خواہ دوسری جگہ مروج ہو - بعضے الفاظ شہر میں اور دوسری جگہ بھی مشترک ہیں لیکن شاذ و نادر ' جیسے سورج ' تارا ' ساگ ' پان وغیرہ - مختصر یہ کہ ان لفظوں کے سوا جنہیں شہر کے فصیح اور غیر فصیح اور دوسری جگہ کے باشندے استعمال کریں ایسا ہر لفظ جس کو اہل شہر دو تلفظوں میں ادا کریں ان دونوں لفظوں میں جو لفظ کہ دوسری جگہ تعلیم کے سوا مروج نہ ہو زبان اردو ہے —

**اضافت کا فایدہ** اور اضافت کا فایدہ معرفہ میں عرفیت پیدا کرنا هے یعنی کسی چیز کو کسی کے ساتھہ نامزد کرنا ' مثال ' غلام زید کا عمرو کے بیٹے سے بہتر هے - اس عبارت میں ' غلام زید کا ' مبتدا هے اور ' عمرو کے بیٹے سے بہتر هے ' خبر - اور نکرہ میں اضافت کا فایدہ تخصیص هے یعنی عام چیز کو خاص کرنا تاکہ معرفہ کے قریب پہنچ جاے - مثال مرد کا غلام رنڈی کے غلام سے بہتر هے - مرد کا غلام مبتدا ' رنڈی کے غلام سے بہتر هے ' خبر - اور تعریف اور تخصیص میں فرق یہ هے کہ تعریف معین ذات پر دلالت کرتی هے جیسے ' غلام زید کا ' معلوم هوا کہ زید جسے هم جانتے هیں اُس کا غلام عمرو کے بیٹے سے بہتر هے کہ هم اسے بھی جانتے هیں یا زید ایک معین شخص هے اس کا غلام ایک شخص کے بیٹے سے جس کا نام عمرو هے بہتر هے - اور تخصیص معین ذات پر دلالت نہیں کرتی - مثال ' ' مرد کا غلام ' سے هر مرد کا غلام مراد لیں گے کیونکہ اس عبارت میں کہ مرد رنڈی پر هر صورت میں غالب هے ' هر مرد اور هر رنڈی مراد هے - اور اگر ایسا نہ هو تو ' مرد ' جو نکرہ هے مبتدا کیونکر هوسکے گا —

' کا ' جو اضافت میں مذکر کی علامت هے - بعض

جگہ اس کا 'الف' یاء مجہول سے بدلتا ہے - اور کئی جگہ مضاف کا الف بھی یاء مجہول ہو جاتا ہے - لیکن 'کی' میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جو اضافت میں مونث کی علامت ہے —

کبھی مضاف کے بعد 'نے' لاتے ہیں اور کبھی 'سے' کہیں 'میں' (حرف ظرف) اور کہیں 'پر' کبھی مفعول بہ کی حالت میں اور کبھی جمع ہونے کی حالت میں دو اضافتیں یعنی مضاف الیہ کا کسی اور چیز سے مضاف ہونے کی صورت میں - مثال اول' زید کے بیٹے نے آج اپنے باپ پر تلوار کھینچی - مثال دوم' زید کے بیٹے سے خدا پناہ میں رکھے - مثال سوم' زید کے بیٹے میں کیا وصف ہے - مثال چہارم' زید کے بیٹے پر کیوں بہتان باندھتے ہو - مثال پنجم' زید کے بیٹے کو چھوڑ دو - مثال ششم' زید کے بیٹے کے گھر میں آگ لگی -

**اضافت معنوی اور لفظی** اضافت دو قسم کی ہے معنوی یا لفظی' معنوی وہ کہ مضاف اور مضاف الیہ تعریف خواہ تخصیص سے ملکر مبتدا ہونے کی لیاقت پیدا کرے جیسے زید کا غلام' مرد کا غلام - اور دوسرے یہ کہ معنوی میں اضافت در اضافت کی گنجایش ہے' مثال:-

"زید کے ماموں کے بھتیجے کے بھانجے کے سالے کا سالا بڑا

حرامزادہ ہے"—

اضافت لفظی وہ ہے کہ اس کا مضاف اور مضاف الیہ خبر سے کچھ متعلق ہوں۔ مثال:- زید صورت کا اچھا ہے، عمرو اپنے کام کا پکا ہے، بکر قول کا پورا ہے، خالد بات کا سچا ہے۔ اسی طرح، تلوار کا دھنی ہے، میدان کا مرد ہے، رن کا ساونت ہے، سبھا کا اندر ہے، وقت کا کلھیا ہے، لات کا پلا، منہ کا بھونڈا —

جب مضاف مضاف الیہ میں یہ منظور ہو کہ دونوں کلموں کو ترکیب دے کر کسی کا نام بنالیں تو یہ کرتے ہیں کہ اضافت کی علامت دور کرکے مضاف کو مضاف الیہ سے پہلے لاتے ہیں اور تذکیر و تانیث کی علامت مضاف سے چھین کر مضاف الیہ کو دیتے ہیں۔ مثال:- بڑمُنہا (سور)، بڑمنھی (سورنی)۔ اور بھاڑ قدما بمعنی نحس قدم مرد، بھاڑ قدمی بمعنی نحس قدم عورت۔ تھوڑ جیا بمعنی کم حوصلہ مرد، تھوڑ جئی بمعنی کم حوصلہ عورت۔ بڑمنہا کی اصل ہے منہہ بڑ، اور بڑمنھی کی منہہ کی بڑی۔

**اضافت کی اقسام فعل ملصقی کے لحاظ سے**

اور الفاظ کو بھی اسی پر قیاس کیا جاے۔ خلاصہ یہ کہ اضافت یا

(۱) دو آپس میں ملتی جلتی چیزوں کے درمیان واقع ہوتی ہے جیسے گل رخسار، سنبل زلف، خورشید دولت، ستارۂ

اقبال ، مطلع جبیں ، سرو قامت - ہندی میں ، تیرے اقبال کا ستارا چمکتا ہے، یعنی تیرا اقبال ستارے کی طرح چمکتا ہے ، یا تیرے قد کا سرو بہت بلند ہے یعنی تیرا قد سرو جیسا بلند ہے - یا (۲) اضافت دو چیزوں کے درمیان آتی ہے جن میں ایک دوسرے کا مادہ ہو، جیسے مٹی کا گھڑا ، لکڑی کا تخت، ظاہر ہے کہ گھڑے کا مادہ مٹی ہے اور تخت کا لکڑی - اسی طرح، چاندی کا گھڑا ، سونے کی چوکی - یا (۳) مالک اور مملوک کے درمیان آتی ہے جیسے زید کا غلام، عمرو کا گھوڑا - یا (۴) محتاج اور محتاج الیہ کے درمیان جیسے گھوڑے کا زین ، ہاتھی کی جھول - یا (۵) میں ' [ ظرف مکان ] کے واسطہ کے معنی میں ، جیسے آج باغ کی سیر کی ، بمعنی باغ میں سیر کی - یا (۶) ادنیٰ علاقہ کے اظہار کے لئے اس کو عربی میں ، بہ ادنیٰ ملابست ، کہتے ہیں یعنی بہت کم مناسبت سے مضاف مضاف الیہ کی ملک ظاہر ہو ، مثال :- ہماری دلی تمہارے لکھنؤ سے بہتر ہے ، آغا باقر کے ایران سے خواجہ غلام نقشبند کا توران بہتر ہے - ظاہر ہے متکلم نمبر ایک کا گھر دہلی کے محلوں میں سے کسی ایک محلہ میں ہے اور یہی حال مخاطب کا لکھنؤ میں ہے - اس تھوڑی سی مناسبت سے جو ان دو شخصوں کو ان دو شہروں سے ہے ایک خود بہ خود دہلی کا

مالک بن بیٹھا اور دوسرا لکھنؤ کا - اسی نسبت سے آقا باقر کی نسبت ایران سے اور خواجہ غلام نقشبند کی توران سے سمجھہ لینی چاهیے - یا (۷) اضافت جو یاء نسبتی کا جواب هو' جیسے 'خراسان کی تلوار' بجاے شمشیر خراسانی یا 'حجاز کا' بجاے حجازی' 'دلی کا' بجاے دهلوی - حجاز کا بمعنی حجاز کا رهنے والا' دلی کا' بمعنی دلی کا رهنے والا —

[نکتہ] فارسی کے طرز پر مضاف کے نیچے کسرۂ اضافت دینا جب کہ دونوں لفظ هندی هوں یا ان میں سے ایک هندی هو غلط هے جیسے 'اوسِ برسات' شبنمِ بهادوں' یا اوسِ صبح —

—— * ——

## نویں فصل ' حال

اگر کوئی کہے کہ نحو کے قاعدے کے موافق 'حال' 'مستثنیٰ' اور 'تمیز' کا ذکر مفاعیل کے بعد بہتر هے' تو اس کا جواب یہ هے کہ عربی میں ان کا ذکر منسوب هونے کے سبب سے ایک فصل میں قرار پایا هے لیکن اردو میں ایک هی جگہ ان کے ذکر کرنے کا کون سا قاعدہ هے؟ —

حال کی تعریف

مختصر یہ کہ حال ایک لفظ هے جو فاعل یا مفعول کی حالت پر دلالت

کرتا ہے' صاحب حال کو عربی میں 'ذوالحال' کہتے ہیں اور یہی اصطلاح اردو میں اختیار کرلی گئی ہے - مثال' آج زید حیران چلا جاتا تھا' یعنی زید حیرانی کی حالت میں جا رہا تھا - یا' عمرو روتا ہوا جا رہا تھا - اول جملہ میں 'حیران' حال ہے اور زید ذوالحال' دوسرے میں 'روتا ہوا' حال ہے اور عمرو ذوالحال - مثال مفعول بہ' زید کو آج میں نے روتا دیکھا' یا' عمرو کو آج میں نے ہنستا دیکھا - ان جملوں میں زید اور عمرو دونوں مفعول بہ ذوالحال ہیں' اور 'روتا' 'ہنستا' حال —

—— * ——

## دسویں فصل' تمیز

'تمیز' اس لفظ سے مراد ہے جو ابہام [شبہ] کو دور کرے' مثال' لیجا چار کوڑی پوسیرا (پوسیری نہیں) یا' لیجا آدھی کی پاؤ سیر * - ان آوازوں کو سن کر

* آج کل رواج نہیں لیکن چالیس برس پہلے کوڑیاں سکہ کی طرح چلتی تھیں' ان کا پیمانہ یہ تھا :-

۴ کوڑی کا ایک گنڈا
۲ گنڈوں کی ایک ادھی
۲ آدھی کی ایک دمڑی
۲ دمڑی کا ایک دھیلا
۲ دھیلوں کا ایک پیسہ (مترجم)

معلوم نہیں ہوا کہ کون سی چیز بکتی ہے۔ یعنی کس چیز کا یہ بھاؤ پکارا جا رہا ہے' ابہام دور نہیں ہوتا جب تک کہ 'گاجریں' یا 'شاہ مرداں کی لالڑیاں' نہ کہا جاے - اس لیے بیچنے والے کو چاہئے کہ دو دفعہ تو مبہم آواز لگاے اور ایک دفعہ تمیز کے استعمال کے ساتھ' یعنی یہ پکارے :- لیجا چار کوڑی پوسیرا شاہ مرداں کی لالڑیاں' یا 'گاجریں ہیں ادھی کی پاؤ سیر' اسی طرح یہ پکار ہے' کوڑی کوڑی لیجا' یعنی کھتے کی پھانک - دمڑی کے دو لیجا' یعنی تربوز کے دو ٹکڑے - اور 'لیجا لب دریاؤ کی' (یعنی ککڑیاں) 'لب دریاؤ کی' اشباع اضافت دریا کے 'واؤ' کے بعد غلط ہے۔ اور 'لب' کی 'ب' کو اتنا لمبا کسرۂ اضافت دیتے ہیں کہ پورا 'لبے' بن جاتا ہے - اور کوڑی کوڑی کنگن منگن' اس میں ممیز 'کوڑی کوڑی' ہے - اور دھیلے دھیلے لگا دیا ہے' یعنی اروی کا ڈھیر - ادھیلے ادھیلے کہنا غلط اور دھیلے دھیلے صحیح ہے' اگرچہ شرفا آدھے پیسے کو ادھیلا کہتے ہیں لیکن سودا بیچنے والوں کی زبان سے یہی بھلا معلوم ہوتا ہے —

— * —

## گیارھویں فصل

### مستثنیٰ

مستثنیٰ متصل بھی ھوتا ھے اور منقطع بھی - متصل مستثنیٰ مِنہ میں داخل ھوتا ھے اور منقطع نہیں ھوتا - مستثنیٰ کے معنی ھے جو کسی چیز سے جدا ھوا ھو، پس جو چیز جدا ھوئی ھو وہ 'مستثنیٰ' ھے اور جو اس کو اُس سے جدا کرے وہ 'مستثنیٰ منہ' ھے - مثال 'ساری برادری کے لوگ ھمارے گھر آے الا (یا مگر) حیدر علی —

استثنا کے الفاظ اردو میں یہ ھیں :- الا، مگر، سواے، غیراز، بجز، وراے، نہیں تو - مثال' ساری برادری کے لوگ ھمارے گھر آے سواے مرزا مغل، یا غیرازمرزا مغل، یا بجز مرزا جعفر، یا وراے مرزا عبداللہ، یا نہیں تو مرازھادی [ آج کل کہیں گے، نہیں آیا تو مرزا ھادی ] - منقطع کی مثال' ساری برادری ھمارے گھر آئی الاموتی کتا، ظاھر ھے کہ کتا برادری میں داخل نہیں ھو سکتا، کہنے والے کی غرض یہ ھے کہ جتنی برادری تھی سب کی سب آئی -

—— * ——

## بارھویں فصل

### منادیٰ

حروف ندا یہ ھیں :- او، ارے، اری، اجی، اوبے،

هوت، اجی، اوجی، اے، اورے، اوری (مونث کے لئے یاء معروف کے ساتھه)۔ [اورے = او + رے]۔

'اجی' معرفه کے لئے آتا هے۔ مثال 'اجی مرزا محمد علی، اجی بی بلو۔ باقی سب نکره کے لئے یا غیر معلوم معرفه کے لئے۔ معرفه غیر معلوم سے میری مراد یه هے که کسی شخص کو ایک صفت سے متصف کرنا یا کسی شخص کو دوسروں کا ایک قرار دیے هوے نشان سے ممتاز کرنا۔ مثال نکره، او بهیا، او میاں، ارے آدمی، اری لڑکی، اورے چهوکرے، ابے لڑکے هوت، اوجی میاں، اوبے لونڈے، یه مذکر کے لئے۔ او رنڈي، اری رنڈی، اوری رنڈی، اے رنڈی، اجی بی صاحب، مونث کے لئے —

منادیٰ کی تحقیر اور اس کے ذلیل کرنے کے وقت یا اس کی قدر گهٹانے کے لئے حروف مذکورہ معرفه کے ساتهه بهی استعمال کرتے هیں، جیسے، او راے بیل، اری راے بیل، راے بیل هوت، یا، اوجی بی مکهو (واؤ مجهول)، اے چنبیلی، اوری یاسمن، مونث کے لئے۔ اسی طرح مذکر کے لئے:۔ اومترو، اورے کلوا، ابے ٹهکهو [واؤ معروف]، اوبے شمشیر قلی هوت، اوجی میاں نورا، اے نورا، اورے بختیار۔ مثال معرفه غیر معلوم:۔ او جانے والے، او لال پگڑی والے، ارے انا کے

لڑکے، ککڑیوں والے ہوت، انا جی ہوت، اجی سرخ دوپٹے والے ذرا ادھر تو دیکھو۔ جانے والے، میں اسم فاعل نے، اور لال پگڑی والے ہوت، میں لال پگڑی نے، اور 'ککڑی والے' میں ککڑی نے نکرہ کو علم کے مرتبہ پر پہنچا دیا۔ اسی طرح انا جی نے اور سرخ دوپٹہ نے کام دیا ہے کیونکہ لقب، صفت، پھبتی، حاصل تحقیر اور ترخیم بھی بمنزلہ علم ہیں، بیشک شخص متعلق کو دوسروں سے ممتاز کردیتے ہیں، مثال:- میاں بھچو، میاں کلو، میاں مٹرو، میاں فجو، میاں کھو، میاں جھبو، میاں نتھو، میاں چھجو، میاں ممو، میاں شمو، میاں کبو، میاں گبو، میاں سلو، میاں شبن، میاں بویکھا، میاں چھٹو، میاں مٹھو وغیرہ، ان کے اعلام کچھہ اور ہیں لیکن ان القاب سے مشہور ہیں —

شاعروں کے تخلص بھی اسی ذیل میں آتے ہیں، ایسے تھوڑے شاعر ہوں گے جو اپنے تخلص کے سوا نام سے مشہور ہوں —

بعضوں کے نزدیک بھجو، مٹرو، چھبو، چھٹو، مٹھو، القاب میں داخل ہیں، باقی سب ترخیم سے بنتے ہوں۔ اور کہا جاتا ہے کہ کلو کی اصل کالے خان، کلب علی خاں یا مہر کلاں یا کچھہ اور ہے۔ اور بعضوں کی راے میں

کالے رنگ کی وجہ سے بچپن میں یہ نام پڑ جاتا ہے
اور اکثر تحقیق ہوا ہے کہ میر کلو، مرزا کلو، شیخ کلو
اور کلو خاں اصل میں میر زین العابدین، مرزا عنایت اللہ،
شیخ احمد علی، شہاب الدین اور محمد خاں تھے۔ اس
صورت میں ترخیم کی گنجایش نہیں رہتی، یعنی ان کے رنگ
کی وجہ سے یہ نام پڑ گیا۔ اور اسی طرح فجو کی اصل
فضل علی خاں اور فیض علی ہے، لیکن بعض اسے نہیں
مانتے اور کہتے ہیں کہ کبھی میر فجو کی اصل میر
غلام حیدر بھی ثابت ہوتی ہے۔ کمو کی اصل کمال الدین،
کرم علی اور قمرالدین ہے، بعضے کہتے ہیں کہ کمو لقب
مراد علی کا بھی ہے۔ نتھو کی اصل نتھے خاں بتائی
جاتی ہے۔ بعضے یہ کہتے ہیں کہ لڑکوں کی ناک میں
جو بالی پہناتے ہیں اس سے یہ لقب پیدا ہوا۔ اور
سمو کی اصل سلام اللہ، عبدالصمد، صمصام قلی اور
سلیمان بیگ ہے، جب کہ بعضے اس کو واجب نہیں
قرار دیتے بلکہ مرزا لطف علی بیگ کا لقب سمو قیاس
سے بعید نہیں۔ اور شمو کی اصل شاہم قلی بیگ یا شمس الدین
بتاتے ہیں، اور بعضے میر مرتضیٰ کو میر شمو کہہ کر پکارتے
ہیں اور کبو کی اصل گلاب خاں اور کبو کی کلب علی خاں
خیال کرتے ہیں۔ بعضے میر علیم الدین اور میر عتیق اللہ

کو گبو اور کبو سمجھتے ھیں - اور سلو کی اصل سلام اللہ اور سلیم بیگ اور سلامت علی اور سالم علی بتاتے ھیں - بعضے شیخ محمد حیات وغیرہ نام لیتے ھیں - شبن کی اصل شہاب الدین اور شب براتی ثابت کی جاتی ھے - اور بعضے میر مظفر کو میر شبن سے ملقب کرتے ھیں - بھیکھا کی اصل بھیکن خاں اور بعضے اسے درازی عمر کے لئے قطب الدین خاں کا لقب قرار دیتے ھیں - حسو کی اصل حسن علی بتاتے ھیں ' اور بعضے یہ لقب اس کا اس لئے دیتے ھیں بچپن میں بہت ھلسلے کی وجہ سے خیال کرتے ھیں - 'صاد' اور 'سین' حاء حطی اور ھاء ھوز کی حقیقت بعض مقامات میں اھل اردو کے نزدیک ایک ھی ھے لیکن ریختہ کے شاعر قافیہ کی رعایت سے اس کی تحقیق کو نظر میں رکھتے ھیں --

اور روشن الدولہ کو' روشن دولا ' اور کمال خان کو ' کملو ' اور کرم علی کو ' کرمو ' اور کلب علی کو ' کلبو ' اور فضل علی کو ' فضلو ' اور فیض علی کو فیضو ' اور قادربخش کو ' قدرو ' کہنا ترخیم [لغوی معنی کلمہ کا آخری حرف گرا دینا ' مجازی ' کلمہ کا اختصار] کی رو سے قطعاً درست ھے ــ

اور نان بائی ' عطار ' گلدھی ' کونجڑا [اب دھلی

میں واؤ کے بغیر بولتے ہیں ] ' بساطی ' حلوائی ' حٹاک ' تلبولی 'دھوبی او ر قصائی وغیرہ جیسے اومہاں نان بائی اور اوکونجڑے ' یہ سب صفات میں داخل ہیں - اور گھڑ منہا ' اونت ' گدھا ' گینڈا ' ارنا ' ہرن ' خانم صاحب ' کتا ' کپا ' لکڑی ' بڑ ملہا ' پکھاوج وغیرہ جیسے :— اوگھڑ ملہے ' اوگدھے ' او اُونت ' او بڑملہے - یہ سب پھبتیاں ہیں —

تحتیر مذکر میں اکثر 'الف' سے کم ' ی ' سے ' اور مونث میں اکثر ' ی ' سے اور کم ' اُلف ' سے پیدا کی جاتی ہے ' مثال ' نورا ' بھیکھا ' جھما ' رجبی ' قطبی مذکر میں اور رحمانی ' رجبی ' قطبی ' سبحانی ' حفیظا ' پریا ' مٹھیا ' مدھیا ' ملدھیا ' سدھیا مونث میں - بعضے رحمانی ' رجبی ' قطبی ' سبحانی ( مونث ) میں تحقیر کے قایل نہیں اور کہتے ہیں کہ رجبی بیگم میں کسی احتمال کا دخل نہیں - اور ایسا ہی حال دوسرے لفظوں کا ہے یعنی رجبی رجب النسا سے نہیں بنا مگر قطبی قطب النسا سے تاویل کیا جاسکتا ہے - رحمانی کو رحمان بخش سے تاویل کرنے میں تکلف ہے - حفیظا کی اصل حفیظہ بتائی جاتی ہے ' کیونکہ ہندی میں آخر کلمہ کی 'ہ' ( ہاء ) کو الف سے تبدیل

کرنا تحقیر کا موجب نہیں - ' پریا ' پیربخش کی تحقیر ہے ' اور متھیا کو متھو کا ' مدھیا کو مادھو کا ' ملدیا کو میلدو کا اور سدھیا کو سیدھو کا محقر کہنا صحیح ہے - اور اس محقر میں ' یاء ' سے تحقیر کو معتبر جانتے ہیں ورنہ گلو اور گلا محقر استعمال ہوتے نہ کہ گلیا ' اور سیدھو سے سیدھا بنتا نہ کہ سدھیا ' شاید اہل تحقیق کے نزدیک سدھیا کی اصل سیدھی ہے اور ملدیا کی اصل میلدی ہے اور اس کے آخر ' الف ' فصاحت کے لئے زیادہ کر دیا - اور گلو ( واؤ معروف ) کی ترخیم گل محمد سے پائی جاتی ہے اور لقب کلو اور کلوا رنگ کے اعتبار سے سمجھنا بہتر ہے —

منادیٰ کی علامت کبھی محذوف بھی ہوتی ہے جیسے

مرزا محمد علی ادھر آو ' دائی خیرن بات سنو —

' لقب ' ' ترخیم ' اور ' علم ' شاہ جہان آباد میں ہر فرقہ سے جداگانہ مخصوص ہیں ' لیکن فجو ' بھجو ' کبو ' میاں جان ' جھبو ' شبن ' ابو ' مچھو ' لبو ' ملو ' مدرو ' قدرو ' عظمو ' عصمو ' نصرو ' کمو ' حفظو ' کلو ' اچھن ' یہ بیشتر کشمیری بچوں کے لقب اور ترخیم ہیں - لیکن اچھن بھچو ' جھبو ' کلو ' حفظو شاید غیر کشمیری بچوں کے بھی نام ہیں - مگر راندو ' جیون ' سوندھا ' کلو ' بھاگو '

چھلگا، للو، دوستی، کرمو، رحمو، دھلو، سمو، شمو، پلو، چلو، دھنا، شکرو، سوندھی، گاماں، جھلڈو، بھلا، صلا، لدھا، ملکو، جملو، حبا، بولا، گھما، ھیلگا، بھلو، رانجھا، شبو، صوبا وغیرہ اکثر لقب اور ترخیم پنجابیوں کی اولاد کی ہے - ان القاب اور ترخیم میں جیون، کلو، حفظو، بولا، جملو، گاماں، شکرو، دھنا، دوسری جگہ بھی ملتے ہیں - اور سمو اور چلو اور جس جگہ ہیں پنجابیوں کی نقل ہیں کیونکہ باگڑی بچوں کا لقب بھی سمو سنا جاتا ہے —

اور چھدئی، مدئی، بچئی، بھکھئی، قدرت، نصرت، اطہر، اظہر، برکت، مھدن، وصفن، مکرما مکا، الفت، بھگن، چھگن وغیرہ پوربیوں کی اولاد کے لقب اور ترخیم ہیں —

چلو، ننھو، نتھو، مکھو، گلو، کمو، فضلو، ذھفو، فخرو، الفو، عزو، حسو، حسنو، جما، خیرو، خیرا، چھبا، بلدو، کلو (واؤ معروف)، تنو، چھنگا، جیون، شب براتی، منگلی، عیدو، رمضو، سدو، نجو، پلو، بھچو، جھمو، پیازو، نوراً، فتو وغیرہ اردو دانوں کے فرزندوں کے لقب اور ترخیم ہیں - اِن میں فخرو، فضلو، بھچو، جھمو، مکھو، اور جھمو مشترک ہیں باقی دھلویوں سے

مخصوص ہیں - یہ اور بات ہے کہ دوسرے لوگ اپنی اولاد کو دلی والوں کے مخصوص لقبوں سے پکاریں —

پنجابیوں کے لڑکوں کے اعلام [نام] یہ ہیں :- نور محمد، عبدالحفیظ، محمد اعظم، محمد حنیف، عصمت اللہ، نعمت اللہ، فیض اللہ، عبدالحق، عبدالکریم، محمد جمال۔ اور کبھی پیر محمد، نورالعین، امانت اللہ، قل احمد، عبدالحکیم، عبدالصمد، عبدالاحد، عبدالقادر، محمد غوث، غلام محی الدین، نیاز محی الدین، قل محمد، نظر محمد، محمد مظہر، عبدالقدوس، یونس محمد، محمد افضل - اہل پنجاب کے بعض ناموں میں پورب والوں کے ناموں کا شمول اور عکس بھی پایا جاتا ہے —

اہل پورب کے لڑکوں کے نام :- غلام قطب الدین، علام الہدیٰ، نورالبقا، نجدت ارتقا، شیخ مزمل، الم ترکیف، میر طٰہٰ، شیخ یسین، غلام فاروق، کرم صفی، غلام سادات، عبدالجامع، عبدالواسع، غلام ولایت، وصف اللہ، من اللہ، میر کرم قلی، امانت حسین، برکات اللہ، ابن علی، کرم الرحمن، حمید اشرف، مرید اشرف، شمیم اللہ، صبغت اللہ، واحد علی، ورد علی، غلام مخدوم، غلام زکریا، غلام عثمان، مولا بخش، پیر بخش ـ

اہل توران کے مخصوص اعلام :—

بارانی بیگ، ھانی بیگ، جانی بیگ، نوری بیگ تلگری قلی بیگ، خواجہ خوانم قل، خواجہ غلام نقشبند، میلدا بیگ نیاز، خواجہ نثار، خواجہ نقشبند تلگری وردی بیگ، میر چالش، خواجہ فضایل، میر بلاق لالا بیگ، توتا بیگ، پیرا بیگ، بچاق بیگ، توخمش خاں، اشکر بیگ، تراب بیگ، ابدال بیگ، میر بدل، میر ساقی، اغر بیگ، چاغر بیگ، قرا خاں۔ ان ناموں میں سے ایک دو نام اور فرقوں میں بھی سنے جاتے ھیں۔ یہ ان کی تقلید میں ھونگے یا اصل مسمی اسی جماعت سے ھوگا۔ اور ان صاحبوں کے ھاں بڑے بھائی کو 'آکا' اور بزرگ کو 'ایشان' ولی کو 'حضرت ایشان' کہتے ھیں اور عالی قدر مخاطب کو حضرت سے خطاب کرتے ھیں، اور ھر بات کے شروع میں تقصیر کا لفظ زبان پر لاتے ھیں جیسا کہ سرنگ پٹن اور مدراج (مدراس) میں کرتے ھیں۔

اعلام جو اھل ایران سے مخصوص ھیں:—

جعفر قلی بیگ، رضا قلی بیگ، حسن قلی بیگ، زین العابدین بیگ، عسکری بیگ، مہدی قلی بیگ، عباس قلی بیگ، آغائی بیگ، مرزائی بیگ، مرزا محسن۔ ان ناموں میں سے مرزائی بیگ تورانیوں میں بھی پایا جاتا ھے،

اور جدّو بل [کشمیر میں؟] کے رہنے والے بھی اپنے لڑکوں کے یہ نام اکثر رکھتے ہیں اہل ایران کی طرف سے اجازت ہے۔

اعلام جو اولاد کشمیر سے مخصوص ہیں :—

محمد اکبر، محمد آکرم، محمد ضیا، محمد کاظم محمد عابد، محمد باقر، محمد صادق، محمد جعفر، محمد عسکری - ذیل کے نام مشترک ہیں :- محمد علی محمد حسین، محمد حسن، محمد رضا، محمد تقی، علی نقی - اور کشمیری نام یہ ہیں، محمد صابر؛ محمد صبور، عبدالشکور، عبدالغفور، ان کے ہاں اکثر اور دوسروں کے ہاں کم مستعمل ہیں۔ اور یہ نام ہیں :- 'محمد مقیم، محمد سخی اور فرقوں میں شاذ ملتے ہیں، سوائے محمد لیث اور محمد صبور کے - اور دوسرے اعلام جن کے اول 'محمد' آتا ہے اہل خطہ سے مخصوص ہیں - رواج تو ان کا اور جگہ بھی ہے لیکن نام کا اول جزو میرزا، یا 'میر' ہوتا ہے نہ کہ 'محمد' جیسے مرزا کاظم مرزا جعفر، مرزا علی اکبر، آغا علی اکبر، یہ نام ایران میں بہت ملتے ہیں لیکن محمد اکبر حضرت کشمیر سے خصوصیت رکھتا ہے —

تیرھویں فصل

بدل مبدل منہ

ایک اسم دوسرے اسم کے تابع اور متبوع کے بعد

مذکور ہوتا ہے، ان میں سے ایک علم شخص ہوتا ہے جو اوصاف کے بعد مذکور ہوتا ہے۔ ان اوصاف کو مبدل منہ کہتے اور علم کو بدل۔ مثال: آج ہمارے گھر داناؤں کا تاج اور فصیحوں کا سر آمد میر محمد علی آویگا۔ 'داناؤں کا تاج سر' صفت اول، 'فصیحوں کا سر آمد صفت دوم' یہ دونوں مبدل منہ ہوے' میر محمد علی علم اور بدل ہوا —

—•—

## چودھویں فصل

### صفت موصوف

صفت امور ذیل میں موصوف کے تابع ہوتی ہے۔ تعدد، جنس، فاعلیت و مفعولیت، اور حروف مغیرہ کے اثر میں۔ مثال، بری رنڈی، برا مرد، بری رنڈیوں نے بڑی دھوم مچائی ہے، برے آدمیوں نے شہر گھیر لیا ہے، بری رنڈیوں کو شہر سے نکال دو، برے آدمیوں سے ڈریے، بری رنڈیوں سے ڈریے، برے آدمی سے ڈریے، بری رنڈی سے ڈریے —

**کسرۂ اضافت کا جواز اور عدم جواز** | موصوف کے آخر کا کسرۂ اضافت ہندی میں جائز نہیں، وہ فارسی سے خصوصیت رکھتا ہے۔ 'اوسِ بسیار' 'پھولِ خوب' کہنا غلط ہے۔

لیکن کسرۂ اضافت ایسے لفظ کے آخر استعمال کرسکتے ہیں جس کے لئے فارسی میں کوئی لفظ نہ ہو۔ مثل ' پھلکاریء نادر ' ' چھینتِ بوٹہ دار ' ایسا لفظ عطف اور اضافت دونوں میں فارسی کا حکم رکھتا ہے۔

**تکرار تاکید کے لئے** تاکید کے لئے کبھی ایک لفظ کبھی دو لفظ کو مکرر لاتے ہیں اور کبھی اسم کبھی فعل کو۔ مثال ' کون آیا ؟ جواب ' ' زید زید۔ مثال ' زید کیا آیا؟ جواب ' ' آیا آیا ' یا ' سرور کی حالت میں آیا ' یا ' ' زید آیا زید ' —

**' بہت سی ' وغیرہ** ' بہت سی ' اور ' بہت سیاں ' مونث میں ' ' بہت سا ' ' بہت سے ' مذکر میں ' ' اکٹھا ' ' اکٹھے ' ( یاء مجہول ) مذکر میں اور ' اکٹھی ' ' اکٹھیاں ' مونث میں بھی تکرار کا حکم رکھتے ہیں اور ' سارا ' ' سارے ' ' ساری ' ' ساریاں ' بھی اسی قبیل سے ہیں۔ مثال ' نورن خفا ہوئی بہت سی ' امیر بخش اور ظہورن اور حسینی آج ہم سے خفا ہوئیں بہت سی۔ ' بہت سیاں ' بھی صحیح ہے لیکن بعضے فصحا کے نزدیک مفرد اور جمع دونوں میں ایک ہی لفظ ' بہت سی ' لانا چاہئے ' جیسے : آج ہم سے ' بہت سی ' رنڈیاں خفا ہوگئیں - لیکن مذکر و جمع میں الگ الگ

آتے ہیں۔ مثال ' آج فلانا ہم سے 'بہت سا ' خفا ہوا، عمرو اور زید اور بکر آج ہم سے 'بہت سے ' خفا ہوے۔ ' اکٹھا ' اور ' اکٹھے ' [یاء مجہول) جمع مذکر کے لئے دونوں کا استعمال درست ہے ' لیکن ' اکٹھے ' زیادہ فصیح ہے - ' اکٹھی ' (یاء معروف) جمع مونث کے لئے اور نیز ' اکٹھیاں ' درست ہے لیکن اول لفظ زیادہ فصیح ہے۔ مثالیں ' کئی اکٹھے ہوے ' یہ فصیح ہے - کئی مرد اکٹھا ہوے - یہ صحیح ہے مگر فصیح نہیں - کئی رنڈیاں اکٹھی ہوئیں ' فصیح - کئی رنڈیاں اکٹھیاں ہوئیں یا ' کئی رنڈیاں اکٹھا ہوئیں ' یہ دونوں غیر فصیح —

بعضے مفرد کے لئے بھی ' اکٹھا ' اور ' اکٹھی ' تجویز کرتے ہیں ' اور اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ عبارت پیش کرتے ہیں - زید چوٹوں کے ساتھہ اکٹھا ہوگیا ' ہندہ سینگی والیوں کے ساتھہ اکٹھی ہوگئی - لیکن یہ عبارتیں فصحا کی زبان نہیں - اور ' زید پانی سے تر ہوگیا سارا ' عمرو تالاب میں ڈوب گیا سارا ' لوگ دریا میں ڈوب گئے سارے - لیکن ' دریا ' کو اردو میں اکثر ' دریاؤ ' بولتے ہیں اگرچہ بغیر ' واؤ ' کے بھی بعضوں کی زبان سے سننے میں آتا ہے - اور ہندہ پانی سے تر ہوگئی ساری ' یا ہندہ دریا میں ڈوب گئی ساری ' یا '

رنڈیاں دریاؤ میں ڈوب گئیں ساری (یا ساریاں)،
'ساری' فصیح ہے —

—*—

## پندرھویں فصل

### عطف

'عطف' کی علامت 'اور' (بروزن غور) ہے - بعض موقعوں پر 'واؤ' 'الف' میں غایب ہو جاتا ہے اور الف کا فتحہ قایم رھتا ہے اور اس حرف کا اردو کے داخل نہ کرنا اصالت کا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ بعض اوقات ہی اس کا استعمال معتبر نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ، بخلاف گھر و بھر، بندرابن و پنڈول وغیرہ کے جو ہر موقع پر دو حرفوں کے ساتھہ بمنزلہ ایک حرف کے استعمال ہوتے ہیں- مثال زید آیا اور عمرو، یعنی دونوں آے- 'زید آیا اور عمرو آیا' بھی صحیح ہے۔ اور اگر معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان فعل یا اسم فاعل یا ایسے اور کلمے فاصلہ ڈال دیں تو فعل میں جمع کے صیغے کا استعمال ضروری ہے- مثال، زید اور عمرو آے اور نورن اور ظہورن آئیں (یا آئیاں)، اور زید آیا اور عمرو، عمرو معطوف ہے اور زید معطوف علیہ، یہ مثال فاعل کی ہے - مثال مفعول، زید و عمرو

کو دس اشرفیاں دو' یا زید اور عمرو کو دس اشرفیاں اور دس روپئے دو- زید اور عمرو مفعول اول اور دس اشرفیاں اور دس روپئے مفعول دوم اور معطوف و معطوف علیہ میں فعل کا فاعل معطوف کا تابع ہوتا ہے - جیسے زید کے دس روپئے اور پانچ اشرفیاں جاتی رہیں' یا' پانچ اشرفیاں اور دس روپے جاتے رہے - اور پانچ عورتیں اور چار مرد آے' یا' چار مرد اور پانچ عورتیں آئیں- مثال حرف کی' یہاں معطوف کے علاوہ معطوف علیہ کی بھی جمع آتی ہے' جیسے تین رنڈیاں اور دو ڈومنیوں کا آج مجرا ہوا' اور یہی قاعدہ مفعول میں بھی جاری ہے' مثال' تین رنڈیاں اور دو ڈومنیوں کو آج زید نے اشرفیاں دیں - اور بعضوں کے نزدیک موافقت لازمی ہے * جیسے تین رنڈیوں اور دو ڈومنیوں کا آج مجرا ہوا - لیکن عدم موافقت زیادہ فصیح ہے- مثال مفعول:- تین رنڈیوں اور چار ڈومنیوں کو آج دیکھا' یہ پہلی مثال سے بہتر ہے - اور معطوف علیہ میں صیغۂ جمع کا ذکر نہ کرنا بھی جایز ہے' مثال' تین دھوبن اور چار مالنوں کو تنخواہ دی- یا' دو مزدور اور چار معماروں سے آج

---

* آج کل یہی کلیہ قاعدہ ہے' اس ذکر میں حرف سے مراد حرف مغیرہ ہے - (مترجم)

کام لیا ۔ باقی قاعدے فاعل، مذکر و مونث، مفعول علامت کے ساتھہ اور اس کے بغیر اسی پر قیاس کیے جائیں —

تنبیہ :- دو هندی لفظوں میں یا ایک هندی اور ایک فارسی کے درمیان واؤ عاطفہ کا لانا اچھا نہیں، جیسے یہ کہنا، جھاڑو و توکرا، یا، جاروب و توکرا —

— * —

## سولھویں فصل
## عطف بیان

ایک چیز کے علم کو جو کسی چیز کے بعد آئے جو علم کی مانند کنیت وغیرہ کی قسم سے هو عطف بیان کہتے هیں - مثال، ابوالحسن، ابوالقاسم محمد عربی میں، پدر مرزا محسن فارسی میں اور میلدو کا باپ نور خاں هندی میں —

**عطف بیان اور بدل کا فرق** عطف بیان اور بدل میں بہت نازک فرق ھے کیونکہ دونوں ایک جیسے معلوم هوتے هیں۔ مثلاً، میں رستم کی ناک مروڑنے والا حسن بیگ هوں، یا، میں حسن بیگ کا بیٹا محمد بیگ هوں، یہ تو هوا عطف بیان - اور، زید بھائی تیرا آیا، یا، بھائی تیرا زید آیا، اور، تیرے بھائی زید نے عمرو کو مارا، یہ بدل ھے - ان عبارتوں میں غور کے بعد جاننا چاهئے

کہ فرق کیا ہے - راقم کے گمان میں فرق یہ ہے کہ عطف بیان میں علمیت کی قید لازمی ہوتی ہے جیسے ابوالحسن علی' اور بدل میں ایسا نہیں ہوتا - کیونکہ تیرا بھائی زید آیا' اور' زید بھائی تیرا آیا' دونوں برابر ہیں- اول جملہ میں زید بدل ہے اور' تیرا بھائی' مبدل منہ' دوسرے جملہ میں زید مبدل منہ ہے اور' بھائی تیرا' بدل - لیکن اس قدر فرق طالبہ کی تشفی کا موجب نہیں ہو سکتا' کیونکہ اس عبارت میں' میں رستم کی ناک مروڑنے والا حسن بیگ ہوں' حسن بیگ کو کہ عطف بیان آکے پڑا ہے بدل بھی کہہ سکتے ہیں

— • —

## سترھویں فصل

### تمیز

تمیز کی علامتیں یہ ہیں' کتنا' کتنے' کے' کئی' عدد' اور کتنی (یاء معروف) مفرد مونث کے لیے اور جمع مونث کے لیے کتنیاں اور مفرد مونث کی جمع - کتنا اکثر' بڑائی چھٹائی [ یا قلت و کثرت ]' وزن اور کمی کے لیے سوال کی طور پر آتا ہے - مثال' یہ ڈھیر کتنا ہے' یہ ٹکڑا کتنا ہے-' اور کبھی سوال پر متضمن نہیں ہوتا - مثال' تو بھی کتنا بے حیا ہے - کتنے (یاء مجہول) عدد دریافت

کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے، کتنے آدمی تمھارے ساتھ گئے تھے - کبھی ایسا نہیں ہوتا، جیسے، تم لوگ بھی کتنے بے مروت ہو - ایک آدمی کے لیے بھی تعظیماً آتا ہے - اور کے (ک مفتوح) ہمیشہ سوال ہی میں آتا ہے، مثال، کے آدمی تمھارے ساتھ گئے تھے - کئی ہمیشہ سوال کی قید سے بری ہے، مثال، کئی آدمی ان کے ساتھ ساتھ پھرتے ہیں —

واحد کے عدد [یعنی جب ایک متنفس سے مراد ہو] مذکر اور مونث کی تمیز نہیں، جیسے، ایک عورت، ایک مرد - ایک سے زاید کی صورت میں عورت کے لیے جمع کا صیغہ درکار ہے اور مرد کے لیے مفرد کا - مثال، دو عورتیں، دو مرد، تین رنڈیاں اور تین مرد —

اور بعضے جو یہ کہتے ہیں کہ مرد فارسی لفظ ہے اور ان لفظوں میں سے ہے جن کے مفرد اور جمع یکساں حیثیت رکھتے ہیں مثلاً لڈو، ہاتھی، انار، سیب، اس صورت میں مرد اور عورت میں وہی فرق باقی رہتا ہے، ورنہ چاہیئے کہ لفظ جو عورت کے معنی میں مفرد کے سوا ہو اس کی جمع استعمال ہو اور جو مرد کے معنی دے اس کی نہیں لیکن ایسا نہیں ہے، کیونکہ مردوا بھی مرد کے معنی رکھتا ہے [یعنی مذکر ہے]، دو مردوا، تین

مردوا کہنا صحیح نہیں بلکہ دو مردوے اور تین مردوے کہنا صحیح ہے - معترض کا کمزور جواب یہ ہے کہ لفظ سے مراد وہ لفظ ہے جو فصیح مردوں میں رائج ہو نہ وہ جو عورتوں کے استعمال سے مخصوص ہو - پس اُس قاعدے کے موافق جس کا ذکر اُوپر آیا مردوں کی زبان میں عورت کے لئے ہندی میں یہ لفظ ہیں :- رنڈی' عورت ' کسبی' خانگی ' کنچنی ' ڈومنی ' رام جنی ' نیک بخت وغیرہ ' اور مرد کے معنی میں :- مرد ' آدمی ' اور شخص —

حصر | ایک کے سوا اور اعداد کے آخر 'واؤ' اور 'نون غنہ' حصر کے لیے آتا ہے ' جیسے ' تینوں روپے زید کو دیے ' چاروں تربوز عمرو نے کھائے - صدھا اور ہزارھا میں 'واو' اور 'نون' عدد کی کثرت پر دلالت کرتا ہے ' جیسے سیکڑوں اشرفیاں عمرو کو بخشیں ' ہزاروں روپے زید سے لیے - لاکھ اور کروڑ بھی سو اور ہزار کی طرح مسلوک ہوتے ہیں —

-- * —

## اٹھارھویں فصل

### معرب *

معرب اس لفظ کو کہتے ہیں جس کے آخر میں کسی

* معرب کے معنی ہیں اعراب دیا ہوا یعنی زیر ' زبر ' پیش دیا ہوا ' یہاں اس سے مراد ہے جس میں اعراب کا تغیر کسی نحوی سبب سے واقع ہو یا کسی حرف کی ایزادی کی وجہ سے - ( مترجم )

وجہ سے تغیر واقع ہو ' جیسے (۱) بیحس و حرکت چیزوں کی جمع میں جب آخر میں الف ہو اور فاعل ' مفعول ' اضافت یا تعلق کی حالت ہو ' یا (۲) بیحس و حرکت مفرد چیزوں میں فاعل ' مفعول ' مضاف ' اور حرف سے متعلق ہونے کی صورت میں اس صورت میں کہ فعل متعدی ہو اور جمع مذکور ہو ' اور (۳) جمع میں مبتدا ہونے کے وقت بھی یہی قاعدہ عاید ہوگا - مثالیں ' پیڑا ' جب اس کی جمع کو فاعل استعمال کریں تو الف کو یاے مجہول سے بدلیں گے - جیسے پانچ پیڑے میرے ہاتھ سے گرے - اور اگر مفعول استعمال ہو مع علامت مفعول کے تو مفرد 'کے' کو جمع میں ' واؤ ' اور ' نون ' سے بدلیں گے' جیسے ' آج سات پیڑوں کو میں نے کھایا - جب مفعول کی علامت استعمال نہ ہو تو وہی ' الف ' کو یاء مجہول بدلنا کافی ہوگا ' جیسے ' چار پیڑے آج میں نے کھاے - اضافت اور حروف [حروف سے مراد حروف مغیرہ ہے جنھیں حروف معنوی بھی کہتے ہیں] کے ساتھ تعلق ہونے کی صورت میں بھی ' الف ' کی جگہ واؤ اور نون لانا صحیح ہوگا ورنہ غلط - مثال پیڑوں کا مزا کچھ اور ہے ' پیڑوں سے ہرگز جلیبیاں بہتر نہیں - مبتدا کی مثال' دو پیڑے ٹوکری میں اور ہیں ' تین پیڑے ٹوکری میں

اور باقی ہیں —

**مفرد کی مثال** | جب وہ فعل متعدی کا فاعل ہو اور اس کے ساتھہ ہی علامت تعدیہ (نے) فاصلہ کے بغیر مذکور ہو تو 'الف' کو 'ی' سے بدلیں گے' جیسے' ایک پیڑے نے میرا معدہ خراب کیا۔ اور فعل لازم کی صورت میں کوئی تغیر نہیں ہوگا' جیسے' ایک پیڑا توکری سے گر پڑا۔ مفعول کی حالت میں بھی الف کو یاء مجہول سے بدلتے ہیں' جیسے' ایک پیڑے کو میں نہیں کھاتا چار پانچ ہوں تو کھاوں۔ اگر علامت مفعول مذکور نہ ہو تو الف قایم رہے گا' مثال' ایک پیڑا میں نہیں کھاتا —

مضاف کی مثال۔ ایک پیڑے کا ٹکڑا میں نہیں کھاتا۔ مثال حرف سے متعلق کی' ایک پیڑے سے اپنا پیٹ کب بھرتا ہے —

جمع کا 'الف اور نون غنہ' اور 'یاء اور نون غنہ' فاعل یا مبتدا ہونے کی حالت میں فاعل یا مبتدا ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے' گاجریں چلیں' گاجریں توکری میں ہیں' مُولیاں بازار میں آئیں' مولیاں کڑوی ہیں۔

مفعول' مضاف اور حرف سے متعلق ہونے کی صورت میں 'الف' 'نون' اور 'یاء' 'نون' اور علامت مفعول

کے ساتھہ 'واؤ' 'نون' مستعمل ہوتا ہے ' جیسے ' گاجروں کو مول لو ' مولیوں کو بیچ ڈالو - بغیر علامت کے اپنی حالت پر قایم رہے گا ' جیسے ' گاجریں مول لاؤ ' مولیاں بیچ ڈالو —

دوسری صورت میں ہمیشہ 'واؤ' 'نون' مذکور ہوگا - مثال ' گاجروں کا مول ' مولیوں کا مزا ' گاجروں سے پیٹ دکھتا ہے ' مولیوں سے طبیعت سیر ہوگئی —

مضاف بھی مفرد چیز کی طرح بیحس و حرکت ہوتا ہے ' مثال ' زید کا بیٹا گھوڑے سے گر پڑا - یہ فعل لازم تھا اس لئے تغیر کا عمل نہ ہوا ' فعل متعدی کی مثال زید کے بیٹے نے آج گھوڑا دوڑایا ' زید کے بیٹے نے عمرو کے بھانجے کو مار ڈالا ' زید کے بیٹے سے مجھے نفرت ہے - مفعول کی حالت میں جب کہ علامت مفعولی مذکور نہ ہو کوئی تغیر نہیں ہوتا ' جیسے - زید نے عمرو کا بیٹا مار ڈالا -

[ بعد کے صرفیوں نے ان تفصیلوں کے بغیر جو اوپر درج ہوئیں ان تمام تغیرات کو حروف مغیرہ کے اثر اور نتیجے کے کلیہ کی ذیل میں لے لیا ہے ' حروف مغیرہ یہ ہیں :- میں ' سے ' کو ' تک ' تلک ' پر ' کا ' کی ' کے ' نے ' والا - مترجم ] —

**مبنی** مبنی وہ ہے جس میں ہرگز کوئی تغیر واقع نہ ہو جیسے فارسی میں مضاف الیہ کے مضاف کی

جگھہ پر لانے کے وقت اضافت کا فک کسرہ اسی طرح اردو میں مثل، ھندوستان کا والی، زید کا غلام، ان کا الٹ، غلام زید کا، والی ھندوستان کا، ان فقروں میں 'غلام' یا 'والی' کے آخر کسرہ لگانا اس خیال سے کہ اصل غلام زید اور والئی ھندوستان تھا غلط ھے —

صفت موصوف | صفت موصوف سے پہلے آتی ھے، جیسے، برا آدمی، بھلا آدمی - صفت کا الف، مفعول اور جمع وغیرہ کی حالت میں یاء مجہول سے بدل جاتا ھے، جیسے، برے آدمیوں سے خدا پناہ میں رکھے، برے آدمیوں کو خدا غارت کرے، برے آدمیوں نے گھر خراب کئے ھیں، بروں سے ڈریے، برے سب زمانے میں کامیاب ھوتے ھیں - عدم تغیر سے ھماری غرض صفت سے پہلے موصوف کا لانا ھے —

وہ الفاظ جو جمع اور مفرد میں ایک ھی ھیں ۔ جیسے، لڈو، کدو، شلغم، ھاتھی وغیرہ -

اور وہ حاصل مصدر جو 'پن' سے بنایا جاے، جیسے شہدپن، لڑکپن، دیوانپن، بچپن کہ اصل میں شہداپن لڑکاپن، دیوانہ پن (یا دیوانا پن) اور بچہ پن (یا بچا پن) تھے - یعنی لازم ھے حروف محذوف کا ماقبل سکون پر مبنی ھو —

اور مرکب اعلام یعنی نام جو کئی کلموں سے مرکب ہوں
ان میں اول کلمہ کے آخر کا حرف ہمیشہ ساکن ہوگا'
جیسے احمد علی' حیدر علی' محمد حسین' احمد حسین'
محمد جعفر' مرتضی حسین - اسی طرح مبدل منہ
کی صورت میں جیسے' مرزا کلو بیگ' میر ملو' شیخ
مکھو' وغیرہ' مرزا' میر اور شیخ اور اسی قسم کے
اور کلمے جیسے امام جعفر صادق میں 'امام' اور
شاہ کلو میں 'شاہ' بابا فغانی میں 'بابا' اور
لالا بہاری میں 'لالا' مسر کر پارام میں 'مسر'
پنڈت منسارام میں' پنڈت' کاکا سندر داس میں
'کاکا' نواب نظام الملک میں نواب وغیرہ وغیرہ یہ
سب 'سکون' پر مبنی ہیں- اس صورت میں خواجۂ
نقشبند (مع ہمزۂ مکسور) اور شاہ کلو (مع کسرۂ هاء)
اور باباے فغانی (مع یاء مسکور) غلط ہے محض ہے -
ایسا ہی حال باقی کے الفاظ کا ہے - مختصر یہ کہ نحویوں
نے 'مبنی' کی آٹھ قسمیں قرار دی ہیں' ان میں
سے ایک مرکب ہے جس کی مثالیں ابھی دی گئیں -
[اس بحث کا لب لباب یہ ہے کہ علم یعنی نام میں
کسرۂ اضافت متروک نہیں ممنوع ہے' حال کی قواعد
کی کتابوں میں بھی یہ ممانعت قایم ہے ] —

—— * ——

## الیسویں فصل ، ضمیریں

اب ضمیروں کا ذکر کرتے ہیں ، یہ عربی میں بہتّر اور هندی میں پیلتیس ہیں —

**ضمیروں کی تفصیل**

پانچ منفصل فاعل کے لئے ، 'وہ ' یہ ' وو ' مفرد غایب مذکر و مونث کے لئے ، اور بعضوں کے نزدیک جمع کے لئے ' وے ' ( یاء مجہول ) ' لیکن ' وے ' کو فصحا استعمال نہیں کرتے اور اسے مکتب کے مُلاؤں کی زبان سمجھتے ہیں - مذکر اور مونث مفرد حاضر کے لئے 'تو ' فصیح ہے اور اردو متقدمین کی زبان میں ' تیں ' ہے - اور تم مذکر و مونث جمع حاضر کے لئے - متکلم مفرد مذکر و مونث کے لئے ' میں ' اور دونوں کی جمع میں ' هم ' —

**مفعول کی منفصل ضمیریں**

چهہ منفصل ضمیریں مفعول کے لئے ہیں (۱) مذکر و مونث واحد حاضر کے لئے ' جیسے ' تجھے میں ماروں گا (۲) مذکر و مونث جمع حاضر کے لئے ' جیسے ' تمہیں میں ماروں گا (۳) واحد متکلم مذکر و مونث کے لئے ' جیسے ' مجھے تو مارے گا (۴) جمع متکلم مذکر و مونث کے لئے ' جیسے ' ہمیں تو مارے گا (۵) واحد غایب مذکر و مونث کے لئے ' جیسے ' اُسے تو مارے گا (۶) جمع غایب مذکر و مونث

کے لیے' جیسے' انھیں تو مارے گا —

فاعل کی متصل ضمیریں

چھہ متصل ضمیریں فاعل کی ہیں (۱) کیا 'اُس نے' اور 'اُنّے'، اُنّے (نون مشدد) بھی صحیح ہے، یہ مثال مفرد غایب کی ہے (۲) جمع غایب، کیا انھوں نے (۳) واحد حاضر، کیا تو نے (۴) جمع حاضر، کیا تم نے (۵) واحد متکلم، کیا میں نے (۶) جمع متکلم، کیا ہم نے - ان ضمیروں میں تذکیر و تانیث کا امتیاز نہیں -

'میں نے کیا' یا 'کیا میں نے' کی جگہ 'میں کیا' یا 'کیا میں' [علامت فاعل کے اظہار کے بغیر] وغیرہ شہر کے غیر فصیحوں کی زبان ہے —

مفعول کی متصل ضمیریں

چھہ ضمیریں متصل مفعول کی ہیں، اور یہ وہی منفصل ضمیریں ہیں جن کا ذکر آگے آیا، اور 'مجھے' کی جگہ 'مجھکو' 'ہمیں' کی جگہ 'ہم کو'، 'اسے' کی جگہ 'اُس کو' 'انہیں' کی جگہ 'ان کو'، 'تجھے' کی جگہ 'تجھکو' 'ہمیں' کی جگہ 'ہم کو' بھی ٹھیک ہے - خواہ یہ کہو 'مجھے مارا' یا 'مجھکو مارا' دونوں برابر ہیں —

حرف کے متعلق متصل ضمیریں

چھہ اور متصل ضمیریں حرف کے متعلق ہیں، مثال مفرد غایب مذکر

و مونث ' ' اُس سے' اور اُن کی جمع ' اُن سے' - مفرد حاضر ہر دو جلس ' ' تجھ سے ' اور اُن کی جمع ' تم سے ' - مفرد متکلم ہر دو جلس ' ' مجھ سے ' اور جمع ہم سے —

اضافت کی متصل ضمیریں

اضافت کے لئے بھی چھ متصل ضمیریں ہیں - مفرد متکلم دونوں جلس ' غلام میرا ' اس کی جمع ' ' غلام ہمارا ' - مفرد حاضر دونوں جلس کے لئے ' ' غلام تیرا ' ' غلام تمھارا ' - مفرد و جمع غایب ہر دو جلس ' غلام اُس کا ' غلام اُن کا -

ضمیروں کی تعداد

فصحا کے نزدیک ضمایر کی میزان پینتیس ہے اور غیر فصیح چھتیس بتاتے ہیں کیونکہ یہ جماعت ضمیر منفصل غایب فاعل کے لئے جمع میں ' وے ' ( واؤ ' یاء مجہول ) قرار دیتے ہیں - یہ میزان ایک اور حساب سے غیر فصیحوں کے نزدیک تیس ٹھہرتی ہے اور فصیحوں کے نزدیک انتیس' اور اس صورت میں کہ ضمیر متصل مفعول کو شمار میں نہ لیا جاے اور ضمیر منفصل مفعول ہی کو کافی سمجھا جاے - ' تیں ' ( تو ) کو حساب میں داخل نہیں کر سکتے ' اس کی دو وجہ ہیں ' ایک تو یہ کہ یہ فصحا کی زبان نہیں اور دوسرے یہ دو مترادف الفاظ ایک لفظ کے مساوی ہوتے ہیں —

اور 'واسطے' 'لئے' اور 'خاطر' کے ساتھہ جو ضمیریں آتی هیں باوجود اس کے که اُن میں 'الف' یاء 'مجهول سے تبدیل هوتا هے وہ اضافت کی ضمیروں میں داخل هیں' جیسے' تیرے واسطے' تیرے لیے' (یاء مجهول سے الف بدلا گیا) اور تیری خاطر' (یہاں یاء معروف سے تبدیل هوا)- اسی طرح تمهارے واسطے' تمهارے لئے' تمهاری خاطر' اور' اس کے واسطے' اُس کے لئے' اُس کی خاطر' اور اُن کے واسطے' اُن کے لیے' اُن کی خاطر' اور میرے واسطے' میرے لئے میری خاطر' اور' همارے واسطے' همارے لئے' هماری خاطر —

' انهوں کے واسطے' یا 'لئے' اور 'انهوں کی خاطر' غیر فصیحوں کی زبان هے جب که 'اُن کے واسطے' یا 'لئے' اور 'اُن کی خاطر' فصیح هے —

' کنے ' (یاء مجهول) بمعنی نزدیک بهی 'واسطے' اور 'لئے' کے طریق پر مستعمل هے' جیسے میرے کنے- اور' واسطے' اور 'لئے' اردو اور فارسی میں مضاف شمار هوتے هیں اور عربی میں حروف جار —

' انهیں سے' اصل میں 'اُن هی سے' هے' لیکن اب نقل کا استعمال اصل سے بهتر سمجها جاتا هے —

' میرا '' تیرا ' کا جو 'میرے تیرے' بنا هے متغیرات میں

داخل نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ متغیر وہ ہے جس میں کسی مغیر کے سبب تغیر واقع ہوا ہو اور یہ اول دن ہی سے ایسا واقع ہوا ہے کسی کے تاثر کا اس میں دخل نہیں جیسے 'نے' 'پیڑا' کو 'پیڑے' بنا دیتا ہے اور یہ جمع نہیں بلکہ مفرد ہونے کی حالت میں 'مثال ایک پیڑے نے میرا معدہ خراب کیا ہے' یا 'کو' جو مفعولیت کی حالت میں مفعول کے بعد آتا ہے' مثال' ایک پیڑے کو بھی کھا نہیں سکتا ہوں - یا 'سے' مثال' ایک پیڑے سے ہمارا پیٹ کب بھرتا ہے - یا 'کا' (اضافت کے لئے) ایک پیڑے کا بھی پچانا تو مجھے دوبھر ہے —

— • —

## بیسوین فصل اسم اشارہ

اسماء اشارہ مبتدا کے لئے مفرد میں 'یہ' اور 'یے' مقرر ہیں اور جمع کے لئے 'یہ لوگ' اور 'یے لوگ - مثال' یہ برا ہے (مفرد مذکر کے لئے)' یہ بری ہے (مفرد مونث کے لئے) - مثال جمع مذکر' یہ لوگ سب اچھے ہیں' مثال جمع مونث' یہ سب اچھی ہیں - فعل لازم کے فاعل کے لئے بھی اسی طرح 'یہ' 'یے' 'یہ لوگ' 'یے لوگ' آتے ہیں' مثال' یہ موا' یے جیا' یہ موئی' یے اچھی ہوئی' یہ لوگ سب مرگئے' یہ سب مرگئیں - کبھی 'یہ

یہ لوگ، کی جگہ صرف ' یہ ' استعمال ہوتا ھے ' جیسے ' یہ سب مرگئے - متعدی کے فاعل ' یا چیز متعلق حرف کے ساتھہ اگر مفرد ہو تو 'اُس' مقرر ھے اور مفعول کے لئے بھی وھی 'اس' آتا ھے - مثال فاعل ' اس نے مجھے بہت ستایا ھے - مثال مفعول ' اُس کو میں بہت چاھتا ھوں - مثال متعلق حرف کے ساتھہ ' اس سے مجھے کچھہ غرض نہیں ' اور اگر جمع ھو تو فاعل کے لئے 'انھوں نے ' مفعول کے لئے 'انھوں کو' 'اُن کو' (دوسرا فصیح) متعلق مع حرف کے لئے 'انھوں سے' 'اُن سے' (اُن سے زیادہ فصیح ھے) - مثالیں ' انھوں نے ھمیں بہت عاجز کیا ھے 'ان کو خوب سا میں بھی خراب کرونگا ' اُن سے خدا پناہ میں رکھے - 'اس نے' فصحا کے روز مرہ میں ' اُنے ' بن جاتا ھے جو کچھہ فاعل، مفعول اور متعلق مع حرف کے بارے میں ابھی کہا گیا اس میں مذکر اور مونث کی تمیز نہیں -

— • —

## اکیسوین فصل

### موصولات

موصول جملہ کا ایک جز بمنزلۂ مبتدا کے ھوتا ھے اگرچہ ٹھیتھہ مبتدا نہیں ھوتا ' کیونکہ مبتدا تو اصلی جز ھوتا ھے مگر موصول غیر اصلی جز ھوتا ھے اور اصلی جز کی طرف راجع ھوتا ھے - موصول مفرد مذکر کے لئے ' جونسا '

اور' جو' اور جمع مذکر کے لئے 'جو نسے (یاء مجہول) اور 'جو' آتا ھے - اور مفرد مونث کے لئے جونسی (یاء معروف) اور 'جو' اور جمع میں 'جو نسیاں' اور 'جو'۔ فصحا جمع میں بھی 'جو نسی' استعمال کرتے ھیں '' جونسیاں' محتاط فصیحوں کے استعمال سے خارج ھے بلکہ اس کی جگہ 'جو' ان زبان پر ھے ' لیکن اردو کے خلاف نہیں۔ اور اسمائے موصول 'جس نے' 'جنّے' 'جنھوں نے' 'جس کو' 'جن کو' 'جس سے' 'جن سے' مذکر اور مونث کے لئے یکساں آتے ھیں - اور بعض عورتیں اور زنان مفتری [زن سیرت مرد] ھرجگہ 'جیم' کے بدلے 'کاف' بولتے ھیں ' اگرچہ یہ لوگ اھل اردو میں داخل ھیں مگر ایسا کرنا غلط ھے - یہاں تک جو ذکر موصول کا ھوا وہ سب صرف ذوی العقول سے متعلق ھے —

'جس' کی جگہ 'جس کسی' بھی صحیح ھے [بلکہ کسی قدر عمومیت کا رنگ تیز کر دیتا ھے ]' مثال ' ھم قایل اس رئیس کے ھیں جونسا رعیت پرور ھے ' ھم قایل اُس سردار کے ھیں جو رعیت پرور ھے - یہ مثال مفرد مذکر مبتدا کی ھے - مثال مونث مفرد مبتدا کی :- ھم قایل اس بیوی کے ھیں جونسی مفلس شوھر کی چاھنے والی ھے ' ھم قایل اس بیوی کے ھیں جو مفلوک شوھر کی چاھنے

والی ہے - مثال جمع مذکر مبتدا کی :- ہم قایل ان لوگوں کے ہیں جونسے مفلس آشنا پر فدا ہیں ' یا جو مفلس آشنا پر فدا ہیں - مثال جمع مونث مبتدا کی :- میں قایل ان بیویوں کا ہوں جونسی ( یا جونسیاں ' یا جو ) اپنے فقیر شوہر کی بادشاہ سے زیادہ چاہنے والی ہوں - فعل لازم کے مونث فاعل کی مثال ( کیونکہ فعل لازم بمنزلہ خبر کے ہے ) :- میں قایل اس رنڈی کا ہوں جو کل فیض آباد سے آئی ہے یا دلی کو گئی ہے - مذکر کی مثال :- میں قایل اس گوئیے کا ہوں جو کل قدم شریف میں آیا تھا —

اگر کوئی کہے کہ فعل لازم میں اس خصوصیت کا حصر کیوں رکھا گیا فعل متعدی بھی بمنزلہ خبر کے ہوسکتا ہے ' جیسے ' ' میں قایل اس کلاونت کا ہوں جو مظفر خاں کے سامنے بیٹھا کل گاتا تھا دھرپت کو ' اس کا جواب یہ ہے کہ فعل متعدی کا عمل صیغۂ ماضی میں ( جیسے مارا ' لایا ) زیادہ قوی ہے بمقابلہ ایسے صیغۂ ماضی میں جیسے ' لاتا ' اور ' لاتا تھا ' ہے ' اور حال و مستقبل تو داخل حساب ہی نہیں جس کی بحث صرف میں گزر چکی ہے - اور ہماری مراد بھی فعل متعدی سے وہ صیغۂ ماضی ہے جس کے ساتھ ' نے ' آے —

حاصل کلام ' جس نے ' فاعل مذکر و مونث مفرد کے

لئے ( 'جس نے' کی بجاے 'جنّے' بھی صحیح ہے )' اور جنھوں نے' جمع میں آتا ہے' مثال' قربان ان دوستوں کے ہوجیئے جنھوں نے دوستوں کے واسطے جان دی ہو- مونث کی بھی یہی مثال ہے - 'جس کو' اور 'جن کو' مفعولیت کے لئے بلا تمیز تذکیر و تانیث' پہلا مفرد اور دوسرا جمع کے لئے آتا ہے' مثال' آج خلعت دیا جناب عالی نے جس کو کل میاں آفریں اور میاں تحسین حضور میں لاے تھے' اور' آج میاں تحسین اور میاں آفرین حضور میں لاے اُن دونوں غریبوں کو کہ جن کو 'پرسوں جناب عالی نے برج پر سے دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ دو شخص نئے اس شہر میں نظر آے ہیں- مثال مونث :- آج دس ہزار روپے کا جواہر حضور سے اس رنڈی کو ملا جس کو پرسوں سونے کے کڑے عنایت ہوے تھے' اور' آج حکم حضور سے مہر مہلقا کو یوں پہنچا کہ چار گھڑی دن رہے ان رنڈیوں کو لے کر آؤ جن کو وارث علی مراد آباد سے ساتھ لے کر آیا تھا- 'جسے' اور 'جن سے' حرف سے متعلق ہوتا ہے' اس میں بھی مذکر اور مونث برابر ہیں' مثال مفرد مونث کی :- وہ رنڈی آج حضور میں خوب گائی جس سے پرسوں کلو خوب لڑی تھی- جمع مونث کی مثال :-

دو رنڈیاں آج حضور میں میر میڈتھا کی نالش لائی تھیں جن سے قلندر و ملیا کو لاگ ھے - مفرد مذکر کی مثال :- آج وہ گوئیا حضور میں آیا ھے جس سے شکر مکھن ھمیشہ برسر حساب تھے - جمع مذکر کی مثال :- آج دو گویے حضور میں حاضر ھیں کہ جن سے میر بولا قوال کے بیٹے دلی میں کبھی مقابلہ نہ کرسکتے تھے —

انہیں موقعوں پر 'جس' کی جگہ 'جس کسی' ٹھیک استعمال ہوتا ھے لیکن یہ صرف فاعل کی حالت میں اور 'جن کنھی' بھی - مثال، جن کنھی نے ھمیں دو روپے دیے ھم نے اسے دس روپے دیے - اور یہ اردو کے فصیحوں کی بھی زبان ھے [اب کوئی نہیں بولتا] —

الفاظ مذکور عربی کے الذی، التی، اللذان، الذین، اللذین، اللتان، اللتین اور اللاتی کے مقابل ھیں —
'جو کوئی'، 'جو صاحب'، 'جو لوگ'، فاعل کے لئے آتے ھیں، اور بہتر یہ ھے کہ تذکیر و تانیث اور مفرد و جمع کی حالت میں فعل میں ضمیر مذکر ھو، مثال مفرد :- جو کوئی ھمارے پاس آوے گا ھم بھی اُس کے پاس جائیں گے خواہ چنگیز خاں خواہ ہلو ترمذی ھو - 'جو ھمارے پاس آوے گا' کے ساتھہ بھی جملہ یونہی رھے گا، اور 'جو لوگ یا جو صاحب ھمارے پاس بیٹھیں گے خواہ ھفت ھزاری

امیر اور ساہوکار ہوں خواہ مُلّا اور مہتاب '

اور اگر فعل میں ضمیر مونث لانا ضرور ہو تو مونث میں ' جو ' یا ' کوئی ' کے بعد اسم مونث کا اظہار ہونا چاہیئے ( جو 'کوئی' سے ' جو ' بہتر ہے ) مثال ' جو عورت ہمیں چاہے گی ہم بھی اوسے چاہیں گے - اور یہ کہنا :- " جو ہمیں چاہے گی ہم بھی اُسے چاہیں گے " بلاغت سے دور ہے - اور جمع جو ' عورتیں ' کہنا چاہیئے ' یہ ذوی العقل کے لئے ہے اور مفعولیت اور حرف کے تعلق میں بھی مستعمل ہے ' جس ' اور ' جس کسی ' بھی اس جگہہ مناسب ہے - مثال منعول ' مفرد مذکر ہو یا مونث :- جس کو ہم کچھہ بیجا کہیں گے وہ بھی ہمیں کہیگا ' جس کسی کو ہم کچھہ بیجا کہیں گے وہ بھی ہمیں بیجا کہیگا- حرف کے ساتھہ متعلق کی مثال مفرد مذکر خواہ مونث' جس ( یا جس کسی ) سے ہم بیزار ہیں وہ بھی ہم سے بیزار ہے - مثال منعول جمع مذکر یا مونث :- جنھوں کو ہم ذلیل جانیں گے وہ بھی ہمیں ذلیل جانیں گے ' 'جنھوں' کی جگہہ 'جن لوگوں' یا 'جن صاحبوں' کہنا بھی درست ہے - مثال متعلق حرف جمع مذکر یا مونث:- جنھوں سے ہم الفت رکھتے ہیں وہ بھی ہم سے الفت رکھتے ہیں- بعض شخص ان لفظوں میں ' ہ ' کو حذف کر دیتے ہیں یعنی جنھوں ' انھوں ' جنھیں ' تمھیں ' تمھارا ' ہاتھہ ' ساتھہ ' ہونٹھہ

کے بدلے' جنوں' انوں' جنہیں' اُنہیں' تمیں' تمارا' ھات' سات' ھونٹ کہتے ھیں [اول الذکر الفاظ میں سے 'ھونٹھ' اب نہیں بولا جاتا' 'ھونٹ' ھی اس کا فصیح تلفظ ھے]' بعد کے سلسلے میں شروع کے چار پنجابیوں سے مخصوص بتاتے ھیں اور آخر کے پانچ خاص اُردو خیال کرتے ھیں' بعض شاعروں نے بھی ان کی پیروی اختیار کی ھے اور بعضوں نے 'انھوں' کو بھی ان الفاظ میں داخل کیا ھے - اور کوئی 'ہ' کو مسلم جانتا ھے' کوئی نہیں - 'سبھوں' بھی 'انھوں' کی طرح 'ہ' کے ساتھہ اور اس کے بغیر بھی بتاتے ھیں - یہ لفظ 'ہ' بغیر اگرچہ بعض اھل اردو کے نزدیک درست نہیں لیکن 'انھوں' سے زیادہ فصیح اور دلچسپ ھے - عربی میں ان سب لفظوں کے مقابل 'من' موصولہ ھی مستعمل ھے - زناخی اور دوگانا جان [عورتیں' ھمجولیاں] 'جو کوئی' اور 'جو' میں 'جیم' کو 'سین' سے بدلے بغیر نہیں رہ سکتیں' مثال' سو کوئی چاھے ھمیں کہہ لے ھم کچھہ کہتے نہیں' یا' سو بات تم نے کہی سو میں نے سنی' یا' سو چاھے سونہاں کا مالک ھو-

'جو کچھہ' اور' جو' فارسی کے 'ھر چہ' اور 'آنچہ' کا اورعربی کے 'ما' کا قایم مقام ھے' مثال' جوکچھہ تم چاھو سو فرماو' جو تم چاھتے ھو سو کرتے ھو' یہ مثالیں ذوی العقول کی ھیں'

زناخیاں ان میں بھی 'جیم' کو 'سین' سے بدل ڈالتی ہیں —

'کوئی سا' مفرد مذکر اور 'کوئی سی' مفرد مونث اور دونوں ذوی‌العقول کے لئے آتے ہیں جیسے 'دونوں گھوڑوں میں سے کوئی سا پسند کرو سو لو' شملوں میں سے کوئی سی پسند کرو سو لو - ان جملوں میں 'سو' کے بدلے 'تو' بھی کہہ سکتے ہیں —

— * —

## بائیسویں فصل
### کنایہ

کنایہ عدد یعنی 'کتنے'، 'کئی'، 'کے' کے لئے ہوتا ہے، اس کی تفصیل آگے آچکی ہے - بعضے 'کتنے' کا نون اڑا کر اور 'ت' کو مشدد کرکے 'کِتّے' بھی بولتے ہیں - 'کئی' اور 'کے' جمع پر دلالت کرتا ہے - 'کتنے' فرع ہے اور 'کتنا' اصل' اور اسی طرح 'کتنی' (یاء معروف)' کیوں کہ 'کتنے' جمع کے لئے آتا ہے اور جمع مفرد کی فرع ہے - 'کس قدر' بھی 'کتنے'، 'کتنی' یا 'کتنا' کا مرادف ہے —

— * —

## تیئیسویں فصل
### اسم بہ معنی فعل

چند لفظ ایسے ہیں جو ہیں تو اسم مگر معنی فعل

کے دیتے ہیں- جیسے ' ہاں جی ' یعنی جلدی کرو- مثلاً زید کو باندھ کر عمرو کے سامنے لاے ' عمرو اپنے نوکروں سے کہتا ہے ' ہاں جی ' یعنی دیر کیوں کرتے ہو ' جلدی اس کو پیٹو- اور « بیٹا بیٹا » سائیسوں کے الفاظ ہیں جو وہ گھوڑے کی شوخی کے وقت کہتے ہیں (جن سے مراد ہوتی ہے) "شوخی نہ کر" - بعضوں کے نزدیک یہ الفاظ اسماء افعال میں داخل نہیں بلکہ اس جگہ وہ حذف یا تقدیر کی صورت بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "بیٹا بیٹا" میں 'شوخی نہ کر ' محذوف ہے یا مقدر- اسی طرح "بھائی میرا" میں "اپنا کام کر" مقدر یا محذوف ہے- اسی طرح "ہاں جی" میں "جلدی کرو"—

اور اسماء افعال مرد کی زبان سے صادر ہوتے ہیں' اور "اوِ" [اُوئی ؟] عورتوں کی زبان سے جس کے معنی ہوتے ہیں "ٹھہرو" اور 'آیں' ' ہیں ' خواہ مرد کہے خواہ عورت ' بمعنی "چپ رہو یہ کیا اختلاط ہے » یا "بس کرو یہ کیا حرکت ہے"- اور 'بھلا ' بمعنی ' سمجھونگا ' اور ' بہت خوب ' (اُسی معنی میں) ' اور ' کہاں ' بمعنی ' یہاں نہ آنا ' اور ' ہوں' بمعنی چپ رہو-

— * —

## چوبیسویں فصل

### اسم صوت

صوت محض آواز کو کہتے ھیں جیسے 'تو' پودنہ کے لئے تاکہ وہ ھوشیار ھوجاے' کوے کی جورو' کوئل کو بولنے کی تحریک ھے' بچے کوئل کو یہ کہہ کر اُکساتے ھیں۔ 'آیں آیں' ماں باپ کو اپنے حال سے خبردار کرنے کے لئے بچوں کی آواز ھے۔ 'میل میل' 'بری بری' 'دھت دھت' مہاوتوں کی آواز ھے —

[نوٹ' اس کے بعد مصنف نے ظرف کا ذکر کیا ھے' جیسے آگے (پہلے)' پیچھے (بعد میں)' جب' جوں (یہ اب متروک ھے)' جوھیں (جونہی یا جونہیں)' جبھی' جس وقت' جس گھڑی۔ یہ سب ظرف زماں ھیں]۔

— * —

## پچیسویں فصل

### اسماء تعظیمی

اسماء تعظیمی یہ ھیں' 'جان' عورتوں کے القاب کے ساتھہ آتا ھے اعلام [ناموں] کے ساتھہ نہیں کیونکہ "بھکمی جان آئی" کہتے ھیں [یہاں جان علم کے ساتھہ مربوط ھوا ھے] اور اگر کوئی تعظیماً 'آئیں' کہے تو یہ اس کی تواضع ھے ورنہ فصحا کے روز مرہ کے خلاف ھے' جب

کہ ' اماں جان " ' انا جان ' ' باجی جان " ' خالا جان '
' چچی جان ' ' ممانی جان ' ' پھپھی جان ' میں تعظیماً
" آئیں " کہنا فصیح ہے اور " آئی " سے بہتر ہے - ' بی '
' بیا ' ' بی بی ' جب تمام کے پہلے آے تو فعل جمع لانا
چاھئے جیسے ' بی بلّو آئیں ' بی بی گنّا آئیں —

' جان ' اور ' جی ' مذکر میں بھی تعظیم کا فائدہ
دیتا ہے ' جیسے ' باوا جان ' چچا جان ' عمو جان ' خالو جان '
پھپھا جان ' بھائی جان ' اور باوا جی ' اخون جی '
استاد جی ' میاں جی - " باوا جان " دوسرے مرکبوں کے
ساتھہ " آیا " وغیرہ فعل مفرد کا استعمال معیوب ہے '
بلکہ " آے " وغیرہ استعمال کرنا چاھئے —

اور ' صاحب ' کا لفظ مذکر اور مونث دونوں میں
تعظیم کا فایدہ دیتا ہے اور اس کے ساتھہ فعل وغیرہ
سب جمع آتے ھیں مثلاً ' باوا صاحب ' بھائی صاحب '
اما صاحب ' خالا صاحب ' پھپھی صاحب ' بیگم صاحب '
خانم صاحب آے ' کہنا چاھئے ' ' آیا ' نہیں - اسی طرح
' بیگم صاحب آئی ' کہنا درست نہیں ' آئیں ' کہنا
چاھئے جو اُردو کا روز مرہ ہے —

میاں ' قبلہ ' سائیں ' یہ فقیروں کے لقب ھیں - ان
کے ساتھہ بھی فعل جمع آتا ہے —

'اجی' مرد اور عورت کے لئے مشترک ہے - 'اجی اٹھو' کہنا صحیح ہے' اور 'اجی اُٹھ' غلط - کیوں کہ اس میں تحقیر پائی جاتی ہے —

مذکر ہو یا مونث جب اس کے ساتھ 'جان' یا 'جی' نہ ہو تو فعل تعظیمی جمع کے صیغہ میں نہ ہوگا، جیسے ' اس کا باوا آیا' زید کا باپ آیا، عمرو کی ماں آئی' فلانے کی بہن آئی-[ آج کل اُردو کا یہ روزمرہ نہیں' اب کہتے ہیں' زید کے والد جنت کو سدھارے' عمرو کے چچا اب اچھے ہیں' کہو بھئی اب بھابی کیسی ہیں' خالد کی ماں دھلی سے آگئیں' بھائی ابھی لکھنؤ نہیں گئے ] —

لالہ' چچا' بھیا' بھائی فعل میں مشترک ہیں' 'لالہ آیا' اور 'لالہ آئے' دونوں یکساں ہیں -

باقی القاب 'لالہ' کے سے مثل میر' مرزا' شیخ' نواب' مولوی' ملا' میاں (لقب کی طور پر نہ بمعنی' 'والد' جیسا کہ بعض بیرونی استعمال کرتے ہیں)، میراں مہاراج' رائے وغیرہ تعظیمی جمع فعل میں چاھتے ہیں' جیسے' شیخ ولی محمد آئے' نواب احترام الدولہ آئے - لیکن ولی محمد آیا' احترام الدولہ آیا' نہ کہ آئے * اور مولوی مبھن آئے' میراں سید بڑے آئے - مہاراج

* آج کل کہیں گے' احترام الدولہ آئے' آسماں جاہ گئے -

( باقی بر صفحہ آئندہ )

آئے، رائے گمانی مل آئے —

دهقانی مہر گھسیتا اور مہر مسیتا کو مہر گھسیتے اور مہر مسیتے کہتے هیں —

— * —

# باب ششم

## فعل

## پہلی فصل

## فعل ناقص

**فعل لازم و متعدی** فعل کی کئی قسمیں هیں، ایک وہ جو صرف فاعل کو چاهے، اسے فعل لازم کہتے هیں، جیسے، آیا زید - دوسرا وہ جو فاعل اور مفعول کو چاهے، اسے فعل متعدی کہتے هیں، جیسے، مارا زید نے عمرو کو - ان کی تفصیل آگے آچکی هے —

**فعل ناقص** فعل ناقص وہ فعل هے جس کا فاعل مبتدا سے وابستہ هو اور اس کی خبر اسم فاعل

(بہ سلسلۂ گذشتہ)

یعنی السلطنت حیدر آباد میں هیں - آج کل بڑوں کی تعظیم کا احساس سید انشا کے زمانے کے مقابلہ میں شاید زیادہ هوگیا هے، مگر شکایت تو یہ سنی جاتی هے کہ اب بڑوں اور بزرگوں کی تعظیم وہ نہیں رهی جو پہلے تھی - یہ کچھ هی هو عہد حاضر کا روز مرہ یہی هے - (مترجم)

یا مفعول یا اس کے مشابہ مثلاً صفت مشبہ وغیرہ ہو اور شاذ و نادر اسم جامد ہو ۔ افعال تام کا ذکر اور مثالیں پہلے کافی آچکی ہیں جن کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں - لہذا افعال ناقص کا ذکر کیا جاتا ہے —

اردو میں چند لفظ ہیں جیسے ، تھا ، ہوا ، ہو گیا ، بنا ، واقع ہوا ، ٹھہرا ، مقرر ہوا ، ٹھہر گیا ، بن گیا ، مقرر ہو گیا ، نکلا ، اور نکل پڑا ۔ یہ افعال ناقصہ ہیں - مثال :- تھا زید بیٹھا ، ہوا زید ذلیل ، ہو گیا زید تباہ ، بنا زید سانگ ہولی کا ، واقع ہوا زید مسخرا ، ٹھہرا زید لڑکوں کا کھلونا ، مقرر ہوا زید یاروں کا بھڑوا ، ٹھہر گیا زید گانے سے ڈومڑا ، بن گیا زید بھانڈ ، مقرر ہو گیا زید بھانمتا ، نکلا زید شہدا ، نکل پڑا زید لچا - جامد کی مثال ، ہوا زید عمرو - یہ ہندی میں عربی کے لفظی ترجمے ہیں ورنہ ہندی میں فعل ناقص مبتدا اور خبر کے بعد آتا ہے ، مثال :- زید بیٹھا ہوا تھا ، زید ذلیل ہوا ، زید تباہ ہو گیا ، زید ہولی کا سانگ بنا ، زید مسخرا واقع ہوا ، زید لڑکوں کا کھلونا ٹھہرا ، زید یاروں کا بھڑوا مقرر ہوا ، زید گانے سے ڈومڑا ٹھہر گیا ، زید بھانڈ بن گیا ، زید بھانمتا مقرر ہوا ، زید شہدا نکلا ، زید لچا نکل پڑا —

ان کے سوا بھی افعال ناقصہ کا استعمال درست ہے لیکن طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کیا گیا - عرب کے نحویوں کی اصطلاح سے مجبوری ہے ورنہ راقم آثم کے نزدیک فعل متعدی اور جس کو 'حال' کی احتیاج ہو وہ بھی ناقص ہے کیونکہ تمام افعال متعدی مفعول بہ کے ذکر کے بغیر اور جملہ جو حال کا محتاج ہو حال کے ذکر کے بغیر تمام نہیں ہوتے —

**فعل تام** | فعل تام وہ ہے جس کا جملہ کسی چیز کا محتاج نہ ہو، جیسے' آیا زید ' جو فعل لازم ہے، لیکن صاف ظاہر ہے کہ جب' مارا زید نے کہا جائے گا تو جب 'عمرو کو ' نہ کہیں جملہ پورا نہ ہوگا، اس لیے 'مارا زید نے' فعل ناقص ہوا - اور' اتھا زید روتا ہوا' دیکھا میں نے زید کو ھنستا ہوا - پہلا جملہ بغیر 'روتا ہوا' کے اور دوسرا ' ھنستا ہوا' کے نا تمام رہتا ہے - جملہ ھندی میں' بات ' اور عربی میں 'کلام' ہے -

**افعال مقاربت** | افعال مقاربت امید وغیرہ کے اظہار کے لیے آتے ہیں، جیسے' ایسا ہووے ' یوں ہووے' اس طرح ہووے ' دیکھیے' خدا جانے' کون جانتا ہے - شرط یہ ہے کہ اس جملہ فعلیہ میں جو ان فعلوں کے بعد مذکور ہوتا ہے' کان بیانیہ' ضرور آئے' مثال'

ایسا ہووے کہ زید آج آوے ، یوں ہووے کہ عمرو کل گھر جاوے ، اس طرح ہووے کہ بکرکو تپ دق ہوجاوے ، دیکھیے کہ آج فیض آباد سے بہلیں آتی ہیں یا نہیں ، خدا جانے کہ آج فیض آباد سے چھکڑے روپے کے آتے ہیں یا نہیں ، کون جانے کہ فیض آباد سے روپے کے چھکڑے کل آویں گے یا نہیں ، کون جانتا ہے (کیا جانیے) کہ میوہ ولایت کا دلی میں آچکا یا نہیں - بعضے باہر والے 'کیا جانیے' کی جگہ 'کیا جانے' بولتے ہیں —

حرف نفی جو حرف تردید یعنی 'یا' کے بعد آتا ہے اردو کے روز مرہ کی رعایت سے ہے یا نسبت کے ثبوت کا کام دیتا ہے اور وہ حرف تردید یا حرف نفی کے بغیر بھی حاصل ہے —

**افعال مدح و ذم**

افعال مدح و ذم یہ ہیں :- پڑھا ، کھلا ، کُھلا ، مُوا ، ٹوٹا ، پھٹا ، لٹّا ، چھکا ، دھوا ، چمکا ، بگڑا ، کِھلا - یہ سب ماضی کے صیغے ہیں ، ان میں سے بعضے مدح اور بعضے ذم کے مقام میں آتے ہیں - یہ چھہ مدح کے لئے ہیں :- پڑھا ، کھلا ، کُھلا ، کِھلا ، ھوا ، چمکا - مثال ، پڑھا آدمی ہے زید ، کھلا آدمی ہے زید ، کُھلا مکان ہے صحرا ، دھوا [اب دھویا کہیں گے] کپڑا ہے بدن زید کا ، چمکا ستارا ہے مکھڑا گُنا کا ، کِھلا پھول ہے دھانا

بلو کا۔ ذم کے افعال بھی چھہ ھیں یعنی ' سُوا ' توتا ' پھٹا ' لٹا ' چھکا ' بگڑا - مثال :- مُوئی جوں ھے زید ' توتا حقہ ھے سر زید کا ' پھٹا دود ھے بدن عمرو کا ' لٹا مغل ھے زید ' چھکا اونٹ ھے زید ' بگڑا ھاتھی ھے زید —

ایسے ھی اور بہت سے الفاظ مدح اور ذم کے لئے ھیں ' جیسے ' ' پھلا پھولا ' مدح کے لئے اور ' سوجا پھولا ' ذم کے لئے ' مثال ' پھلا پھولا درخت زید ھے ' سوجا پھولا بیل عمرو ھے ' علیٰ ھذا القیاس —

**بحث** | بعضے اس قول کو قبول نہیں کرتے اور کہتے ھیں کہ اس قسم کے الفاظ جو شکل میں ماضی جیسے دکھائی دیتے ھیں مدح اور ذم کے الفاظ نہیں کہے جا سکتے کیونکہ وہ اصل میں صفت مشبہ ھیں اور صفت مشبہ کو فعل نہیں کہتے بلکہ وہ اسم کی ایک قسم ھے ' اور اس طرح کے الفاظ ھر مادہ سے ' ھوا ' کے حذف کے بعد جو فعل ماضی میں صفت مشبہ کی علامت ھے پیدا ھو سکتے ھیں ' اس وجہ سے کہ ' چمکا ' کے معنی ھیں چمکا ھوا اور ' پڑھا ' کے معنی ھیں پڑھا ھوا ' ' گھلا ' کے معنی ھیں گھلا ھوا ' علیٰ ھذا القیاس - پس مدح اور ذم کے الفاظ سے وہ چند الفاظ مراد ھیں جو اوپر لکھے گئے نہ یہ کہ وہ صفت مشبہ کے صیغوں کی طرح جو فعل کے مشابہ ھے

بے شمار ھیں —

مختصر یہ کہ اس فرقہ کے نزدیک مدح اور ذم کے فعل چار سے زیادہ نہیں اور یہ ھیں 'اچھا' اور 'بھلا' مدح کےلئے جیسے اچھا آدمی ھے زید' بھلا آدمی ھے زید- اور دو ذم کےلئے' 'برا' اور 'بھونڈا' جیسے برا آدمی ھے زید' بھونڈا آدمی ھے زید - جو اور لفظ ان لفظوں کے معنی اور آخر میں ان سے شباھت رکھتے ھوں وہ بھی ان میں داخل ھیں' جیسے' کھوٹا آدمی ھے زید - اس فرقہ کی راے فرقۂ اول الذکر کی نسبت صحت کے زیادہ قریب ھے کیونکہ ایسے الفاظ بے شمار نہیں بلکہ کم ھیں' چنانچہ عربی میں چار سے زیادہ نہیں یعنی' نعم' حبّذا' بِئس' ساء - شاید لغت یا کتابوں میں ان کے سوا بھی الفاظ ملیں لیکن وہ ماضی کے صیغوں سے نکلے ھوے صفت مشبہ نہیں ھوں گے —

لیکن فرقۂ اول جو ان الفاظ پر معترض ھے اپنے دعوے کے ثبوت میں کہتا ھے کہ صفت مشبہ' ھوا' کے بغیر ثابت نہیں ھوتی جیسے 'چوکا ھوا' بغیر' ھوا' کے ماضی کا صیغہ ھے' اور فعل میں حذف کے قاعدہ کا بیان اس مقام میں ضرور نہیں - اردو میں ان لفظوں کی کثرت کو عربی میں ان کی قلت سے مقابل کرنا بھی بیجا بحث ھے اور اچھا' بھلا' برا' بھونڈا' کو جو مدح اور ذم

کے لئے اسماے موضوعہ ہیں افعال قرار دینا محض تکلف ہے - 'بھلا' کب ماضی کا صیغہ تھا اور کون اردو داں اس کو ماضی سمجھتا ہے' یہی حال 'اچھا' 'برا' اور 'بھونڈا' کا ہے' جب کہ 'چمکا' 'کھلا' دونوں ماضی کے صیغے ہیں' مثال' آج اور ہی ستارا چمکا' آج نیا پھول کھلا - اگرچہ بادی النظر میں یہ اعتراض مضبوط معلوم ہوتا ہے لیکن اہل تحقیق کے نزدیک بہت کمزور ہے کیونکہ 'نعم' 'حبذا' 'بئس' اور 'ساء' بھی اسم سے جداگانہ جو مدح اور ذم سے مخصوص ہو استعمال میں نہیں آتے جیسے نعم الرجل زید' 'نعم' فعل 'رجل' فاعل زید مخصوص بالمدح' اسی طرح باقی کے الفاظ - اور مدح یا ذم سے مخصوص اسم کے بغیر ان کا استعمال ماضی ہونے کی قید سے ان الفاظ کو آزاد نہیں کرتا - اور جب کہ یہ چاروں لفظ عربی میں ہرگز ماضی کے صیغے میں یا اس کی مثل مستعمل نہیں ہیں اور اگر فعل ماضی قبول کرلیا جاے تو 'بھلا' 'اچھا' 'برا' 'بھونڈا' نے کیا قصور کیا ہے کہ ان کو اردو میں صیغہ ماضی نہ کہیں کیونکہ 'الف' جو ان کلموں کے آخر میں ہے صیغہ ماضی کی علامت ہے بلکہ یہ الفاظ عربی کے مذکورہ چار الفاظ کی نسبت ماضی کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں اس وجہ

سے کہ عربی میں ابواب ثلاثی مجرد میں صیغۂ ماضی معروف کا اول حرف مفتوح ہوا کرتا ہے اور 'نعم' میں اس کے خلاف ہے اگرچہ یہ لفظ اصل نعم (نون مفتوح اور عین مکسور) تھا' لیکن استدلال مشہور اور مستعمل سے ہوا کرتا ہے - اور اردو میں یہ قیدیں عاید نہیں ہوتیں - اور اردو میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ماضی کا اول حرف مفتوح ہو یا مضموم یا مکسور ہو' اس لئے 'ہوا' کے وزن کے برابر ماضی کا صیغہ بغیر نقل کے ہے اور 'نعم' نقل ہے' اور اصیل لفظ کی ترجیح غیر اصیل لفظ پر جو نقل سے حاصل ہوا ہو ظاہر ہے بحث کی محتاج نہیں —

**افعال قلوب** | دوسرے افعال قلوب ہیں یہ ہمیشہ دو مفعول کو چاہتے ہیں' جیسے ' جانا میں نے زید کو فاضل' پہچانا میں نے زید کو غنی (یا عاقل) ' سمجھا میں نے زید کو احمق' دریافت کیا میں نے زید کو چھچھورا' معلوم کیا میں نے زید کو بیہودہ' پایا میں نے زید کو نا آشنا - اور دوسرے افعال جن سے یہ معنی پیدا ہوں —

## دوسری فصل

### اُن حروف کا بیان جن کے بغیر اکثر موضوعوں میں کلام کا ربط ناممکن ہے

اردو کے طالبوں پر واضح ہو کہ حرف اصل میں وہی حرف ہیں جن کا ذکر کتاب کے شروع میں آ چکا ہے ' لیکن نحویوں کی اصطلاح میں اس چیز سے عبارت ہے جس سے کلام کا ربط درست ہو - بعض کلام اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے ' زید آیا ' عمرو گیا '- لیکن متکلم کو ان کی ضرورت اکثر ہوا کرتی ہے۔

سے | اُن میں سے ایک حرف 'سے' (یاء مجہول) ہے ' مثال' ہم سے آپ کیوں خفا ہیں - یہ لفظ تو فصحا بولتے ہیں ' غیر فصیح اس کو کئی شکلیں دیتے ہیں :-

ہندو 'سیں' (سین مفتوح نون غنہ) بولتے ہیں اور سیں (سین مکسور نون غنہ) وہ لوگ بھی اور بعضے مسلمان بھی بولتے ہیں —

'سوں' (وزن چوں) سادات بارھہ کی اولاد وغیرہ کی زبان ہے —

'ستی' (سین مکسور یاء معروف اور 'سیتی' (یاء اول مجہول) اردو کے متقدمین کی زبان ہے —

میں | میں (یاء مجہول نون غنہ) فصحا کی زبان ہے —

'مِیں' (میم مفتوح) اسی ظرفیت کے معنی میں ہندو بولتے ہیں —

'موں' (واو مجہول) شہر کے قدیموں کی زبان ہے -

پر | 'پر' جیسے 'میں گھوڑے پر خوب چڑھتا ہوں' بعض فصحا اس پر الف اور واؤ معروف بڑھا کر اُوپر بولتے ہیں' بعضے واو کو الف میں غایب کر کے 'اپر' (وزن ہنر) تلفظ کرتے ہیں اور شعر میں باندھتے ہیں' اُن کی گردن پر فصاحت کا خون ثابت ہے —

'پر' لیکن کے معنی میں بھی آتا ہے' مثال میں آپ کے گھر چلتا ہوں پر ایک شرط سے کہ بتکلف پیش نہ آؤ - مُل (میم مضموم) بھی یہی معنی دیتا ہے - [مُل اس معنی میں مدت ہوئی اردو سے خارج ہے] -

تک | 'تک' (بالفتحہ) انتہا کے لئے آتا ہے' 'تلک' (لام کی زیادتی سے) بھی اسی معنی میں آتا ہے- یہ دونوں لفظ فصحا کی زبان پر جاری ہیں —

'لگ' غیر فصیح ہے' 'تلگ' بھی بعضے بولتے ہیں جو غیر فصیح ہے-

حروف ایجاب | حروف ایجاب یہ ہیں :- ہاں' کیوں' ہوں' کیا ہے' نہیں کیوں' کیوں نہیں' کس واسطے نہیں' ٹھیک' ہاں جی' جی' جی صاحب' جی ہاں-

'ہاں' ندا کے جواب میں کہا جاتا ہے اگر ندا کرنے

والا منادی کا همسر اور هم رتبه هو —

'هوں' 'هاں' کی مثل هے —

'کیوں' 'کیا هے' بھی منادی کا جواب هے اگر وه رتبه میں کم هو —

'نهیں کهوں' 'کیوں نهیں' عربی کے 'بلے' کے قایم مقام هیں ' اگر کوئی کسی سے کهے :— کیا میں تمهارا دوست اور غمخوار نهیں هوں تو جواب میں کهنا چاهئے " کیوں نهیں " یا " نهیں کیوں " یعنی 'تم هو' اگر اُس کی جگه اس شخص کے دل میں هو —

'کسواسطے نهیں' 'نهیں کس واسطے' 'کس لئے نهیں' 'نهیں کس لئے' 'کیونکر نهیں' 'نهیں کیونکر' 'کس طرح نهیں' 'نهیں کس طرح' 'کس طرح سے نهیں' 'نهیں کس طرح سے' اور جوان کے مرادف هوں یا وهی مطلب رکھتے هوں جیسے 'یه کیا بات هے' یه سب " نهیں کیوں " کی طرح طرف ثانی کے کلام سے نفی کا رد کرتے هیں - اور 'کس واسطے' بغیر 'نهیں' کے بھی حرف نفی هے اور 'کس واسطے نهیں' کا قایم مقام هے —

'ٹھیک' دوسرے موضوع کی تصدیق کرتا هے ' مثال ' " جو نجیب زاده هوگا وه ماں باپ کا ادب کرے گا " یه قایل کا کلام هے ' سامع اس کا جواب دیتا هے " ٹھیک " -

یعنی تم سچ کہتے ہو —

' ہاں جی ' ندا کرنے والے کو جواب ہے جو منادیٰ سے رتبہ میں بڑا ہے —

' ہاں جی ہاں '، ' ہاں ہاں '، ' ہوں ہوں '، ' آں '، ' اُوں ' (یہ سب نون غنہ کے ساتھ ) ' آرے ' اور ' بلے ' کے معنی رکھتے ہیں - اور فقط ' ہاں '، ہوں '، ہاں جی ' بھی اسی معنی میں بولتے ہیں —

' جی '، ' جی صاحب ' بھی سامع کی طرف سے اُس سے بڑے رتبہ والے کو جواب ہے —

' جی ہاں ' تصدیق کے لئے نہایت مجبوری کی حالت میں تکلف کے ساتھ آتا ہے —

' بیچ ' ظرفیت کے لئے آتا ہے ' لیکن قصداً اس سے پہلے ' کے ' ( یاء مجہول ) ضرور لاتے ہیں ' جیسے ' چمن کے بیچ - اگرچہ " چمن بیچ " بھی شہر کی زبان ہے لیکن زیادہ فصیح وہی ہے - اور '' چمن میں ' دونوں سے بہتر ہے - اور شہر کے بعض رہنے والے " چمن کے بیچ میں " بھی بول جاتے ہیں ' یہ بہت ہی قبیح ہے - " گھر بیچ میں " بھی دھلی کے ھندؤں کی زبان ہے —

' کا ہے کو ' ' کیوں ' ' کس سبب سے ' ' کس جہت سے ' ' کسواسطے ' ' کسلئے ' فارسی کے ' چوں ' و '' چرا ' کے معنی

دیتے ھیں - ان میں سے ' کیوں ' اور ' کس واسطے ' زیادہ فصیح ھیں - ' کاھیکو ' اور دوسرے الفاظ بھی فصیح ھیں - ' جوں ' (واؤ مجہول نون غنہ) اس معنی میں اکبر آبادی ھندؤں اور شہر کے بعض پاجیوں کی زبان ھے —

' سا ' حرف تشبیہ ھے ' مثال ' چنار سا بڑا درخت ھندوستان میں کوئی نہیں - مفرد کے لئے ' سا ' جمع کے لئے ' سے ' (یاء مجہول) آتا ھے ' مثال ' چنار سے درخت ھندوستان میں ھزاروں ھیں - مونث کے لئے ' سی ' (یاء معروف) آتا ھے ' مثال ' کفاسی پری اندر کے اکھاڑے میں ایک بھی نہیں - جمع مونث کے لئے بھی ' سی ' زیادہ فصیح ھے ' ' سیاں ' بھی بولتے ھیں ' مثال ' بلو یا مغلو سی ' یا ' بلو یا مغلو سیاں پریاں اندر کے اکھاڑے میں کسی نے دیکھی ھیں - ' سا ' غیر ذوی العقول کے آخر کے الف کو یاء مجہول سے بدل دیتا ھے ' مثال ' خربوزے سا لذیذ میوہ میرے نزدیک دوسرا نہیں - خربوزہ ھندی کے قاعدے کے موافق خربوزا ھوا ' جب حرف تشبیہ اُس سے آکر ملا تو ' الف ' یاء مجہول سے بدل گیا - اور جس جگہ ' الف ' قایم رھتا ھے وھاں مشبہ اور مشبہ بہ کی صورت ھوگی ' مثال ' وہ بوتا سا قد کیا جانے کہ کیا قیامت برپا کرے گا - یعنی وہ قد کہ ایک بوتا ھے کیا

جانے کہ کیا قیامت برپا کریگا ' قد مشبہ یعنی جس کو تشبیہہ دی گئی ' بوٹا مشبہ بہ یعنی جس سے تشبیہ دی گئی - مشبہ اور مشبہ بہ کی بحث فن بیان میں مفصل آئیگی ' یہاں بھی خیال رکھنا چاھیئے کہ شعرا جو یار کے رخسارے کو سورج ' چاند ' پھول ' آئینہ اور مصحف کے برابر کہتے ھیں ' اس میں رخسارہ مشبہ ھے اور سورج وغیرہ مشبہ بہ ھیں —

یہ بھی قاعدہ ھے کہ مشبہ سے مشبہ بہ کئی درجہ اعلی اور بہتر تلاش کیا جاتا ہے ' اس صورت میں مشبہ اور مشبہ بہ کا تقابل مشبہ کے کہ علوئے مرتبہ کا باعث ھوتا ھے اس سبب سے اردو کے بلیغ اصحاب کے نزدیک حرف تشبیہہ کا عمل یعنی آخر لفظ کے ' الف ' کو یاء مجہول سے بدلنا واھیات ہے کیونکہ ' سا ' اس کی اجازت نہیں دیتا اس وجہ سے کہ وہ حرف تشبیہ ھے اور وہ دونوں لفظوں [ بوٹا اور قد ] کے درمیاں حرف تشبیہ واقع ہوا ھے ' بلکہ ایک دوسرے کی مانند سمجھا جاتا ہے —

' جیسا ' مفرد مذکر کے لئے ' ' جیسے ' ' جمع مذکر کے لئے - ' جیسی ' ( یاء معروف ) مفرد مونث کے لئے اور ' جیسیاں ' جمع مونث کے لئے ' سا ' حرف تشبیہہ کی مثل آتے ھیں - مثال : تیرے قد جیسا ایک بوٹا باغ میں نہیں ' باقی

کو بھی اس پر قیاس کرلیا جائے -

'ایسا'، 'ویسا'، 'کیسا' - مغل پورہ والے 'ایسا' کو 'اس سا'، اور 'اس' جیسا' کہتے ہیں یہ بھی اُردو دانوں کے نزدیک فصیح اور صحیح ہے - 'ویسا' کو 'اوس سا' بولتے ہیں یہ اُردو نہیں پنجاب کا لفظ ہے —

'گویا'، 'کاش'، 'شاید' 'اگر' - یہ، بالترتیب حروف تشبیہہ و تمنی و ترجی' [امید، توقع رکھنا] و شرط ہیں - اور فارسی ہیں - 'اگر' - کا یہ حال ہے کہ کبھی تو وہ استعمال کیا جاتاہےاور 'کبھی'جو' مثال جو' (یا' اگر) تم ہمیں دوست رکھوگے تو ہم بھی تمہیں دوست رکھیں گے - باقی کے تینوں حرف اردو میں اسی طرح اور اسی محل پر استعمال ہوتے ہیں جس طرح فارسی میں - ان کے مقابل حروف اردو میں نہیں ہیں۔ مگر اهل دارالخلافه نے 'شاید' کی جگہ 'چاهئے' تراشا ہے - مثال بڑے بھائی بھی چاهئے که شام تک آویں - لیکن 'شاید' اکثر استعمال ہوتا ہے -

'گویا' اور 'کاش' اردو میں مثل فارسی کے استعمال ہوتے ہیں 'کہے تو' - اور 'تو کہے' جو 'تو گوئی' اور 'گوئی' تو' کا ترجمہ ہے میر محمد تقی میر کی ایجاد ہے' یہ اردو لفظ نہیں، شعر میں میر [صاحب] کی تقلید اور تتبع میں باندہ سکتے ہیں' روز مرہ

میں داخل نہیں —

'جوں' (واؤ مجہول) حرف تشبیہہ ہے ۔ بمعنی گویا ہو سکتا ہے لیکن 'گویا' کی جگہ اس کا استعمال صاحبان اردو کے نزدیک ثابت نہیں بلکہ حرف تشبیہہ کے معنی میں بھی شاہ جہان آباد میں مستعمل نہیں' ریختہ گویوں نے زبر دستی اس کو اردو بنا لیا ہے - لیکن بولتا اس کو کوئی نہیں' ممکن ہے اردو ہو —

اور بعضوں کے نزدیک 'جیسے' 'گویا' کا مرادف ہے' مثال ' فلانا ایسا غراتا ہے جیسے شیر - لیکن سمجھدار اس کو بھی ایک حرف تشبیہہ جانتے ہیں - اگرچہ 'گویا' بھی اسی قبیل سے ہے لیکن استعمال کے موقع جدا جدا ہیں - فارسی میں جہاں' چوں' استعمال ہوگا وہاں 'گویا' نہیں کہہ سکیگا - اور جو [ اردو کا لفظ ] ' چوں ' کا مرادف ہو وہ 'چوں' کا قایم مقام ہے- مثلاً یہ جو جملہ ہے- فلانے چوں شیر ژیاں می غرد' اس میں 'بسان شیر ژیاں' برنگ شیر ژیاں ' مثل شیر ژیاں' شیرژیاں آسا ' شیر ژیاں وار' بھی بجاے 'چوں' شیر ژیاں آسکتا ہے' بخلاف اس کے کہ ' فلانے گویا شیر ژیاں می غرد' یا ' فلانے پنداری شیر ژیاں می غرد- اور اس عبارت میں :— "از پردہ بر انداختن فلانے خانۂ تاریک جگر سوختگاں روشن می

شود گویا رویش شمع فروزاں است " 'گویا' 'گویا' کو حرف تشبیہہ بتانا بیجا ہے - 'اگر گویا' کی جگہ 'چوں' رکھدیں اور کہیں - رویش چوں شمع فروزان است ' تو مطلب خبط ہو جائے گا - دوسرا فقرہ [ جس میں چوں داخل ہے ] شروع میں 'کاف بیانی مانگتا ہے تاکہ مطلب پورا ہو - پس اس سے ثابت ہے کہ 'گویا کے استعمال کا محل تشبیہہ کا مقام نہیں - اور بعضے فصیح گویا کے بدلے کوئی جانے کہتے ہیں اور بعضے کوئی کہے - مثال آپ تو ہم سے اس قدر اکڑتے ہیں کہ جس کا ٹھکانا نہیں کوئی جانے ہم تمہارے زرخرید غلام ہیں - یا کوئی کہے ہم تمہارے زرخرید غلام ہیں - اس عبارت میں کوئی جانے کی جگہ حرف تشبیہہ کا استعمال مفسد عبارت ہے ' تم بھی مجھ سے اتنا اکڑتے ہو کہ جس کا حساب نہیں تمہارے باپ کا غلام جیسا ( یا ' غلام سا ) ہوں - اور بعض جاہل لوگ کوئی جانے کی جگہ ' جانو ' اور جانئے بولتے ہیں - مختصر یہ کہ کوئی جانے شہر کے فصحا کی زبان ہے اور اہل اردو کی زبان پر جاری ہے* - لیکن چونکہ فارسی

* گویا ' گوئیا - تو گوئی فارسی کلموں کا مرادف ہندی کا ایک چھوٹا اور سہانا لفظ 'مانو' ( واؤ مجہول ) ہے جو عین اسی محل پر بولتے ہیں 'جہاں ' گویا استعمال ہوتا ہے ' کیوں نہ اسے اردو میں لیا جائے ماننا اور جاننا میں جو فرق ہے ظاہر ہے - نفس معنی کے اعتبار سے بمقابلہ تمام اردو کلموں کے ' مانو گویا کے قریب ترین ہے ( مترجم ) -

میں اس کا ترجمہ ہوتا ہے " کسے پنداردُ" بعضے ہندوستان زایوں نے جو ایک حرف کو نہیں جانتے اسی 'گویا' 'ہو بہو' اور 'بعینہ' کو گفتگو میں داخل کر لیا ہے —

'گویا' بیان کی مشابہت کے لیے آتا ہے ' جیسے ' زید ایسا غصہ سے چلا آتا ہے گویا کہ شیر چلا آتا ہے ' یعنی سر ' کلہ ' ہاتھ ' بازو' گردن ' شانہ ' زور اور شجاعت میں شیر سے بہت ملتا ہے لیکن آدمی ہے شیر نہیں ہے —

'ہو بہو' دو چیزوں کے بالکل یکساں ہونے پر دلالت کرتا ہے ' مثال ' زید بھی ہو بہو شیر ہے ' یعنی آدمی نہیں شیر ہے نہ یہ کہ شیر کی مانند ہے —

'بعینہ' ہو بہو کا مترادف ہے ' اس پر بعضوں کا یہ اعتراض ہے کہ لفظ میں ترکیب معتبر نہیں ' کیونکہ جب لفظ کا جزو معنی کے جزو پر دلالت کرے اور وہ ترکیبی معنی ایک معنی میں منتقل نہ ہوں تو لفظ اور معنی میں ترکیب معتبر ہے ' ارر جب ایسا نہ ہو بلکہ ترکیبی معنی بہ ہئیت مجموعی ایک معنی کے قایم مقام ہوں تو ترکیب لفظی و معنوی دونوں غیر معتبر ہو جائیں گی ' جیسے '' کوئی جانے ' بمعنی ' گویا ' اور اگر ترکیب لفظی باوجود اس علت کے بھی فصیح

اور بامغ لوگوں کے نزدیک مستند ہے تو لفظ 'ھو بہو' جو دو اسموں یعنی ملفصل غایب کی دو ضمیروں سے مرکب ہے حروف میں داخل نہیں ہو سکتا - یہی حال 'بعینه' کا ہے —

اوپر طرفین کی بحث تمام ہوئی' اب میں کہتا ہوں کہ 'ھو بہو' اور 'بعینه' اپنے موقعوں پر استعمال ہوتے ہیں اور 'گویا' کے مترادف نہیں ہیں - یہ دونوں لفظ وہ لوگ بولتے ہیں جو عربی سے خوب واقف ہیں یا علما کی صحبت میں بیٹھتے اٹھتے ہیں' ورنہ اردو میں 'ھُوَ ھُوَ' کی جگہ 'ھو بہو' ھو بر ھو' ہر شخص کی زبان پر ہے' اور 'گویا' اردو کے قصیدوں کا لفظ ہے' اور 'گویا' کی جگہ 'کوئی جانے' استعمال میں نسبتاً کم آتا ہے' اس کے استعمال کرنے والے بھی فصیح آدمی ہیں —

'کاش' کی جگہ کوئی لفظ اردو میں سننے میں نہیں آیا مگر بلدیل کھنڈ میں اس مقام پر ایک لفظ 'کجات' مستعمل ہے' لیکن ہم کو بلدیل کھنڈ کے لغت سے کیا واسطه؟ یہ دھلی والوں کا لفظ نہیں ہے' ان کے ہاں 'کاش' ہی مشہور ہے' مثال' لکھلؤ کی رنڈیاں جوانوں پر غش کرتی ہیں کیا ہوتا جو ہم بھی جوان ہوتے - یعنی کاش ہم بھی جوان ہوتے —

'کون' 'کس' 'کن' 'کنھوں' 'کونسا' یہ پانچ لفظ استفہام کے لیے آتے ھیں' لیکن 'کون' ذوی العقول مفرد کے سوال کے لیے حرف ربط 'ھے' کے ساتھہ آتا ھے اور جمع میں 'ھیں' کے ساتھہ' مثال یہ عزیز کون ھے ؟ یا' یہ تینوں صاحب کون ھیں ؟ یہ کہنا کہ ' یہ خربوزہ کون شے ' غلط ھے - فعل لازم کے فاعل کی حالت میں فعل کے بعد 'ھے' اور 'ھیں' لاتے ھیں' مثال کون آیا ھے ؟ اور' کون آئے ھیں ؟ اور اسی طرح مضارع میں مثال' کون آتا ھے' کون آتے ھیں' - مستقبل میں 'گا' 'گے' بجائے 'ھے' اور 'ھیں' کے آتا ھے' جیسے' کون آوے گا' کون آویں گے - جب سوال فعل متعدی کے فاعل سے ھو تو ماضی کے خلاف حال اور مستقبل میں یہ لفظ آتا ھے - مثال حال' اس لڑکے کو کون مارتا ھے' یا' اس لڑکے کو کون (یا کون لوگ) مارتے ھیں' - مثال مستقبل' اس لڑکے کو کون مارے گا' اس لڑکے کو کون (یا کون لوگ) ماریں گے' - جمع میں 'کون' سے ' کون لوگ' زیادہ فصیح ھے -

ماضی میں یہ کہنا کہ اس لڑکے کو کون مارا ھے' غلط ھے - اور کون نے مارا ھے' بھی غلط ھے - اول لفظ کی غلطی اس وجہ سے ثابت ھے کہ فعل متعدی کی

ماضی میں 'نے' فاعل کی علامت ہے جو فوراً ہی فاعل کے بعد آتی ہے، جیسے' زید نے مارا عمرو کو - پس 'کون مارا ہے' غلط ہے - اور 'کون نے' مارا ہے' اس لیے غلط ہے کہ یہ اردو کا محاورہ نہیں' اس مقام پر ' کس نے مارا ہے' بولتے ہیں - اگر کوئی غیر ذوی العقول کے لیے 'کون' کے استعمال کے حق میں حجت کرے اور کہے " یہ کتاب کون کتاب ہے "- اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زبان اُن گنواروں کی ہے جنھوں نے ابھی اردو شروع کی ہے * -

'کس' بھی سوال کے لیے آتا ہے جب کہ ذوی العقول مفرد سے مراد ہو لیکن شرط یہ ہے کہ فعل ماضی متعدی کے فاعل کی نسبت سوال ہو' مثال' اس لڑکے کو کس نے مارا ہے - اور ظاہر ہے کہ فعل لازم میں 'کس' مستعمل نہیں ہوتا ، کیونکہ یوں کہنا کہ ' کس آیا ہے' کس آتا ہے ' کس آویگا ' یہ کسی کی زبان نہیں - اور اسی طرح فعل متعدی یا حال یا مستقبل میں بھی اس کا عدم استعمال دلیل کا محتاج نہیں ' کیونکہ ' کس مارتا ہے ' کس مارے گا ' کس نے مارتا ہے '

* دھلی میں غیر ذوالعقول کے لیے 'کون' کے بعد 'سا' اور 'سی' بڑھا دیتے ھیں' مثال' یہ کونسا رسالہ ہے ' یہ کون سی کتاب ہے - (مترجم)

کس نے مارے گا، کبھی کسی کی زبان سے سنا نہیں گیا - اگر سوال مفعول کی ذات سے ہو تو 'کس' کا استعمال تینوں فعلوں میں درست ہے کیونکہ فاعل دوسرا شخص ہے جیسے، زید نے کس کو مارا، زید کس کو مارتا ہے، زید کس کو مارے گا - مضاف الیہ کی نسبت سوال ہو تو بھی 'کس' کا استعمال صحیح ہے، مثال، زید کس کا بیٹا ہے - اور حرف کے ساتھ 'کس' سوال میں درست ہے جب فعل ماضی یا مضارع ہو، مثال، زید کس سے لڑا ہے، زید کس سے لڑتا ہے، زید کس سے لڑے گا -

الفاظ مذکورہ میں مونث کا حال بھی مذکر کا سا ہے، یعنی جس جگہہ مذکر آیا ہے اگر اس کے صیغہ کی رعایت کے ساتھہ مونث لائیں تو بھی صحیح ہوگا -

اکیلا 'کس' غیر ذوی العقول کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں، اور اگر ایک اور لفظ اس کے بعد ہی لے آئیں تو پھر وہی صورت ہوجائے گی جو ذوی العقول کی حالت میں تھی، مثال، کس 'لکڑی' سے میں اس لڑکے کو ماروں، کس 'چیز' سے میں اسے ڈراؤں، کس 'مصیبت' سے میں نے اسے پرورش کیا ہے، کس 'ڈھب' سے میں نے اس وحشی کو رام کیا ہے -

'کن' 'کس' کے معنی میں اس وقت بولتے ھیں جب سوال میں فعل متعدی کی ماضی کے فاعل کا سوال ھو' مثال' عمرو کو کن نے مارا ھے' یعنی کس نے مارا ھے- [یہ 'کن نے' اور 'اُننے' (بجاے 'اس نے') اب متروک ھیں] —

'کن' ('کس' کی جمع)' جمع کے لئے آتا ھے جب سوال کا مطلب مفعول یا اضافت سے ھو یا لفظ حرف سے وابستہ ھو' مثال' جناب عالی نے آج کن کو خلعت دیے' یعنی کن لوگوں کو' کوئی کیا جانے یہ کن کا باعث ھے کہ ھم یہ تیری باتیں سنتے ھیں اور دم نہیں مارتے (یعنی کن صاحبوں یا لوگوں کا)' کن سے شکوہ کیجئے زمانے کا بخدا کہ جو اپنے دوست جانی ھیں وہ بھی ان دنوں ھمارے لہو کے پیاسے ھیں —

'کن' ذوی العقول اور غیر ذوی العقول میں مشترک ھے' اور 'کس' محض ذوی العقول کے لئے آتا ھے' لیکن ایک ضمیمہ کے لفظ کے ساتھہ اور مکرر مذکور ھوکر' مثال' کن کن چیزوں سے دنیا میں رہ کے پرھیز کیجئے' تیری کن کن باتوں کا گلا لے بیٹھیے - [یہی صورت 'کس کی ھے مثال' کس کس بات کا رونا روئیں وہ تو مارے اور رونے نہ دے] —

'کنھوں' 'ذوی العقول کی جمع سے مخصوص ھے ۔ فاعل کی مثال' مغلوں کی جو آپ ھجو کرتے ھیں یہ فرمائیے ھندوستان کو ان کے سوا کنھوں نے سر کیا ھے ' شیخوں نے تلوار ماری ھے یا اور قوم نے ۔ حرف کی مثال ' تم مغلوں سے توقع کس بات کی نہیں رکھتے ھو تو کنھوں سے رکھتے ھو ۔ دراصل یہ لفظ پنجابی ھے اردو کے اکثر فصحا اس سے پرھیز کرتے ھیں اور اس کی جگھہ 'کن' اور 'کس' استعمال کرتے ھیں' مثال فاعل' مغلوں کی جو آپ اس قدر ھجو کرتے ھیں یہ فرمائیے کہ ھندوستان کو ان کے سوا کن نے سر کیا ھے (یا ' کس نے سر کیا ھے) ۔

'کون سا' یہ لفظ غیر ذوی العقول سے خصوصیت رکھتا ھے مگر ایک اور لفظ اس کے ساتھہ ملایا جاے تو ذوی العقول کے لئے بھی آتا ھے' مثال' کونسا شخص (یا' آدمی) ھے کہ آپ کی ذات سے کامیاب نہیں ۔ کونسی چیز روے زمین پر ھے کہ نواب یمین الدولہ کی سرکار عالی میں موجود نہیں حق تعالیٰ ھمیشہ تا قیام قیامت اس گھر کی دولت کو روز افزوں رکھے ۔ دوسرے لفظ کے پیوند کے بغیر ذوی العقول کے لئے اس کا استعمال درست نہیں ' اور غیر ذوی العقول کے لئے اس کا اس طرح استعمال ٹھیک ھے ' جیسے ' یہ کونسا میلہ ھا ھے ' یہ کونسا مرقع تصاویر

ھے - 'ھے' حرف رابط ھے' اور اس کی جمع 'ھیں' یہ مذکر اور مونث دونوں کے لئے آتے ھیں —

'ھیگا' یہ لفظ بھی 'ھے' کا مرادف ھے اور اردو ھے لیکن فصحا اسے استعمال نہیں کرتے ' اس کی جمع 'ھینگے' اور مونث کے لئے مفرد و جمع 'ھیگی' (یاء معروف) اور 'ھینگی' (یاء معروف) - بعضے 'ھینگیاں' بھی فرماتے ھیں مگر یہ مغل پورہ کے حضرات کی زبان ھے —

'کوئی' بمعنی تنکیر چیز اور انسان دونوں کے لئے آتا ھے' مثال' گھر میں کوئی نہیں' ٹوکری میں تو کوئی نہیں' یعنی کوئی خربوزہ نہیں * اسم جنس کی صورت میں صیغۂ واحد میں بھی مستعمل ھے' جیسے' کوئی خربوزہ یا کوئی تربوز ھمیں بھی دو - اور 'ھرگز' کے معنی میں بھی آتا ھے' مثال ' میں کوئی نہ جاؤں گا (یعنی ھرگز نہ جاؤں گا) ' لیکن یہ فصیحوں کی زبان نہیں —

**حرف عطف**

حروف عطف بہت ھیں —

'اوْر' غور کے وزن پر ھے لیکن کبھی

---

* یہ دونوں مثالیں جو فاضل مصنف نے دیں آپس میں امتیاز رکھتی ھیں' پہلی میں جملہ تام ھے' دوسرا جملہ محض اس امر کا جواب ھے :- ٹوکری میں سے دو خربوزے اٹھا لاؤ - چنانچہ مصنف کو خود تشریح کرنی پڑی " یعنی کوئی خربوزہ نہیں "- مختصر یہ کہ اس کا حال بھی 'کس' کا سا ھے - (مترجم) -

' واؤ ' ' الف ' میں غایب ہو جاتا ہے [ اُر - رہ جاتا ہے ]
مثال :- مصرع ' تم اور ہم بہم یار جانی ہیں دونوں-

اس کا حذف کر دینا بھی درست ہے ' مثال :—

سیر کو کرتھی کی بی بی پور روانہ ہو گئیں
دامڑی سندری الہی بخش رتھ میں بیٹھ کر

یعنی دامڑی اور سندری اور الہی بخش - یہاں حرف عطف کا حذف اور ضرورت شعری کی بنا پر نہ سمجھنا چاہئے بلکہ یہ نثر میں بھی جائز ہے' مثال' گنا' بنو ' مغلو' چبلا ' چاروں حضور میں مجرا کرنے گئیں ہیں - یعنی گنا اور بنو اور مغلو اور چبلا —

' کیا ' جو حرف استفہام اور غیر ذوی العقول کے لئے مخصوص ہے ' اور ' کی جگہ استعمال ہوتا ہے ' مثال ' گنا کیا مغلو کیا بنو کیا چبلا کیا حسینی کیا الغو سب حضور میں گئیں ہیں [ ایک ' کیا ' کتابت میں رہ گیا- اب بولتے ہیں ' گئی ہیں ' ]—

' ہوا ' ' ہوے ' (مفرد اور جمع مذکر ) ' ہوئی ' ' ہوئیں ' (مفرد اور جمع مونث ) بھی ' اور ' کے قایم مقام آتے ہیں ' مثال مفرد مونث ' گنا ہوئی بنو ہوئی مغلو ہوئی یہ سب رنڈیاں حضور میں ہیں ' یعنی گنا اور بنو وغیرہ - مثال جمع مونث ' ڈومنیاں ہوئیں

کلچنیاں ہوئیں رام جلیاں ہوئیں سب آپس میں ایک ہیں گھونگھرو کی باندھلے والیاں وہ بھی یہ بھی- یعنی دومنیاں اور کلچنیاں اور رام جلیاں- مذکر کو مونث پر قیاس کیا جاے —

'یا' تردید کے لئے آتا ہے' مثال' یہاں تم بیٹھو یا میں بیٹھوں - یعنی اگر تم بیٹھو تو میں چلا جاؤں' اور اگر میں بیٹھوں تو تم چلے جاؤ' نہ دونوں چلے جائیں نہ دونوں بیٹھیں —

'کہ' بھی 'یا' کے معنی دیتا ہے' مثال' تم کل آؤگے کہ پرسوں' یہاں تم بیٹھو کہ میں - [ متقدمین 'یا' اور 'کہ' کی جگہ ان دونوں کو ملا کر 'یا کہ' باندھ جاتے تھے' یہ مرکب اب متروک ہے] —

'نہیں تو' یہ بھی تردید کے معنی دیتا ہے' مثال' فلانا میر جعفر کا بیٹا نہیں تو میر بدیع الزماں کا بیٹا ہے' یعنی یا میر جعفر کا بیٹا ہے یا میر بدیع الزماں کا * —

---

* یہ اصل میں ایک جملہ شرطیہ سے ماخوذ ہے' ایک جملہ شرطیہ ہے' اگر محنت' نہیں' کروگے' تو' امتحان میں فیل ہو جاوگے- اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں؛ محنت کرو' نہیں تو' امتحان میں فیل ہو جاوگے' نہیں تو' فارسی کے' ورنہ' کا مترادف ہے — ( مترجم )

'کیا' یہ بھی اسی معنی میں آتا ہے ' مثال '
کیا میں جاوں کہا تم جاؤ - یہ ان لوگوں کی زبان ہے جو ' جہاں ' کو ' کہاں ' ' جیسا ' کو ' کیسا ' ' جب ' کو ' کب ' اور ' جو ' کو ' سو ' بولتے ھیں -
میری راے میں استفہام اور غیر استفہام دونوں موقعوں پر ' یا ' کا استعمال مناسب ہے ' مثال استفہامی ' آج صبح تم دریا گئے تھے یا کسی آشنا کی ملاقات کو - مثال غیر استفہامی ' آج زید سے دو ہزار روپے نقد لیتا ھوں یا سبزہ گھوڑا -[ حرف ایراد کہیے یا حرف مساوات 'کیا' کا یہ استعمال بالکل صحیح اور فصیح ہے ' مثال ' کیا مرد کیا عورت دونوں کے لئے عصمت ضروری ہے - ]

نوت | 'کہ' استفہام میں خوش نما معلوم ھوتا ہے ' مثال ' تم آج دریا جاؤگے کہ اور جگہ ؟ -

' نہیں تو ' ہمیشہ غیر استفہامی ہے —

'پھر' اس کے معنی ھیں ' اس کے بعد ' مثال '
آپ کی شادی میں یہ فرمائیے کہ کونسا طائفہ اچھا نہیں آیا گنا آئی پھر بنو آئی پھر کلو آئی پھر مانی والی نورن آئی پھر عاشورن غلام علی والی آئی —

اس کے پیچھے ' مثال ' پہلے شبراتن والی گذا ناچی اُس کے پوچھے مدبوبن —

' نہیں ' کل حضور میں تو گذا آئی تھی بلو نہیں - [ یہ ' نہیں ' مخفف ھے ' نہیں آئی تھی ' کا ] ' بلکہ ' یہ ترقی کے لئے آتا ھے ' مثال ' گذا شام کو چاندنی دیکھنے جاوے گی بلکہ شبراتن بھی - ' یہاں تک ' مثال ' کل کے جلسہ میں شہر کے سب لوگ آئے تھے یہاں تک کہ اعلحضرت بھی - ' لیکن ' استثنا کے لئے آتا ھے ' مثال ' جو رنڈی تھی شہر میں سو کل کربلا گئی تھی لیکن گذا —

معطوف اور معطوف علیہ سے یہ مراد ھے کہ فعل اور خبر میں دونوں کی شرکت ھوتی ھے —

**ندا کے حرف**

چند حرف ندا کے لئے آتے ھیں ' ان کی تفصیل آگے آچکی ھے ' یہاں اسے پھر لکھتے ھیں کیونکہ حروف کا ذکر حروف کی بحث میں ھونا چاھئے ' مختصر یہ کہ یہ حرف حسب ذیل ھیں :- اہے ' اوہے ' اوجی ' اجی ' ارے ( مذکر کے لئے یاء مجہول ) ' اری ( مونث کے لئے یاء معروف ) - باقی کے حرف ندا دونوں جلسوں میں مشترک ھیں سوائے ' اہے ' اور ' اوہے ' کے جو مذکر سے مخصوص

ھیں - ' اے ' بھی مشترک ھے - ' اے بی ' مونث کے لئے آتا ھے - ' اومیاں ' مذکر کے لئے - ' ھوت ' اور ' او ھو ' بھی مشترک ھیں ' جیسے ' بھیا ھوت ' مادھو ھوت ' بلو اوھو ' بخشو اوھو —

**حروف تحسین** | چلد حروف تحسین کے لئے آتے ھیں ' جیسے ' ' آھا ' ' اھاھا ' ' بل بے ' ' بل رے ' ' اوھو ' ' ھسی بے ' ' کچھہ نہ پوچھو ' - مثال ' آھا ( یا اھاھا ) کس دھج سے چلی آتی ھے ' ھُئی [ ' اُوھی ' یا ' اُوئی ' ؟ ] بے کافر ذرا ادھر تو دیکھہ ' اوھو جی ذرا ادھر تو دیکھیے ' بل بے تیری سج مار ڈالا کافر نے ' بلہ رے تیری آمد ھم تو وھیں تمام ھوگئے - گل گذا کو دیکھا ھے کہ کچھہ نہ پوچھو - [ ' بل بے ' اور ' بل رے ' اب متروک ھیں ]

**حروف مذمت** | چلد حروف مذمت کے لئے آتے ھیں ' جیسے ' ' چخے ' ' چھیا ' ' دور پار ' ' در گور ' ' اے ھے ' ' صدقے کیا تھا ' ' نوج ھوا ' یہ سب عورتیں بولتی ھیں - ' تبرا ھے ' ' لعنت ھے ' ' پناہ بخدا ' ' کتے کا گُوہ ' یہ شہر کے مرد بولتے ھیں —

# باب ھفتم

## پہلی فصل

## چند ضروری فوائد کے بیان میں

— * —

**حرکت و سکون**

۱ - اردو کے طالبوں سے پوشیدہ نہ رھے کہ عربی اور فارسی کے بعض سہ حرفی الفاظ کے درمیانی حرف کو اردو میں ساکن سے متحرک بنا دیتے ھیں - جیسے 'شرم' اور 'گرم' کی 'ر' کو جو ساکن تھی مفتوح کر دیا ' اسی طرح کِبر نرم' صبر' علم' ظلم' عقل' قبر' جبر' شکل' فکر' اجر' فخر' علم - ظاھر ھے کہ مذکورہ الفاظ جو سب ساکن الاوسط اور 'برف' 'صرف' یا 'شُکر' کے وزن پر ھیں اردو میں بعض قابل لوگوں کے روز مرہ کے سوا جو [عام] استعمال کا لحاظ نہ کر کے تحقیق پر نظر رکھتے ھیں متحرک الاوسط تلفظ میں آتے ھیں - اسی طرح بعض متحرک حرفوں کو ساکن کر دیا گیا ھے' جیسے 'بشریت' سب جانتے ھیں کہ اس لفظ میں' شین ' مفتوح ھے مگر اس کے تلفظ میں شین ساکن بولا جاتا ھے —

۲ - 'محل' اور نظر' میں بیچ کا حرف مفتوح ھے اور مفرد حالت میں اسی طرح ادا ھوتا ھے لیکن جمع کی

حالت میں یہ فتحہ سکون سے بدل جاتا ہے' جیسے نظروں میں' محلوں میں - یہ محلوں اور نظروں ' قہروں' کے وزن پر بولے جاتے ھیں - یہ استعمال پر موقوف ہے ورنہ 'نظر' اور 'محل' قہر کے وزن پر نہیں بلکہ متحرک الاوسط ھیں جب کہ قہر ساکن الاوسط ہے - بعضے اردو داں 'محل' کو جو اشر کے وزن پر ہے 'مہد' کے وزن پر ادا کرتے ھیں اور 'خطر' کو ساکن الاوسط بولتے ھیں - لفظ کے حرف ثانی کو بھی ترخیم کی حالت میں ساکن کردیتے ھیں' مثل 'حسنو' میں سین ساکن' 'حسنو' کی اصل حسن علی خاں یا حسن بیگ یا حسن علی ہے اور ہر جگہ سین متحرک ہے لیکن اردو [ حسنو ] میں کوئی سین کو متحرک ادا کرے تو ھنسا جاے - خلاصہ کلام یہ ہے کہ دانا لوگ ترخیم کے بعد منادیٰ کے دوسرے حرف کو ساکن کرنے کے سوا باقی چیزوں کو قاعدۂ کلیہ نہیں خیال کرتے ' اور جو کچھہ مذکور ھوا اس پر اعتراض بھی کرتے ھیں - عام استعمال کا اتباع واجب ہے —

**حذف و تقدیر**

اور یہ بات بھی یاد رکھنی چاھیے کہ ہر زبان میں حذف اور تقدیر کلام میں بہت داخل ھیں - مثلاً ' جھوٹے کی ' ایسے شخص کے کلام کے جواب میں کہنا جسے سچائی سے واسطہ نہ ہو' اس میں

'نی کے' بعد 'ایسی تیسی' محذوف ہے' اور بعضوں کے نزدیک گالی محذوف ہے- اور 'سرگذشت' جو اصل میں 'از سر گذشتہ' تھا - اور "یا علی" یعنی "یا علی آئیو"- کبھی تکرار تاکید کے معنی دیتی ہے' جیسے ''علی علی' یعنی جلد میری فریاد کو پہنچو - اور' فلانا نوکروں کا دشمن ہے' یعنی اپنے نوکروں کا دشمن ہے - اور 'خبر دار' یعنی خبر دار کہاں جاتا ہے - اور 'بیٹھہ' یعنی بیٹھہ تو چپکا رہ' یہ مثالیں کافی ہیں ورنہ اردو میں محذوفات بہت ہیں' اور دانا کو خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں —

**مقدرات**

اب مقدرات کا ذکر کیا جاتا ہے' مثلاً "ھاے ھاے دلی" یہاں" ہم سے کیوں چھوٹی" مقدر ہے- '' گنا کی مسی' اس میں "یاد ہے یا بھول گئے" مقدر ہے -' بس جی بس' یہاں ان میں سے کوئی فقرہ مقدر ہے' تمھاری بھی حقیقت معلوم ہوئی' تم کو بھی دیکھہ لیا' بہت بیجا نہ بکو' یا' خدا کے واسطے چپکے رہو-' آے جی آے' یہاں' ھولی کے بھڑوے' مقدر ہے 'کتنا' یا 'کس قدر' جب کوئی شخص کسی کی تعریف یا مذمت کرے تو اس کے قول کی تصدیق میں مقدر ہوتا ہے' مثلاً کسی نے کہا کہ:- زید مفتری اور جھوٹا ہے' دوسرا تصدیق میں کہے گا 'کتنا' یا کس قدر مفتری

ہے کہ نظیر اپنا نہیں رکھتا، یا 'کس قدر' یا کتنا کے بعد اسی معنی کی عبارت اس کے ذہن میں ہوگی —

حذف اور تقدیر میں فرق یہ ہے کہ حذف کا قاعدہ مقررہ لفظ سے خصوصیت رکھتا ہے لیکن تقدیر اقتضائے محل کے موافق ہوتی ہے، جیسے 'سرگذشت' فارسی میں بہ معنی ماجرا مشہور ہے، اہل اردو بھی اسی معنی میں استعمال کرتے ہیں اور بمعنی "سر سے گذرا ہوا" (از سرگذشتہ) بھی انہیں صاحبوں کے استعمال میں ہے کیونکہ فارسی میں 'از' محذوف ہوا اور از سرگذشتہ کی جگہ سرگذشتہ رہ گیا، دہلویوں نے آخر کی 'ہ' حذف کردی، پس 'سرگذشتہ' فارسی اور 'سرگذشت' اس معنی میں ہندی ہوا - ان لفظوں میں حذف کا قاعدہ پایا جاتا ہے - تقدیر کی مثال یہ ہے، کل مارا جائے گا زید اور باندھا جائے گا زید، ان میں 'دیکھہ لیجیو' مقدر ہے -

— ※ —

## دوسری فصل
## چند مفید اور اصولی نکتے

جاننا چاہئے کہ جو لفظ اردو میں آیا وہ اردو ہوگیا خواہ وہ لفظ عربی ہو یا فارسی، ترکی ہو یا سریانی، پنجابی ہو یا پوربی، اصل کی رو سے غلط ہو یا صحیح، وہ لفظ اردو کا لفظ ہے - اگر اصل کے موافق مستعمل ہے

تو بھی صحیح اور اگر اصل کے خلاف ھے تو بھی صحیح - اس کی صحت اور غلطی اس کے اردو میں رواج پکڑنے پر منحصر ھے ' کیونکہ جو چیز اردو کے خلاف ھے وہ غلط ھے گو اصل میں صحیح ھو' اور جو اردو کے موافق ھے وھی صحیح ھے خواہ اصل میں صحیح نہ بھی ھو —

اگرچہ اس نکتہ کی طرف پہلے بھی ضمناً اشارہ ھوا ھے لیکن اس کی تصریح مقصود ھے ' اختصار کی نظر سے چند الفاظ یہاں دیے جاتے ھیں جو کافی ھوں گے' تمام الفاظ کی طویل فہرست پیش کرنا فقیر کے علم اور مقدور سے باھر ھے' وہ چند الفاظ یہ ھیں :-

دِلّی' فند ' سفیل ' منصّر ' 'مچکّر' چپاڑ ' مجاز' ماعلی ' شیر ' پجاوا ' صفا صفا ' ازرق چشم ' امّا ' لکّا ' تانبا ' تنبورا ' پیالا ' ستارا ' گل لالا ' برقا ' یار غار ' المست' التوکلی' پرتیلیچ ' شولا ' چنبل ' مہتابی ' سیو ' شنگرف' آبخورا ' قلفی' قدر ' کلک ' غدر ' صدر ' عذر' سہر وغیرہ وغیرہ - ظاھر ھے کہ 'دلی' دھلی ' ھے لیکن فارسی کے اشعار اور عبارت کے سوا اگر بے تکلفی کے وقت ھندی میں بولا جاے تو سمع خراش ھے - [ مصنف کا منشا یہ ھے کہ 'دلی' بول چال میں اور 'دھلی ' سنجیدہ تحریر اور اشعار فارسی میں مستعمل ھونا مناسب ھے ' ایک

اور بات بھی رواج سے مستحکم ہوگئی ہے کہ اضافت کے تعلق اور تمام صرفی صیغوں میں 'دہلی' فارسی اعلام میں شمار ہوتا ہے' دلی' نہیں ہوتا' مثلاً 'دہلوی' ' دہلویت' 'دہلویانہ انداز' وغیرہ' یہ امتیاز صرف ' دہلی' کو نصیب ہوا' حالانکہ 'دہلی' بھی ایسا ہی ہندی الاصل ہے جیسا 'دلّی' بلکہ صوتیاتی نقطۂ نظر سے 'دلی' بمقابلہ 'دہلی' کے زیادہ فارسی معلوم ہوتا ہے]-

' فلد' اصل میں 'فن' ہے لیکن مکر اور دغا کے معنی میں ' فند' پر اعتراض عاید نہیں ہوسکتا —

' سفیل' اصل میں فصیل تھا عالم فاضل اب بھی وہی لفظ استعمال کرتے ہیں لیکن جو لفظ کہ قابل اور نا قابل کی زبان پر رواں ہے اور اہل اردو کا سامعہ پسند ہے وہ 'سفیل' ہی ہے' چاہے غلط ہی ہو —

' منصّر' اصل میں 'منحصر' ہے اور بعض عورتوں اور مردوں کی زبان سے گوشزد ہے' لیکن لایق اور استعداد والے 'منحصر' بولتے ہیں' اگرچہ منصر بھی سامعہ خراش نہیں —

' مچکر' مفعال کے وزن پر ایک ہندی لفظ ہے جس کے معنی ہیں گردش کرنے والا' یہ تصرف اگرچہ عربی کی تقلید میں غلط ہے لیکن یہ لفظ صحیح ہے کیونکہ اردو

میں مروج ہے - [ یہی حال ' مرفن ' اور ' فوق البھڑک ' کا ماننا پڑے گا ] - اسی طرح :

' پھاڑ ' مبالغہ کے صیغے میں چوپڑ باز —

'مجاز ' بجاے مزاج جاهلوں کی زبان ہے 'منصر' کی مانند -

' ماعنی ' بمعنی ' معنی ' فصیح لفظ ہے اور اردو کے زبان دانوں میں مستعمل ہے گو اصل میں غلط ہے ' اصل لفظ ' معنی ' ہے لیکن خلاف اردو واقع ہوا ہے اردو میں ' ماعنی ' ہی مستعمل ہے —

' شیر ' بجاے ' شعر کے اشل اردو کے استعمال میں ہے اور ' شعر ' ( بالفتحہ وزن جعد ) دھقانیوں کا لہجہ ہے -

' پجاوا ' ' پزاوا ' کے بدلے ' اینٹیں پکانے کا تنور —

' صفا صفا ' صفائی یعنی خالی ہونے کے معنی میں غلط ہے لیکن اردو میں مستعمل ہے —

'ارزق چشم ' اصل میں ' ازرق ' ( بہ تقدیم زاء معجمہ ) تھا لیکن اردو میں یہی فصیح ہے —

' انا ' اصل میں ' آنکہ ' تھا اور ' تکا ' اصل میں اتکہ تھا -

' ناذبا ' ' طعمہ باز ' کی جگہہ —

پیالا ' ستارا ' یہ ' پیالہ ' اور ' ستارہ ' تھے ' تمام فارسی لفظوں کے آخر کی ' ہ ' اردو میں ' الف ' سے بدل جاتی ہے —

' گل لالا ' ( گل کا لام ساکن ) اصل میں کسرۂ اضافت کے ساتھ ' گل لالہ ' تھا —

' برقا ' اصل میں ' برقع ' تھا ' لیکن اردو میں وہی غلط لفظ صحیح اور فصیح ہے —

' یار غار ' کسرۂ اضافت کے بغیر اردو میں فصیح ہے —

' پرقینچ ' معنی ' جس کے پر کترے ہوے ہوں ' اس میں قینچ بمعنی قینچی مستعمل ہوا —

' شولا ' کھانے کی ایک قسم ' اصل میں ' شلہ ' ہے —

' چنبل ' ' چنبر ' کی جگہہ ہے —

' مہتابی ' آتش بازی کا مہتاب —

' سیو ' سیب کا قایم مقام —

' شنگرف ' ' مسطر ' کے وزن پر ' تحقیق حروف میں اس کا ذکر آچکا ہے —

' آبخورا ' بجاے آبخورہ ' اردو میں اصل لفظ بھی بہت استعمال ہوتا ہے —

' قلفی ' بجاے ' قفلی ' —

' قدر ' ( حرف دوم متحرک ) بمعنی مرتبہ ' بجاے قدر ( دال ساکن ) —

' کلک ' بجاے سکون لام کی حرکت کے ساتھہ —

' غدر ' ' صدر ' یہ دونوں لفظ اصل میں دال

ساکن سے ہیں —

'سہی' اصل میں 'صحیح' تھا —

**نکتہ** ان الفاظ کی کتابت جو اردو میں اصل کے خلاف مستعمل ہوتے ہیں مختلف ہے، کہیں تو اصل کی رعایت رکھی جاتی ہے اور کہیں نہیں - ظاہر ہے کہ 'طرح' حرف دوم کی حرکت اور سکون سے بھی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور بمعنی 'روش' وغیرہ آتا ہے لیکن کتابت میں اصل کی رعایت رکھی جاتی ہے، یعنی 'ط' اور 'ح' سے لکھتے ہیں - لیکن 'سہی' کو ہندی قرار دیکھ کر 'صاد' اور 'حاء حطی' کی جگہہ 'سین' اور 'ہاء ہوز' سے لکھتے ہیں اور آخر کی 'ح' کو حذف کر دیتے ہیں —

**توالی حرکات** عربی میں ایک کلمہ میں توالی حرکات اربعہ ممنوع ہے، یہی حال ہندی میں توالی حرکات ثلاثہ کا ہے، مثال: شرف النساء دوسرے حرف 'ر' کو سکون کے ساتھہ بولنا اچھا ہے، اُس کے فتحہ کے ساتھہ غلط اور مکروہ ہے اگرچہ اصل کے اعتبار سے صحیح ہے - اسی طرح 'شکرانہ'، 'کاف' کے سکون کے ساتھہ اور 'نظروں' 'ظ' کے سکون کے ساتھہ بولنا اور باندھنا صحیح اور فصیح ہے —

**کسرۂ اضافت**

دو ہندی لفظوں یا ایک ہندی اور ایک غیرہندی (عربی فارسی وغیرہ) کے ساتھ کسرۂ اضافت کا استعمال غلط ہے' لیکن فارسی عبارت میں اشیا کی حقیقت کے بیان میں دونوں صورتیں جایز ہیں۔ [ہندی اور ہر زبان کے اعلام مستثنیٰ ہیں]۔

**نون کا اعلان**

ہندی (اُردو) شعر میں صفت اور مضاف الیہ میں اگر مضاف اور موصوف مذکور ہوں تو 'نون' کا اعلان غلط ہے [یعنی کسرۂ اضافت کے بعد جو لفظ ہو اس کے آخر کے 'نون' کا اعلان غلط ہے۔ وہ نون غنہ ہونا چاہئے]۔ جیسے 'دیدۂ گریاں' اور 'سرو گلستاں' میں 'نون' کا اعلان غلط ہے۔ فقط

— * —

# باب ہشتم

## فن بیاں

[یہ باب مرزا محمد احسن قتیل فریدآبادی کی تالیف ہے' اگرچہ اُردو زبان کی قواعد سے اس کا سیدھا تعلق نہیں لیکن سید انشا دوستدار ہی نہیں دوست نواز بھی تھے' 'رنگیں' کے زنانہ بولی کے محاورات کی

طرح قتیل کی اس تحریر کو بھی انھوں نے
اپنی کتاب میں شامل کر لیا - اب مترجم
مستہام نے اسے اس لئے متروک نہیں کیا
کہ مثالوں میں جو نظم اور خصوصاً نثر کے
ٹکڑے مرزا قتیل نے دیے ہیں وہ تاریخی
حیثیت رکھتے ہیں اور اب سے ڈیڑھ سو برس
سے پہلے کی زبان اُردو کے نمونے پیش کرتے
ہیں - یہ نہ لئے جاتے تو ضایع ہو جاتے ]-

— * —

## پہلی فصل

### تمہید

**منقول** | معلوم ہو کہ ہر لفظ جو توضیع کے عندیہ کے خلاف مشہور ہو جاے اسے منقول کہتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اصلی معنی میں اس کا استعمال ترک ہوگیا ہو، جیسے: 'توپی والا' بمعنی مغل - ظاہر ہے کہ جس کے سر پر توپی ہو اُسے توپی والا کہنا صحیح ہے - لیکن ولایت کے آدمیوں کے سوا خواہ وہ سید ہوں یا مغل یا افغان دوسرے کو 'توپی والا' نہیں کہتے —

منقول کی دو قسمیں ہیں 'عرفی' اور 'شرعی' - پھر عرفی دو قسموں پر منقسم ہے' یا تو یہ کہ عرف عام

میں استعمال ہو جیسے ٹوپی والا، یا عرف خاص میں مستعمل ہو، جیسے: "کافور ہو جاؤ" یعنی چلے جاؤ، یہ بعض اہلِ اُردو سے مخصوص ہے۔ اور 'شرعی' یہ ہے، جیسے تعزیہ بہ معنی امام علیہ السلام کا تابوت۔ اگر کبھی اصلی اور کبھی نئے معنوں میں مستعمل ہو تو اس کی دو صورتیں ہوں گی یعنی اگر اصلی معنی میں مستعمل ہوگا تو اسے 'حقیقت'، کہیں گے اور اگر نئے معنی میں مستعمل ہو تو 'مجاز'، کہلائے گا، جیسے قارورہ، جس کے معنی اصل میں شیشہ ہیں نہ کہ وہ چیز جو اس میں بھرکر طبیب کو دکھائی جاتی ہے۔

**مجاز** مجاز تین قسموں پر ہے (۱) 'ماٗیول الیہ'۔ مثل: طالب علم کو مولوی کہنا اس نظر سے کہ وہ آیندہ فارغ التحصیل ہوکر مولوی کہلائے گا۔ (۲) 'مُرسل' اور یہ کئی نوع پر منقسم ہے، جیسے پروانہ بمعنی عاشق۔ اور جو تشبیہ پر متضمن ہو اسے 'استعارہ' کہتے ہیں۔ اور جس میں نئے معنی اصلی معنی سے لئے گئے ہوں اور اس لفظ کے اول معنی کے استعمال کے وقت دوسرے معنی کے وجود کی قوی دلیل موجود ہو تو اسے 'کنایہ' کہتے ہیں —

اس صورت میں فن بیان میں تین چیزوں کا ذکر ضروری ہوا یعنی 'مجاز' 'کنایہ' اور 'استعارہ'۔ اور

یہی تین چیزیں اس فن میں اصول کا حکم رکھتی ہیں - چونکہ استعارہ مجاز ہے یا تشبیہ اس وجہ سے طالب علم کے لئے پوری طور پر تشبیہ سے واقف ہونا واجب ہے - لہذا تشبیہ کو چوتھی چیز قرار دینا اس فن کے مسلمات سے ہے تاکہ لازم اور تضمینی معنی کو معنی موضوع لہ کے سوا استعمال کر سکیں، جیسے یہ کہنا :- شیر آتا ہے - یعنی شجاع آدمی آتا ہے - چونکہ شجاعت شیر کا لازمی خواص ہے اور شجاع آدمی کے لئے بھی شجاعت لازم ہے اس لئے چونکہ لفظ شیر سے کہ جس کا لازمہ شجاعت ہے متکلم کی مراد شجاع ہے —

چونکہ کنایہ میں معنی لازم کے ذکر کے وقت اصلی معنی ملزوم بھی زیر نظر رہتے ہیں اور مجاز میں ایسا نہیں ہوتا اس لئے کنایہ کو نوع سمجھنا چاہئے اور مجاز کو جنس، یعنی مجاز کنایہ کا جز ہوا —

الغرض قاعدے کی رو سے مجاز کو استعارہ پر اور استعارہ کو کنایہ پر مقدم رکھنا چاہئے - لیکن اہل بلاغت نے استعارہ کے ذکر کو مجاز سے پیشتر بہتر سمجھا ہے، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اجزائے تشبیہ کے سبب سے استعارہ کی بحث مجاز کی بحث سے زیادہ ہے، جس کے مطالعہ اور دریافت کی بدولت مجاز

کی بحث سہل ہوجاتی ہے - اور کتابوں میں استعارہ کا ذکر تشبیہ کے بعد آتا ہے ' وجہ یہ کہ تشبیہ کی بحث استعارہ کی بحث سے زیادہ طویل ہے —

— * —

## دوسری فصل

### تشبیہ

**تشبیہ کیا ہے ؟** فن بیان کے چہارگانہ اصولوں کو جن کا مدار تضمنی اور التزامی دلالت پر ہے ' جنھیں عقلی بھی کہتے ہیں تشبیہ کہا گیا ہے' اس سے مراد ہے دو الگ الگ چیزوں کا ایسے امر میں جو اُن دونوں میں مشترک ہو ملا دینا ' ضروری ہے کہ یہ اشتراک اُن میں سے ایک چیز میں کم ہو اور ایک میں زیادہ تاکہ کم کو زیادہ کے برابر کہہ کر اس کی وقعت بڑھائی جائے - وہ مشترک حقیقت میں ہوگا یا صفت میں ' جو دو چیزیں حقیقت میں مشترک ہوں گی صفت میں جدا ہوں گی اور اگر صفت میں مشترک ہوں گی تو حقیقت میں جدا جدا ہوں گی - اگر حقیقت اور صفت دونوں میں مشترک ہوں یا جدا جدا ہوں تو ان دونوں حالتوں میں تشبیہ باطل ہوگی - اشتراک حقیقت کی مثال :- گدھا ھاتھی کی

مانند ھے - یعنی حقیقت میں دونوں حیوان ھیں اور صفت میں ھاتھی ھاتھی ھے اور گدھا گدھا - اشتراک صفت کی مثال :- زید گھوڑے کی طرح دس کوس جاتا ھے - یعنی چلنے کی صفت میں زید اور گھوڑا برابر ھیں اور حقیقت میں مختلف یعنی زید حیوان ناطق ھے اور گھوڑا حیوان مطلق - پہلی تشبیہ میں متکلم کا مقصود ایک عام حقیقت ھے اور دوسری تشبیہ میں خاص حقیقت، اردو میں بد خلق [ اور بد زبان ] آدمی کو " کٹ کھنا کُتا " کہتے ھیں، اگرچہ آدمی اور کُتا حقیقت میں مغایرت رکھتے ھیں لیکن صفت میں انھیں اشتراک ھے - کہتے ھیں ' فلانا گدھا ھے ' یا شیر ھے ' یا پری ھے یا کتا ھے ' یا گینڈا ' یہ سب جدا جدا صفت کے اعتبار سے کہا گیا - ' گدھا ' حماقت کے اعتبار سے ' ' شیر ' شجاعت کے اعتبار سے ' ' پری ' خوبصورتی کے اعتبار سے ' کتا ' بد خلقی کے اعتبار سے اور ' گینڈا ' متاپے کے اعتبار سے کہا گیا - اشتراک دوگانہ کی مثال :- " زید کا گھوڑا جو کمیت ھے اور سو کوس جاتا ھے وہ ایسا ھے جیسا عمرو کا کمیت گھوڑا کہ سو کوس راہ جاتا ھے " - اس صورت میں دونوں گھوڑے حقیقت اور صفت یعنی رنگ

اور چلنے میں یکساں ھیں ' اس لئے اس میں تشبیہ کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا - [ یہ مذکور اس طرح ادا ہونا چاھئے تھا :- زید اور عمر کے کمیت گھوڑے سو کوس کا دم رکھتے ھیں ]

**ارکان تشبیہ**

ارکان تشبیہ پانچ ھیں ' مشبہ ' مشبہ بہ ' وجۂ شبہ ' حرف تشبیہ ' غرضِ تشبیہ - ' مشبہ ' وہ ھے جسے ایک چیز سے جو اُس سے صفت میں زیادہ ہو تشبیہ دیں ' اس میں مدح و ذم کی شرط نہیں —

' مشبہ بہ ' وہ ھے جو صفت میں مشبہ سے بڑھکر ہو اور اس کی قدر بڑھادے —

' وجہ شبہ ' وہ ھے جس کا ذکر کیا جائے —

' حرف تشبیہ ' وہ ھے جو تشبیہ پر دلالت کرے —

' غرض تشبیہ ' جس لئے ایک چیز کی دوسری چیز سے تشبیہ دی جاے - مثال :- فلانے کا چہرہ روشنی میں مانند آفتاب کے ھے ' اس میں ' چہرہ مشبہ ' آفتاب مشبہ بہ ' روشنی وجہ شبہ ' مانند حرف تشبیہ ' ترقی معشوق [ جو مذکور نہیں ] غرض تشبیہ ھے —

**حروف تشبیہ**

حروف تشبیہ اردو میں بہت ہیں ' ' مانند ' بھی اردو میں مستعمل ہے اور فصحا ' نظیر ' ' عدیل ' ' مقابل ' ' مشابہ ' استعمال کرتے ہیں ' اور ' برابر ' ' جیسا ' ' جوں ' وغیرہ ریختہ والوں کے استعمال میں آتے ہیں —

**تشبیہ کے اقسام**

(۱) تشبیہ مفصل وہ ہے جس میں وجہ شبہ مذکور ہو ' جیسے ' فلانا شجاعت میں شیر جیسا ہے --

(۲) تشبیہ مجمل وہ ہے جس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو ' جیسے ' فلانا شیر جیسا ہے - تشبیہ مجمل تشبیہ مفصل سے بہتر ہے —

(۳) تشبیہ موکد وہ ہے جو حرف تشبیہ رکھتی ہو ' بغیر اس کے مرسل ہے اور مرسل موکد سے زیادہ بلیغ ہے ' مثال ' فلانا شیر ہے —

(۴) مشبہ اور مشبہ بہ ' عقلی ' ہوں گے یا ' حسی ' - حسی کی مثال چہرہ اور آفتاب کی تشبیہ میں آگے آچکی - عقلی کی مثال میں علم کو حیات سے اور جہل کو موت سے تشبیہ دینے میں سمجھو - جہل اور علم دونوں عقلی امر ہیں حسی نہیں - اگر مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسی ہوں تو وجۂ شبہ حسی یا عقلی کوئی ہوسکتی ہے ' مثال وجہ شبہ حسی کی مشبہ اور مشبہ بہ حسی میں آچکی - مشبہ اور مشبد بہ حسی میں وجہ شبہ

عقلی کی مثال یہ ھے :- مولوی فخرالدین صاحب میرے نزدیک ایسے تھے جیسے مسلمان کے نزدیک قرآن شریف - مولوی فخرالدین صاحب اور قران شریف دونوں محسوس ھیں اور دونوں میں وجہ شبہ آدمیوں کی ھدایت ھے اور یہ عقلی امر ھے —

اور اگر مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ھوں تو ضروری ھے کہ وجہ شبہ عقلی ھو نہ کہ حسی ' جس طرح علم کی تشبیہ میں زندگانی سے بقائے نام اور 'جہل' کی تشبیہ میں گم نامی کو موت سے تشبیہ ھے -

کبھی مشبہ عقلی ھوتا ھے اور مشبہ بہ حسی ' اور کبھی اس کے برعکس ' جیسے ' خلق کریم ' کی تشبیہ ' عطر ' سے ' یا ' روح ' کی تشبیہ پھول سے - یا اس کے برعکس ' یعنی مشبہ بہ حسی ھو اور مشبہ بہ اور وجہ شبہ عقلی ھوں ' جیسے ' آگ ' کی تشبیہ ذھن وقاد سے —

اور اگر تشبیہ میں دو مشبہ اور مشبہ بہ ھوں تو اس تشبیہ کو ' تشبیہ تسویہ ' کہتے ھیں - اور دو مشبہ بہ اور ایک مشبہ ھو تو اسے ' تشبیہ جمع ' کہتے ھیں - اور اگر ھئیت اجتماعی مشبہ کی اور دوسرے کی ھئیت اسی صفت سے موصوف ھو تو اسے ' تشبیہ مرکب ' یا ' تشبیہ مثل ' کہتے ھیں —

ایک اور قسم تشبیہ کی ہے جسے ' تشبیہ تفضیل ' کہتے ہیں یعنی مشبہ کی بزرگی کا مشبہ بہ سے بیان —

تشبیہ تسویہ کی مثال ' تیرے بال اور میرا حال دونوں اندھیری رات ہیں - مثال تشبیہ جمع ' آج کی اندھیری رات ایسی سیاہ ہے جیسے میرا دن اور تیری چوٹی ' - تشبیہ تمثیل کی مثال ' لہو بھری تلوار میں جوہر ایسے نمایاں ہیں جیسے کالی گھٹا میں بجلی کے چمکنے سے تارے نظر آئیں - تشبیہ تفضیل کی مثال ' چاند تو تو ہے لیکن چاند نے یہ کج کلاهی کہاں پائی' یا ' قد تیرا مانند سرو کے مسلم لیکن سرو میں یہ قبا پوشی کہاں-

---

## تیسری فصل

### استعارہ

لغت میں استعارہ کے معنی ہیں کوئی چیز مانگی لینا اور بلیغوں کی اصطلاح میں مجاز با تشبیہ سے مراد ہے یعنی مشبہ بہ کا مجازاً ذکر ہو اور حقیقت میں مشبہ کا ذکر مرکوز خاطر ہو ' یا یہ کہ جو کچھہ از روے حقیقت مشبہ بہ کے لیے مناسب ہو وہ مجاز کی رو سے مشبہ میں ثابت کریں ' یا یہ کہ جو کچھہ اصل میں مشبہ کے مناسب ہو وہ مشبہ بہ سے منسوب کریں ' اور کبھی مشبہ بہ کی جگہ

اس کی ضد تعریض یا مخالفت سے مجازاً مذکور کریں - اول کی تین قسموں کو ' اتفاقیہ ' اور چوتھی قسم کو ' عنادیہ ' کہتے ہیں ' مثال قسم اول ' کالا ناگ آتا ہے' یعنی موذی آدمی آتا ہے ' یا میری ہرنی کو لاؤ ' یعنی میری محبوبہ کو لاؤ ' یا چاند رتھہ میں جاتا ہے ' یعنی میری محبوبہ جو چاند جیسی ہے رتھہ میں جاتی ہے - مثال قسم دوم ' موت کے پنجے سے کوئی بھی جیتا بچا ہے ؟ یعنی موت سے جو شیر کی مانند ہے کس طرح جان بچ سکے - مثال قسم سوم ' تیرے سرمہ میں رنگے کنول ' اور تیری انگیا کے بھونرے کسی کے ایمان کو باقی نہیں رکھتے ' ظاہر ہے کہ سرمہ کو کنول سے کچھہ علاقہ نہیں لیکن محبوب کی آنکھہ سے ہے ' یہی حال بھونرے اور انگیا کا اور جس حصۂ جسم کی وہ پوشش ہے اس کا ہے - مثال قسم چہارم ' شیر آتا ہے ' جب کہ اس سے بزدل شخص مراد ہو ' یہاں تعریض کا پہلو آگیا - اگر یہ کہیں کہ لومڑی آتی ہے ' تو یہ بغض اور عداوت کے تقاضے سے ہے —

استعارے کی بحث میں مشبہ کو مستعار لہ اور مشبہ بہ کو مستعار منہ ' اور لفظ کو مستعار کہتے ہیں ' جیسے ' نرگس ' کہ اس لفظ کو مستعار اور معشوق کی آنکھہ

کو جو کہ مشبہ ہے مستعار لہ اور نرگس کے پھول کو جو مشبہ بہ ہے مستعار منہ کہیں گے —

مشبہ کو مستعار لہ اس ایسے کہا کہ لفظ کا استعارہ اس کے لیے ہے یعنی نرگس کا لفظ گل نرگس سے آنکھہ کے لیے مانگا لیا گیا اور مشبہ بہ مستعار منہ اس سے بنا کہ اس سے یہ لفظ لیا گیا —

---

## چوتھی فصل

### مجاز وغیرہ

**مجاز** | مجاز یا 'مائیول الیہ' 'ہوتا ہے' یا 'مرسل'۔ مائیول الیہ اسے کہتے ہیں کہ جو کچھہ اس سے نتیجہ نکلے وہ زمانہ کا پابند نہ ہو' جیسے' میں نہیں جانتا یہ مردہ کب مرا ' یا اس مقتول کو کس نے قتل کیا ہے - مردہ کا مرنا اور مقتول کا قتل ہونا زمانۂ گزشتہ پر نظر ڈالتا ہے جو ان دونوں کی زندگی کا عہد تھا ' اور مردہ کو زندہ ہونے کی حالت میں مردہ کہنا بہ نظر زمانۂ مستقبل اس کا مرنا ثابت کرنا ہے - یہی حال 'مقتول' کا ہے - اور اس نوجوان کو جو ابھی علم حاصل کر رہا ہے 'مولوی' کہنا آیندہ زمانے پر نظر رکھنے کی بنا پر ہے اور طبیب کے بیٹے کو طبیب کہنا زمانۂ ماضی

پر نظر رکھنے کی بنا پر ہے اس خیال سے کہ اس کا باپ طبیب تھا —

**مرسل** | مرسل کے معنی ہیں جو گزر چکا ہو' یہ نام اس کو اس لیے دیا گیا کہ اس میں تشبیہ کے علاقہ کو ترک کر دیا ہے - اس مجاز کی کئی قسمیں ہیں' کبھی سبب بجائے مسبب کے مذکور ہوتا ہے اور مسبب بجائے سبب کے' مثال' جس ندی نالے کو جنگل میں دیکھا سب میں مینہ نظر آیا یعنی پانی جو مینہ کا مسبب ہے - اور تمام دن آج باجرا برسا کیا' یعنی ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی جو غلہ کی پیداوار کا سبب ہے - اور ظرف کو مظروف کے بدلے اور مظروف کو ظرف کی جگہ استعمال کرنا' مثال' گلاب کو طاق میں رکھدو' یعنی گلاب کے شیشے کو طاق میں رکھدو' اور ان کا قارورہ بہت سرخ ہے یعنی پیشاب جو قارورہ میں ہے بہت سرخ ہے - اور خاص کو بجاے عام اور عام کو بجاے خاص لانا' جیسے فلانا آدمی بلو پر پروانہ ہے یعنی عاشق ہے' پروانہ خاص ہے اور عاشق عام' اور کپڑا میرا بھیگ گیا یعنی انگرکھہ میرا بھیگ گیا - کپڑا عام ہے اور انگرکھہ خاص ہے - اور جز کو بجاے کل اور کل کو بجاے جز استعمال کرنا' جیسے' حقہ لاؤ بجاے فلاں نیچہ چلم مع

تمباکو اور آگ کے، ظاہر ہے کہ حقہ اس اجتماعی هئیت کا ایک جز ہے۔ اور، گھر همارا گر پڑا، اس کی جگہ کہ همارے گھر کی دیوار گر پڑی، دیوار تمام گھر نہیں بلکہ گھر کا صرف ایک جز ہے —

کنایہ کا حسن و قبح

جاننا چاهئے کہ حسن و قبح هر چیز میں هوتا ہے، تشبیہ، استعارہ اور مجاز جو کچھہ بھی هو اگر اس میں ندرت هو اور ابتذال نہ هو تو بہتر ہے، اسی طرح جو کنایہ سریع الفہم اور مبتذل هو وہ نکما ہے، جیسے، پیٹ کا هلکا، یعنی جو رازداری سے عاری هو، یا بے مہار اونٹ، یعنی منہ پھٹ۔ اگر یوں کہیں تو یقیناً زیادہ بلیغ هو گا :۔ فلانا حلال خوروں کا روپے دینے والا ہے، یعنی سخی ہے۔ [یہ مرزا صاحب کا محض ادعا ہے، ابتذال ہے تو آخری مثال میں] —

## باب نهم

### علم بدیع

### پہلی فصل، جناس

تجنیس

جناس کو تجنیس بھی کہتے هیں، اس کے معنی هیں دو لفظوں کا باهم مشابہ هونا اس

کی کئی قسمیں ہیں —

**تجنیس تام** | ترکیب کے بغیر دو لفظوں کا حروف اور حرکات میں یکساں ہونا تجنیس تام کہلاتا ہے جیسے مونڈھا، جو بیٹھنے کی ایک چیز کا نام بھی ہے اور شانہ یعنی کندھے کا بھی —

**تجنیس ناقص** | جب حروف ایک ہی ہوں لیکن حرکات میں اختلاف ہو تو اسے تجنیس ناقص کہتے ہیں، جیسے بَیر (موحدہ مفتوح) بہ معنی دشمنی اور بیر (یاء مجہول) ایک پھل —

**تجنیس مکرر** | یعنی مقابل کے لفظ میں سے ایک ٹکڑا لے کر اس کے ساتھ ہی استعمال کرنا جیسے، بیت —

هم سے کیوں رکھتا نہیں ہے وہ بت خود کام کام
جس نے اپنا کر دیا ہر ایک پر انعام عام

**تجنیس مرکب** | ایسے دو کلموں کو ترکیب دے کر ایک کلمہ بنا لیں جو مقابل کے سالم کلمہ کے برابر ہو جائے، اس کی دو قسمیں ہیں 'مقرون' اور 'مفروق' - مقرون وہ ہے کہ تلفظ اور کتابت دونوں میں مشابہ ہو اور مفروق وہ جو صرف تلفظ میں مشابہ ہو، دونوں کی مثال :—

تجھ کو نہ کبھی دیکھ مجھے ترس آیا
بھر عمر نظارے کے لیے ترسایا

---

تقصیر سوائے عشق کے کیا مجھ سے ہوئی
ڈر تک تو خدا سے کافرا ترسایا

**تجنیس خط** | جب بلا لحاظ تلفظ و نقاط صرف حروف میں مساوات ہو جیسے، مشکیں اور مسکیں، خط اور حظ، پاک اور باک۔

**تجنیس زاید** | جب دو لفظ تلفظ اور حروف میں باہم مشابہ ہوں لیکن ایک لفظ میں ایک حرف زاید ہو، جیسے، چاہ (کنواں) اور چاہا (محبت کی)۔ بال اور وبال، کار اور کنار —

**تجنیس مطرف** | جب دو لفظوں میں صرف آخر کے حرف مختلف ہوں، جیسے، آزاد اور آزار، آفاق اور آفات —

## ترصیع

جب نثر کے دو جملوں یا شعر کے دو مصرعوں میں یہ التزام رکھا جائے کہ الفاظ علی الترتیب ہموزن ہوں تو اسے ترصیع کہتے ہیں، جیسے، پونڈا پھیکا اتنا برا کہ جس کی برائی بیان سے باہر ہے، پونڈا میٹھا

ایسا بھلا کہ اس کی بھلائی گمان سے بڑھ کر ہے —

مکھڑا ترا ظہور خدائے کریم ہے
گو جا بجا وفور بلائے عظیم ہے

**ترصیع باتجنیس** | مثال ' مقصود بیگ دو [ مقصود بیگ نام ہے ] ' مقصود بیگ [ جلدی ] دو ' [ یعنی جو چیز ہم کو مطلوب ہے وہ جلدی عطا کرو ] اور [ روکو مت ' جانے دو - روکو ' مت جانے دو ( معنی ظاہر ) ]

**معرب** | یعنی زیر ' زبر ' پیش جو تین اعراب ہیں ان میں سے صرف ایک ہی ساری عبارت میں آے ' باقی دو کہیں نہ آئیں [ یہ صنعت بمنزلہ ' کوہ کندن و کاہ بر آوردن ' ہے ] —

**اشتقاق** | ایسے چند لفظ استعمال کرنا جو ایک ہی مصدر سے مشتق ہوں ' جیسے ' جس جانے والے کو دلی جانا ہو جاتے جاتے چاہیے کہ ہم سے رخصت ہوکے جاوے اس طرح کے جانے میں اس کا کیا جاتا ہے —

**مسجع** | مسجع کی تین قسمیں ہیں ' متوازی ' مطرف ' اور موازنہ - ' متوازی ' وہ ہے جس میں دو لفظ حرفوں اور حرکت میں شمار کی رو سے برابر ہوں' بالکل ایک دوسرے کی مثل نہ ہو' مانند ' وقار ' حصار ' کنار ' کبار - ' مطرف ' وہ ہے کہ جس میں دونوں لفظوں

کا ایک ایک جز برابر ہو ، جیسے ، اطوار ؛ حصار ، کہ
ان کا ایک ایک جز ' وار ' اور ' صار ' باہم سجع واقع
ہوا ہے - اور بعضی بحروں میں اطوار اور حصار قافیہ
بھی آتے ہیں اور بعضے اوزان میں نہیں - ' موازنہ '
اسے کہتے ہیں جس کے دو لفظ وزن میں مساوی ہوں '
روی کی شرط اس پر عاید نہیں ہوتی ' جیسے ' گُل '
پَر ' دل ' دُر ' سر ' خم - موازنہ کی مثال :- تیرا باپ
عجب بشر ہے جس کا مان سدا رہا ہے - پہلی دو قسمیں
عام ہیں اور نظم و نثر میں آتی ہیں ' آخری قسم نثر
سے خصوصیت رکھتی ہے —

بعض متقدمین فارسی نے مسجع غزل میں اصلی
قافیہ کی پابندی نہیں کی اور صرف سجع ہی کو کافی
سمجھا ' سعدی -

اے ماہ عالم سوز من از من چرا رنجیدۂ
وے شمع شب افروز من از من چرا رنجیدۂ
اے قبلۂ من روے تو وے کعبۂ من کوے تو
صد ہمچو من ہندوے تو از من چرا رنجیدۂ

**تلمیع** | متعدد زبانوں کے جمع کر دینے کو تلمیع کہتے ہیں
یعنی ایک بیت میں دو زبانیں ہوں اور خمسہ
میں پانچ ' مثال :-

جھپکی سی ہمیں دور سے دکھلا کے خدا را
اے نور خدا در نظر از روے تو ما را

## بدایع معنوی

**تضاد** | جو لفظ مذکور ہوا اس کی ضد استعمال کرنا، مثال، جو تھوڑا ہنسے گا سو بہت سا رووے گا، ظاہر ہے کہ 'تھوڑا'، 'بہت'، کی اور 'ہنسا'، 'رونے کی ضد ہے -

**طباق** | اسے مراعات نظیر بھی کہتے ہیں، اس میں الفاظ کی باہم رعایت رکھی جاتی ہے، مثال:—

فلانا ہندو بچا جو نیا نیا مسلمان ہوا ہے کل
جو کسی نے اس کے سامنے گنگا کا ذکر کیا اور
بزرگی اس کی پوچھی تو مارے شرم کے پانی
پانی ہوگیا نزدیک تھا کہ چہرہ سے اس کے
پسینے کے نالے بہنے لگیں یا اگر ہوسکے تو
چلو بھر پانی میں ڈوب مرے -

'پانی'، 'بھر' وغیرہ کو دریا سے تعلق ہے -

**ایہام طباق و تضاد** | یعنی ایسا لفظ استعمال کرنا جس کے دو معنی ہوں، ایک قریب اور ایک بعید، ایک جماعت ہندوستان میں جگت باز یا ضلع بولنے والوں کے نام سے مشہور ہے - یہ لوگ صنایع کے ادا کرنے میں شاعروں سے بڑھے ہوے ہیں، ان کی کوئی بات

تجنیس ، مراعات نظیر اور ایہام سے خالی نہیں ہوتی - فارسی میں ایسے لوگوں کا لقب بذلہ سنج اور لطیفہ گو ہے اور عربی میں بلیغ -

جو شخص علم بیان و بدیع کے عالم ہیں ان لوگوں کے سامنے گویا گونگے ہیں ، کیونکہ اس فن کا جاننے والا تو بڑے جد و جہد اور اہتمام سے ایسی عبارت ٹھیک ٹھاک کر سکے گا جب کہ ان لوگوں کو تلاش اور کوشش کے بغیر یہ چیزیں بر زبان ہیں —

حضرت دھلی کی بربادی کے بعد لکھنؤ میں اس جماعت کے چند آدمی نامی ہوے ہیں - اس مبارک زمانے میں ہوا کے اعتدال کے سبب سے اس شہر ( لکھنؤ ) کے باشندوں کی روحِ نفسانی خدا کے فضل سے روز افزوں ترقی کر رہی ہے اور نابالغ لونڈے بھی اگلے زمانے کے پختہ کلاموں کو پرے بٹھاتے ہیں اور ضلع کے سواد و مختلف اور متضاد چیزوں میں ایک لفظ سے مناسبت پیدا کر دیتے ہیں اور اس کو 'نسبت' کہتے ہیں ، مثلاً ،" اگر کوئی پوچھے کہ کلویئں اور آتشبازی میں کیا نسبت ہے ؟ " تو کہنا چاہئے " چرخی " - یا یہ سوال ہو کہ :- " بندوق اور مہاجن اور فرنگی میں کیا نسبت ہے " ؟ تو جواب ہو گا " کوٹھی " - یا " چوپڑ اور دوپٹہ میں کیا نسبت ہے " ؟ جواب

دیں گے "گوت" * ۔

ضلع کی مثال جس میں دریا کے مناسبات جمع کیے گئے ہیں :—

آپ کا 'بصرہ' کچھ آج کُھل گیا ہے' واللہ تمہاری بات 'پانی' بہت مشکل ہے - ہمیں کل 'سوتا' چھوڑ گئے - ہر چند ضعف 'نالی' کی تو بھی رتھ میں جگہ 'ندی' ایک 'باولی' رنڈی کے کہنے سے ہماری 'چاہ' دل سے اُٹھادی - بات کا نہ سننا آپ کے جدّو' آبا کا طریق چلا آتا ہے 'دوکبوتر مکھی اور ایک 'کھا گھرا' مرزا جان کے 'بیاہ' کے دن تانبے کا 'چنبل' بیچ کر مول لیے تھے سو کوئی آدمی چرالے گیا ایک 'راوی' یوں کہتا ہے کہ سرکار کا غلام لے گیا ہے پروہ راوی کچھ رند' مشرب' ساھے دن رات اسی سعی میں ہے کہ دو آدمیوں کو لڑا دیجیے' مراد خاں تو تلا حیات خاں سے کہتا ہے کہ 'بیتا' اس کی ایک بات نہ مانیو اس لیے بندہ آپ سے بولتا نہیں اگر تحقیق ہو تو پھر سرکار کے غلام کو یہاں 'جمنا' مشکل ہو جاے گا میں تو بنارس چلا تھا اس واسطے 'اٹک' گیا کہ چور معلوم ہو جاوے اس غلام کو آپ نے اپنا 'نربدا' ہے اورکوئی تو خاکروب

* جسے مرزا قتیل 'نسبت' کہتے ہیں حضرت امیر خسرو کی ایجاد ہے اور اسے 'دوسخنا' کہتے تھے - اُن میں سے بہت سے دو سخنے مشہور اور کتابوں میں مذکور ہیں مثلاً ''گھوڑا اڑا کیوں' پان سڑا کیوں'' ؟ جواب' ''پھیرا نہ تھا''- "وزیر کیوں نہ رکھا' انار کیوں نہ چکھا'' ؟ جواب - "دانا نہ تھا''-

- (مترجم)

کے برابر بھی نہیں جانتا ھے - سرکار عالی کے تو ایسے ھی لوگ قوت بازو اور یار وفادار ھیں ' دو جوڑۂ شال محمد لیف کشمیری دزدیدہ بود اور اس پر آپ کو یہ ' گمبھیر ' سمجھتا ھے کہ اللہ اللہ جس وقت کمخاب کی قبا پہن کر ' گرا ' گھوڑا کداتا ھے اُس وقت شان اُس کی دیکھا چاھیے - آپ منہہ نہ لگائیں تو پھر ' دھوبی ' کا کتا نہ گھر کا ھے نہ گھات کا لیکن خدا جانے اُس نے پار سال سے کیا جادو کیا ھے کہ آپ وار وار جاتے ھیں کیوں نہ پھر ' پچاس پات ' کا نیمہ پہنے ' جب خاوند کی یہ صورت ھے اور سب باتیں تو ' درکنار ' کل کی بات ھے کہ ایک پیسے پر جھنامل دلال کو پچاس مچھیاں دیتا تھا اور بات بات میں روتا تھا محلے والوں نے ' مرزا رور ' نام رکھا تھا ' نہ مانو تو میر ' منوگا ' کے بیٹے میر ' جھیگا ' سے پوچھہ لو - آپ کو کیا مناسب ھے کہ اس ' مگرے ' کو اس قدر منہہ لگایا ھے - قبلہ بہت گھمنڈ نہ کیجیے گا گھڑی میں ' گھڑیال ' ھے - انگریز کے جاسوس جا بجا ھیں - خدا نہ کرے کہ آپ کو بعضی باتوں کی خبر ھو جاے تو ' ناکے ' سے نکلنا دوبھر ھو جاے گا - یہ نرمائیے کہ ' جہاز ' صاحب کی خدائی نے آپ کی جان بچائی یا کچھہ روپیہ یا کوئی دوست کام آیا - خدا کے واسطے ' پینس ' پر چڑھ کے ' نہ خدا ' کو بھول جائیے ' یہ باتیں کچھہ اور ھیں اور بات رندی کے سامنے کچھہ اور ھے کہ ذرا طبلہ جو برا بجا تو کہنے لگے بج رے طبلے بجاتا کیوں نہیں - ایک غلام آپ کا ھے اور ایک غلام میاں نہیم تھے کہ ایک ' پل ' بقدر ' چار پل وار ' بنا کر اپنا نام کر گئے آج تک اس کروفر اور شیخی پر ڈال ڈالی منہہ سے صاف نہیں نکلتا اُس دن جو ' دریا خاں ' کے دو کبوتر پکڑے تو کہنے لگے کہ کبوتر کے نام ایک

'پرندوں' کا شعور دیکھیے کہ مسلم 'بوٹی' ہرن کی دستر خوان پر دیکھ کر کہتا ہے کہ کیا ہے ہم بھی ایک بات کہتے ہیں ہم کیا بلا ہیں اسی سوچ میں رہتے ہیں کہ اگر کوئی پوچھ بیٹھے کہ برادرا تو در مزرع دنیا چہ 'کشتی' تو اس کا جواب کیا دیجیے خدا کی قدرت کا کیا کیا بیان کریں کہ کل 'نوازی' کا پھول اتنا بڑا دیکھا کہ بلہ بلہ وہ شیخ بھی کھڑا تھا جو سوت ہٹی میں رہتا تھا اور آپ اکثر 'نواز آکر' بیچا کرتا تھا اور چھنامل لاهی کے تھان اس کے ہاتھ بیچتا تھا اور چند روز 'بیڑی' بھی پانؤں میں غریب کے رہی خدا جو چاہے سو کرے بڑے بڑے 'بلبلوں' کے پانؤں میں زنجیر پڑتی ہے اور امانجی اُن کی رویا کرتی ہیں - بھئی مرزا خیراللہ بیگ تم 'نہ چڑو تم سے بھی ناحق ناحق کو قوال نے 'ڈانٹ دیا' تھا تم میں کوئی عیب نہیں بلکہ بہت سی خوبیاں رکھتے ہو خدا نے تمہیں بھی ایک فہم 'رسا دیا' ہے —

**ایہام** | یعنی ایسے لفظ کا استعمال کرنا جو دو معنوں پر دلالت کرے مثال :

عرش پر کیونکر نہ ہو تیرا دماغ
دی گورنر نے تجھے کرسی پہ جا

اور

سب سے اونچا بیٹھنا اچھا نہیں
ہاتھ سے مونڈھا ذرا کیجے جدا

ان مثالوں میں سامع کا ذہن اول قریب کے معنی

پر جاتا ھے اور وہ کرسی کو عرش کے مقابل اور شانہ کو ھاتھہ کے مقابل سمجھتا ہے لیکن تامل کے بعد اس کا ذھن وہ دور کے معنی اخذ کرتا ھے جو کہنے والے کا مقصود ھے یعنی گورنر کی مناسبت میں کرسی اور بیٹھنے کی مناسبت میں مونڈھا ـــ

**محتمل الضدین** | اور وہ یہ ھے کہ شعر یا نثر میں دو معنی کا احتمال پیدا ھو اور وہ دونوں معنی ایک دوسرے کی ضد ھوں ــ

'ھجو ملیح' بھی محتمل الضدین کی ایک قسم ھے ' اس کا مطلب یہ نہیں کہ جہاں محتمل الضدین ھو ھجو ملیح کا مفہوم ھے - مدح اور ذم دونوں معنی اس سے پیدا ھوتے ھیں جس کا پتا قرینے سے چلتا ھے - کہیں قرینہ گم بھی ھوتا ھے اور سننے والا کوئی ایک مفہوم لے بیٹھتا ھے - اس کی مثال جو مدح اور ذم دونوں پر متضمن ھو :-

ایک قطرہ ھے سمندر ترے منہ کے آگے

(۱) یعنی تیرا دھن اس قدر تنگ ھے کہ اس میں ایک قطرہ بمنزلہ سمندر کے ھے پس گنجایش ناپید ھے - (۲) یعنی تیرا دھن اتنا بڑا ھے کہ اُس کے لئے سمندر گویا ایک قطرے کی مثال ھے -

اس کی مثال کہ جو زید کی ہجو ہو غور کے بعد عمرو کی ہجو بن جاے، مثال:-

عمرو کہتا ہے کہ ہجو زید کی کر
میں کہتا ہوں لعنت خدا کی اس پر—

**لف و نشر** 'لف' کے معنی ہیں لپیٹنا اور نشر کے معنی ہیں پھیلانا، کھولنا۔ اصطلاح میں یہ مراد ہے کہ پہلے کئی چیزوں کا ذکر مجمل کیا جاے، یہ ہوا 'لف' اور پھر ان کی تفصیل بتائی جاے، یہ ہوا 'نشر'۔ یہ کبھی باترتیب ہوتا ہے جسے فارسی میں لف و نشر مرتب کہتے ہیں، اور کبھی بے ترتیب ہوتا ہے، جسے لف و نشر غیر مرتب کہتے ہیں، مرتب کی مثال:-

کف بخشش سے ترے معدن و دریا و بہار
تینوں حاصل کریں اے سرورِ فرخندہ تبار
لعل معدن کو ملے بحر کو در خوش آب
دیکھے ہر لالہ و نسریں سے بہار اپنی کنار
اور
آہو و نافہ و نسریں کو سدا بخشے تو
نافۂ و بوئے خوش و رنگ ہو جتلادرکار

بعضے ان مثالوں کو لف و نشر نہیں کہتے بلکہ مثال اول کو 'تفسیر جلی' اور دوسری مثال کو 'تفسیر خفی' بتاتے ہیں —

اور مثال

سرو و گل شوق میں تیرے قد و عارض کے سدا
نالہ کرتے ہیں بہم قمری و بلبل کی طرح

لف و نشر غیر مرتب کی مثال :—

یاد میں اس طرہ و رخسار کی
ہاتھ سر پر مارتا ہوں صبح و شام

'شام' زلف اور چہرے کی ترتیب کے لحاظ سے 'صبح' سے پہلے آنا چاہئے تھا لیکن ضرورت شعری سے بعد میں آیا —

**جمع** | چند چیزوں کا ایک شعر میں جمع کر دینا - جیسے —

دولت و بخشش و علم اور صفائے باطن
کرم اپنے سے تجھے حق نے دیا ہے سب کچھ

**تفریق** | بیت —

ترے آگے میں لوں رستم کا کیا نام
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اس بیت میں شاعر کا مقصود ممدوح اور رستم میں فرق کا اظہار ہے —

**تقسیم** | بیت —

وہی دیوے گا تجھے صبر و سکوں جس نے دیا
رخ زیبا تجھے اور دیدۂ گریاں مجھکو

رخ زیبا اور دیدۂ گریاں مورد قسمت ہیں —

جمع مع تقسیم | بیت —

تیغ و افسر کا ہے تو مالک عنایت سے تری
تیغ رستم لے گیا افسر سکندر لے گیا

جمع مع تفریق | بیت —

دونوں صاحب فیض ہو آپس میں نیساں اور تُو
پر وہ دیتا ہے صدف کو قطرہ تُو مجھ کو گہر

جمع مع تفریق و تقسیم | قطعہ —

سب سخی ہیں ابر و دریا اور وہ عالیجناب
پاویں فیض ان سے نباتات اور غوّاص و گدا
پر کرے ہے نالہ دریا ابر رووے وقت فیض
بالب خنداں وہ والا فر رہے ہے دائما

رجوع | ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف جانا جو پہلی سے بڑھیا ہو، بیت —

مرا وہ خرمن نسریں پری سے ہمسر ہے
نہیں نہیں یہ خطا ہے پری سے بہتر ہے

حسن التعلیل | پسندیدہ طرز پر سبب کا بیان کرنا، بیت —

میں نے کہا کہ اب یہ مسی تو نے کیوں ملی
بولا مسی نہیں یہ چھری ہے نگاہ کی

**المذہب الکلامی** اس سے عبارت ہے کہ کلام کو مدلل بنادیں جس طرح لکچر دینے والے کیا کرتے ہیں، یعنی جس طرح لکچرار یا متکلم نقلی مقدمات کو عقلی دلائل سے ثابت کیا کرتے ہیں۔ مثال :-

کس طرح ہنسے اس دہن تنگ سے وہ شوخ
تقسیم یہ جز کی ہیں دلائل سبھی باطل

**مبالغہ** مبالغہ تین قسموں پر ہے (۱) جو عقل اور عادت کے موافق ہو۔ اس کو تبلیغ کہتے ہیں (۲) جو عقل کی رو سے ٹھیک اور عادت کے خلاف ہو اسے 'اغراق' کہتے ہیں (۳) جو عقل اور عادت دونوں سے لگا نہ کھائے 'غلو' کہلاتا ہے —

**حشو** حشو اس عبارت یا لفظ کا نام ہے جو کلام میں غیر ضروری ہو [یعنی اس کے بغیر مطلب پورا ہوتا ہو، یہ کلام کے عیبوں میں سے ہے] ، اس کی تین قسمیں ہیں :—

(۱) حشو ملیح، مثال :-

زینت و زینت حسن کو کیا چاہئے
پلنجۂ خور طالب خاتم نہیں

' زیب ' اور ' زینت ' دونوں مترادف هیں ۔ ان میں سے صرف ایک لفظ ادائے مطلب کو کافی تھا لیکن کثرت استعمال سے دونوں لفظ کھپ گئے —

( ۲ ) حشو متوسط ۔ مثال :-

تو هے بحر بیکراں میں تشنۂ و تفتیدہ لب
اے جہان جود و همت پیاس کو میری بجها

' جود ، یا ' همت ، ایک لفظ حشو هے جس سے کلام میں نہ زینت آتی هے نہ قبح —

( ۳ ) حشو قبیح - مثال :-

اگر تو نے ستم مجهہ پر کیا تو کیا هوا پیارے
جفا معشوق اور محبوب کا سهتے هیں سب عاشق

اس شعر میں یا ' معشوق ' زاید اور قبیح هے یا ' محبوب ' - - [ بہت سے صنایع بدایع جو فضول اور دور از کار تھے قلمزد کردئے گئے ]

— * —

دوسری فصل

اصناف شعر

جاننا چاهئے کہ نظم کی دس قسمیں هیں ( ۱ ) غزل ( ۲ ) قصیدہ ( ۳ ) فرد ( ۴ ) رباعی ( ۵ ) مسمط ( ۶ ) مثنوی ( ۷ ) تشبیب ( ۸ ) ترجیع ( ۹ ) مستزاد

(۱۰) قطعہ —

غزل

غزل اس کلام موزوں سے عبارت ہے کہ اس کی پہلی بیت مقفیٰ ہو جسے 'مطلع کہتے ہیں باقی شعر اس قبیل سے ہوں کہ بیت کا دوسرا مصرع مطلع کا ہم قافیہ ہو' یہ سب جانتے ہیں' اہل عجم کا قاعدہ ہے غزل کے آخری شعر میں شاعر اپنا تخلص ڈالتا ہے' اسے 'مقطع کہتے ہیں —

غزل کے مضامین

غزل میں معشوق' شراب' فراق کے الم کا شکوہ اور معشوق کی جفاؤں اور بری عادتوں کے سوا اور مضامین کا ذکر زیبا نہیں - جو اس کے خلاف ہو وہ غزل نہیں - لوگوں کے تصرفات غیر معتبر ہیں - اور جن لوگوں نے بھوتوفوں پر رعب جمانے اور صاحب طرز جدید بننے کا لقب حاصل کرنے کے واسطے غزل کو معما بنادیا ہے ان کا کلام غیر فصیح ہے - وہ نافہموں میں مقبول اور مشہور ہو لیکن عقلمندوں کے نزدیک معتبر نہیں * - ریختہ کے شاعر کلام میں فارسی شعرا کا تتبع کرتے ہیں [ اب فارس میں بھی غزل کا وہ

---

* میرے معاصرین پر ظاہر ہے کہ غزل کے مضامین سے متعلق یہ قیدیں اب مسترد ہو چکی ہیں - اگر وہ پرداز اور رتبہ جو غزل کو ملا ہے نہ ملتا تو غزل کبھی کی مر چکی ہوتی - (مترجم)

رنگ ڈھنگ نہیں رہا ]- ان کا معشوق امرد (لونڈا) ہے بخلاف بھاکھا (بھاشا) کے کہ اس میں معشوق عورت ہے - اگر ریختہ میں 'آیا وہ دلربا' کی جگہہ 'آئی وہ دلربا' باندھا جائے تو محض غلط ہے - اگر کوئی کسی عورت کا عاشق ہو تو اس طرح کہے اسے اختیار ہے لیکن دیوانوں کے کلام کی تقلید زیبا نہیں اور یہ طرز کہنے والے سے خصوصیت رکھتا ہے - اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو کچھہ قایل ارادے سے کہے غلطی سے پاک ہے کیونکہ عبارت اور کلام میں خطا کا عاید ہونا بے علمی یا سہو سے ہوتا ہے —

**زمین غزل** | ریختہ والے [کبھی کبھی] ایک زمین میں چار چار غزلیں کہتے ہیں اور غزل کے مقطع میں اگلی غزل کا اشارہ کردیتے ہیں - 'غزل کی زمین' سے ردیف' قافیہ اور بحر مراد ہے - اگر وہی ردیف و قافیہ دوسری بحر میں باندھا جائے تو زمین دوسری ہو جائے گی —

**تخلص کا استعمال** | تخلص کا استعمال اس انداز سے ہونا چاہئے کہ وہ صریحاً شاعر کی شخصیت پر دلالت کرے ، مثلاً لفظ تمنا کو لیجئے' یہ ایک عام لفظ ہے جس کے معنی ہیں خواہش' آرزو - 'تمنا' بعض شاعروں کا تخلص بھی ہوتا ہے - بیت :-

وعدہ ہر روز تھا کب تلک اے وعدہ خلاف
آ شتاب اب کہ 'تمنا' کی تمنا ہے یہی

اس میں لفظ 'تمنا' تخلص کی حیثیت سے بندھا ہے اور سامع سمجھتا ہے کہ یہ کلام 'تمنا' شاعر کا ہے - لیکن اس بیت میں :-

عاشق خستہ کی رخصت دم آخر ہے ضرور
ہے اسے تیرے ہی آنے کی تمنا باقی

یہاں 'تمنا' ایک عام لفظ پایا جاتا ہے اور اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ شعر اس شاعر کا ہے جس کا تخلص 'تمنا' ہے --

**غزل کے اشعار کی تعداد** | غزل کے اشعار پانچ سے کم نہ ہونے چاہئیں ورنہ سات ہوں یا نو یا گیارہ [ یعنی غزل کے شعروں کی تعداد طاق ہو ] - متاخرین فارسی کے ہاں چالیس تک بھی غزل کے اشعار کی تعداد پائی جاتی ہے - اگر کلام اچھا ہے تو اس کا مضایقہ نہیں —

**قصیدہ** | یہ چند بیتیں اکثر تو ممدوح کی مدح میں ہوتی ہیں اور کمتر معاصرین (ابناے روزگار) کے حال میں۔ قصیدے کی دو صورتیں ہوتی ہیں یا تو اس کی ابتدا مدح سے ہوتی ہے ' یا مدح سے پہلے چند

بیٹھیں اور مضمون میں ہوتی ہیں اور ان کے بعد مدح شروع ہوتی ہے اس کو گریز کہتے ہیں اور مذکورہ ابیات کو عموماً تمہید کہتے ہیں لیکن اہل تحقیق تشبیب کا نام دیتے ہیں خواہ ان شعروں میں شراب و شاہد اور ایام جوانی کا ذکر ہو خواہ اور چیزوں کا ۔ اشعار میں ردیف قافیہ اور وزن کے قیود غزل جیسے ہیں ۔

**رباعی** — رباعی میں کُل چار مصرعے ہوتے ہیں ' اس کے اوزان عروض کی کتابوں میں دیے ہوئے ہیں ۔

[ اس میں تیسرے مصرع کے سوا باقی تینوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں ' اوزان رباعی کے متعلق مجمل طور پر یہ کہنا یہاں کافی ہوگا کہ یہ بحث پیچیدہ ہے اور طالب علم کو عروض کی کتابوں میں مطالعہ کرنی چاہیے ۔ کہا جاتا ہے کہ رباعی کے چوبیس اوزان معین ہیں مگر وہ چوبیس اوزان کونسے ہیں ان میں عروضیوں کا اختلاف ہے ] ۔

**مسمط** — ' مسمط ' تسمیط کا اسم مفعول ہے اس کے معنی ہیں دھاگے میں موتی پرونا ' شاعروں کی اصطلاح میں چند متحدالقوافی مصرعوں سے مراد ہے اس طرح کہ پہلے چند مصرعے موزوں کر کے اس مجموعے کو بند اول کہتے ہیں پھر اور چند مصرعے دوسرے قافیہ میں کہہ کر آخر کے مصرع کو بند اول سے ہم قافیہ کرتے ہیں ۔ مسمط

کی سات قسمیں ہیں :- 'مربع' - 'مخمس' - 'مسدس' - 'مسبع' - 'مثمن' - 'متسع' - 'معشر' —

| | |
|---|---|
| مربع | مربع میں چار مصرعے متحد القوافی ہوتے ہیں - یہ ہوا اول بند - پھر اور تین دوسرے |

قافیے میں متحد القوافی کہہ کر چوتھے مصرع کا تقفیہ بند اول سے کرتے ہیں - اسی طرز پر اگلے بند نظم کیے جاتے ہیں —

آج کل ہندوستان کے اکثر شاعروں نے جن کی طبیعت شعر کی طاقت نہیں رکھتی جاہلوں میں مشہور اور ممدوح ہونے اور بد مذاق امیروں سے جلب منفعت کی غرض سے مرثیہ گوئی شروع کر دی ہے اور اس کے لئے 'مربع' کی صنف اختیار کی ہے —

| | |
|---|---|
| مخمس | مخمس اسی التزام کے ساتھ پانچ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے - بعضے اول مصرع کے آخری شعر |

کو ہر بند کے آخر میں لاتے ہیں —

| | |
|---|---|
| مسدس وغیرہ | مسدس چھ مصرعوں کا - مسبع سات مصرعوں کا - مثمن آٹھ مصرعوں کا - |

متسع نو مصرعوں اور معشر دس مصرعوں کا طریق مذکورہ کے مطابق ہوتا ہے —

ریختہ گویوں نے مسدس کو [ قاعدہ مذکورہ سے الگ ]

ہے ' اب نئی چیز قرار دے دیا ہے ' وہ یہ کرتے ہیں کہ چار مصرعے ایک قافیے میں کہہ کر اور دو مصرعے دوسرے قافیے میں کہہ کر پہلے چار مصرعوں سے ملحق کرتے ہیں اور اسے ایک بند کہتے ہیں اسی طرز پر اور بند کہہ کر ایزاد کرتے ہیں - ' مسبع ' سے معشر تک اصناف قدما میں رایج تھیں اب کوئی نہیں کہتا - شعرائے ریختہ نے ' مسمط ' کو آٹھ قسموں پر منقسم کیا ہے یعنی اس کی قسموں میں ' مثلث ' ایزاد کیا ہے اور اسے اپنی زبان میں تکرّر کہتے ہیں - تکرّر کی مثال :-

اگرچہ سیکڑوں اس جا پہ تھے کھڑے زن و مرد
نہ شد قتیل زیاراں کہ یک کس از سر درد
سرے بہ نعش من خستہ جاں بجنباند

**مثنوی**

مثنوی کا کہنا سات بحروں پر منحصر ہے ' ایک بحر متقارب مثمن مقصور ( آخری رکن کے لحاظ سے ) یا محذوف ( اسی رکن کے لحاظ سے ) ہے اور یہ بحر بادشاہوں کے باہم محاربات اور جنگ کے بیان کے لئے مخصوص ہے ' لیکن ' میر حسن ' مرحوم ریختہ گو نے ' بے نظیر و بدر منیر ' کا قصہ اسی وزن میں موزوں کیا ہے * حق سے گزرنا نہیں چاہئے خدا بخشے خوب کہہ

* یہ بحر رزمیہ مضامین سے کیوں مخصوص سمجھی جائے اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی ' یہ کوئی وجہ نہیں کہ فردوسی نے شاہنامہ اس بحر میں کہا - کوئی صوتیاتی دلیل اس ادعا کے حق میں نہیں پیش کی گئی ' ترنم کے لحاظ سے یہ بحر جمالی شان رکھتی ہے نہ کہ جلالی ( مترجم )

گیا ھے - [ اصل کتاب میں آگے مثنوی کی اور مخصوص بحور کا ذکر ھے جسے محض طوالت سمجھ کر قلمزد کیا گیا کیونکہ آج کل ان قواعد ( یا احکام کہئے ) کی پابندی کوئی نہیں کرتا ' جو قاعدہ "کیوں" ؟ اور "کس وجہ سے ؟ " کا جواب اپنی زبان سے نہیں دے سکتا وہ تسلیم اور تعمیل کا مستحق نہیں سمجھا جاتا - ]

**ترجیع** | اس سے مراد ھے پلٹ کر لانا [ یعنی ایک مصرع یا بیت کو بند والی نظموں میں ٹیپ کی جگہ بار بار ھر بند کے بعد لانا ] اور ایسی صنف شعر کو 'ترجیع بند' کہتے ھیں ' اگر یہ ٹیپ کی بیت جداگانہ ھو تو ترکیب بند کہا جائے گا [ ترکیب بند کا جو مفہوم آج کل اردو میں ھے اس کی تصریح کی ضرورت نہیں ] -

**مستزاد** | عموماً رباعی کے وزن سے ایک ٹکڑا لے کر ھر مصرع پر ایزاد کرنے کو مستزاد کہتے ھیں ' متقدمین غزل کے مصرعوں میں بھی یہ ایزادی کرنے لگے —

**قطعہ** | ان چند بیتوں سے مراد ھے جن کے اول بیت کے اول مصرع کا قافیہ ھو چنانچہ قافیہ کا حصر بیت کے مصرع ثانی پر ھے - بعضے مختصر قصیدے کو بھی قطعہ کہتے ھیں - [ قطعہ کا مضمون مسلسل ھوتا ھے ' اس میں کم سے کم دو شعر ھوتے ھیں ' پہلا شعر فرد ھوتا

ہے ' اس کا آخری مصرع باقی شعروں کے آخری مصرعوں سے ہم قافیہ ہوتا ہے — ] —

خاتمہ کتاب

ایک نسخہ میں مصنف کی یہ عبارت اور قطعۂ تاریخ اختتام پر پایا گیا جو بجلسہ نقل کیا جاتا ہے : —

اس قواعد اردو کی کتاب کی تکمیل کا قطعہ تاریخ جو جناب عالی متعالی وزیر الممالک ناظم الملک یمین الدولہ نواب سعادت علی خاں بہادر کے حسب ارشاد تصنیف ہوئی احقر العباد راجی اللہ المستعاں سید انشا اللہ خاں نے نظم کیا : —

چوں حسب حکم ناظم ملک و جہانیاں
نواب مستطاب وزیر فلک جناب

شد منتظم قواعد اردو بہ سلک نظم
اردوے ناظمی شدہ تاریخ ایں کتاب
سنہ ۱۲۲۳ ھ

## غلط نامہ

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| د | ۴ | سیلیم | سلیم |
| ۹ | ۱۱ | ص کے بعد ض کا اضافہ کیا جاے | |
| ۱۱ | آخری | بملی | بمعلی |
| ۳۷ | ۱۱ | تیسری فصل | دوسری فصل |
| ۲۸۹ | ۱۶ | اضاف | اضافت |
| ۲۹۱ | ۷ | کئی اکٹھے | کئی مرد اکٹھے |
| ۳۸۰ | ۱۷ | آپ کہ | آپ کی |
| " | ۲۰ | روپیہ | روپیا |
| " | ۲۴ | بجاتا | بجتا |
| ۳۹۴ | ۱۷ | ہو | نہ ہو |